رام برشا

حصّۂ اوّل و دوم

جس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج - ایم - اے - و دیگر مہاتماؤں کے وہ بھجن - لاؤنیاں و غزلیات مطابق مضامین ۱۴ ادھیاؤں (ابواب) میں منقسم ہیں جو سوامی جی ممدوح کی نوٹ بکوں، تحریروں - اور اُپدیشوں میں درج ملے

مرتبہ

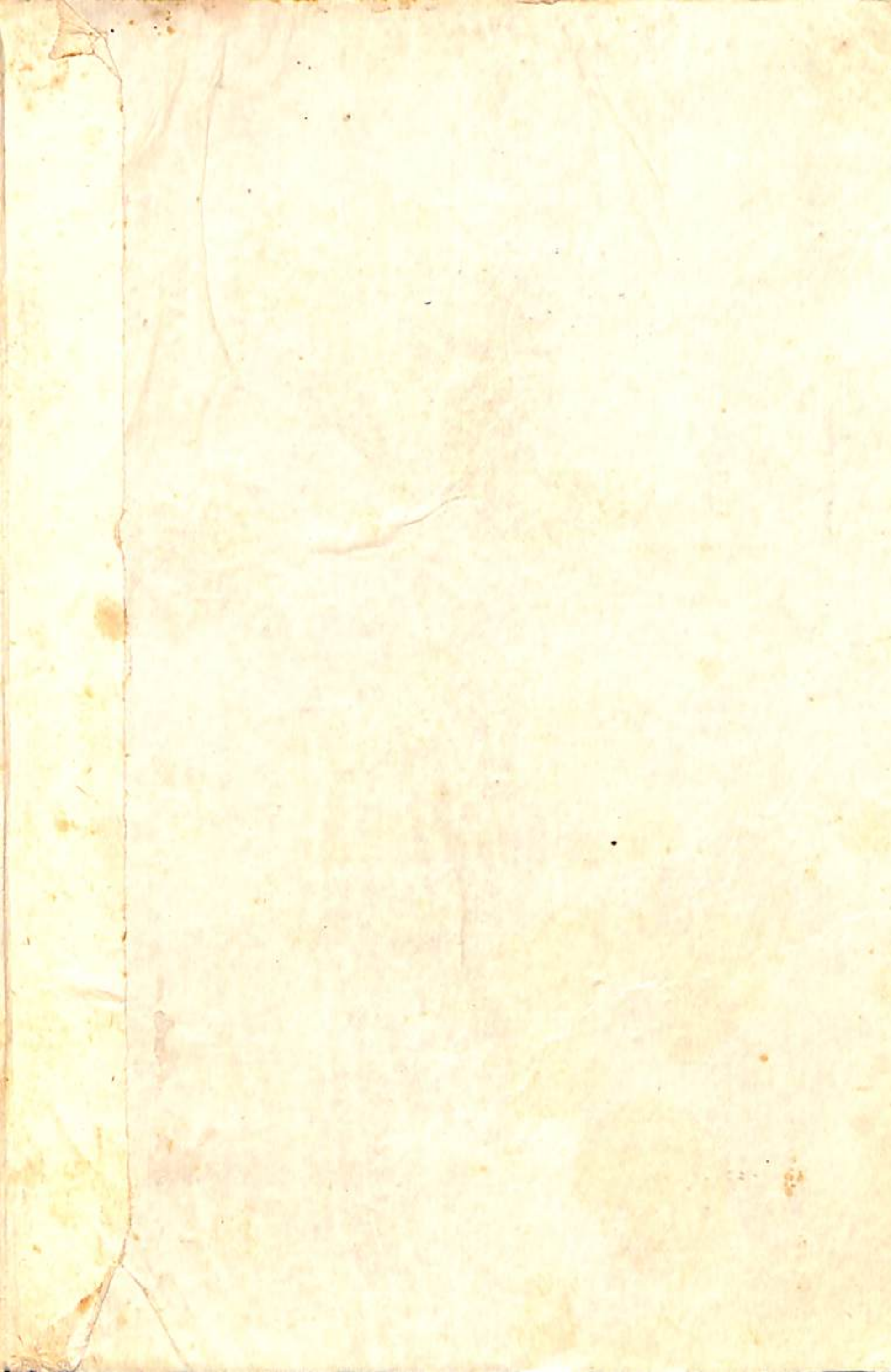
آر - ایس نارائن سوامی شاگرد رشید سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایم - اے

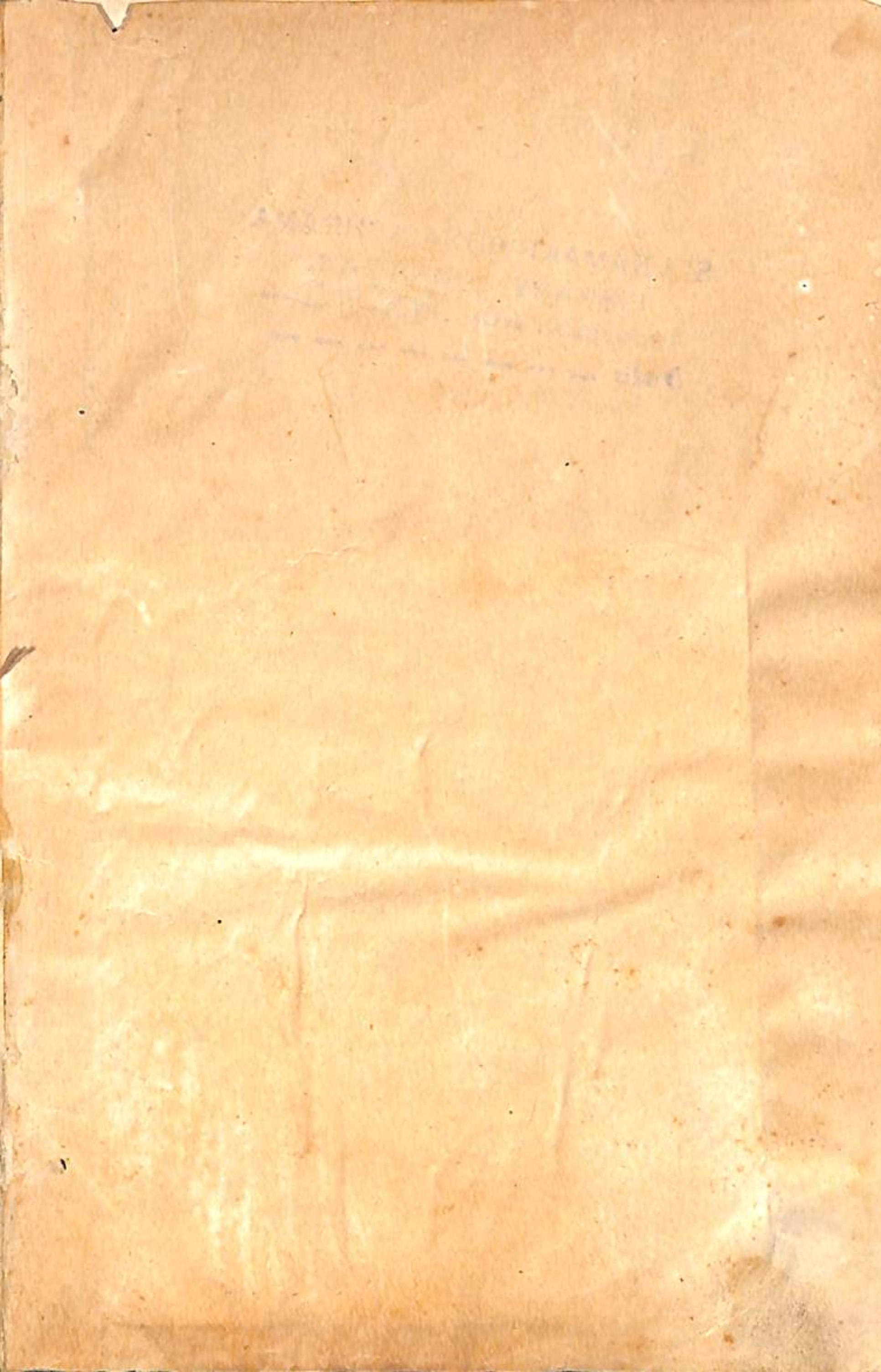
جسکو

شری سوامی رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ نے

گلشن ابراہیم پریس لکھنؤ میں باہتمام مولوی محمد ابراہیم صاحب طبع کرایا

قیمت قسم اعلیٰ مجلد ۲؍
قسم دوم مجلد ۲؍
تعداد





رام برشا

حصۂ اوّل و دُوم

جس میں سوامی رام تیرتھ جی ایم۔اے۔ و دیگر مہاتماؤں کے وہ بھجن۔ لاؤنیاں۔ اور غزلیات مطابق مضامین ۱۴ ادھیائوں (ابواب) میں منقسم ہیں۔ کہ جو سوامی جی ممدوح کی نوٹ بکوں تحریروں اور اُپدیشوں میں درج ملے

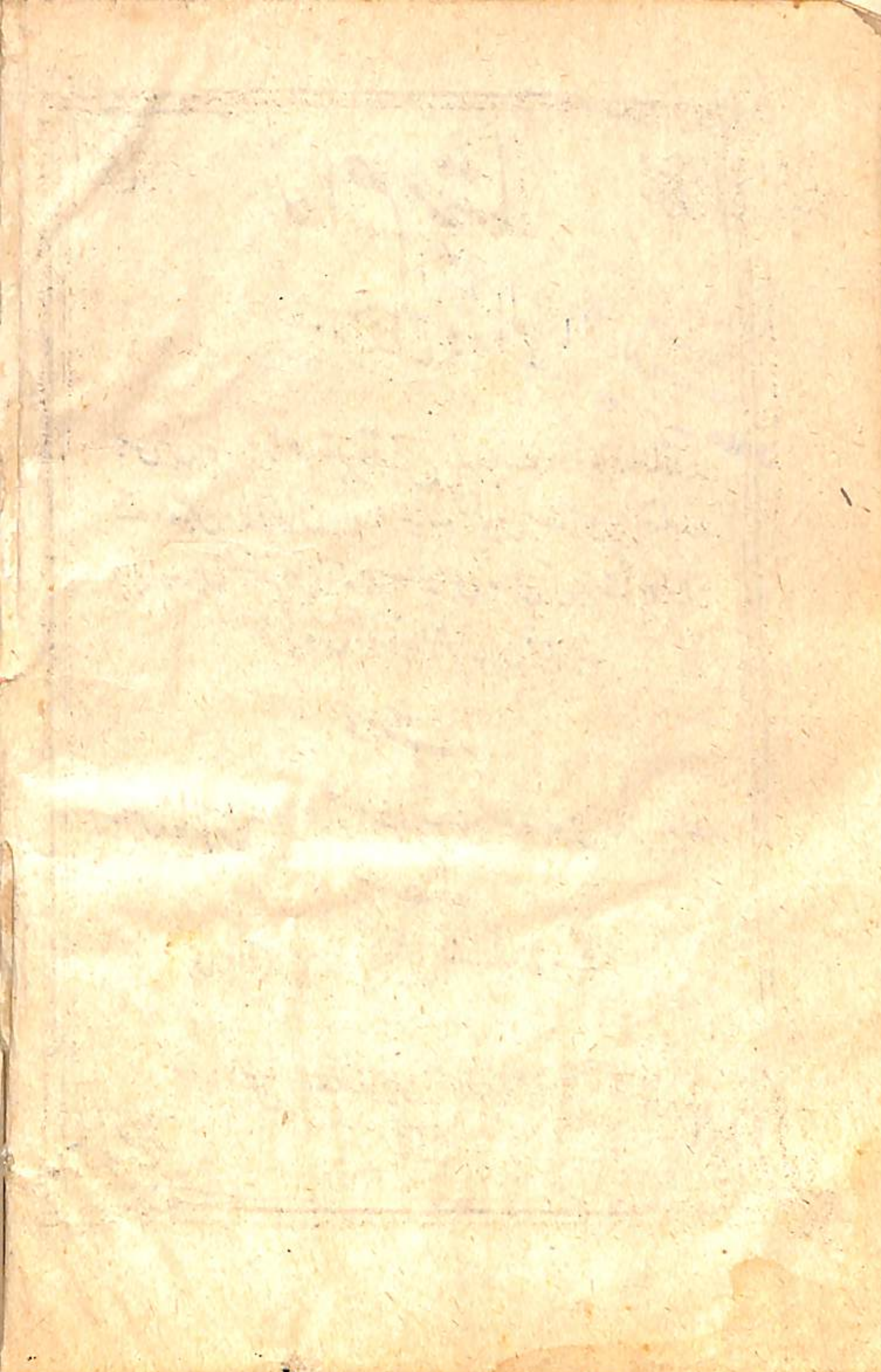
مرتبہ

آر۔ ایس نارائن سوامی شاگردِ رشید سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایم اے

جسکو

شری سوامی رام تیرتھ پبلکیشن لیگ لکھنؤ نے

مطبع گلشن ابراہیم لکھنؤ میں باہتمام مولوی محمد ابراہیم صاحب چھپوایا
۱۹۲۹ء



تمہید

آتما رذات) کا محض دلیلی علم دل کو شانتی و تشفی نہیں بخشتا۔ البتہ انکشافِ ذات سے تسکین و راحتِ کُلّی ملتی ہے۔ اور یہ انکشافِ الٰہی علمِ معرفت کے بار بار سُننے وِرد کرنے (منن کرنے) اور اُسکے معنوں میں عین ایک ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔

आत्मा वा अरे द्रष्टव्यः श्रोतव्यो
मन्तव्यो निदिध्यासितव्यः ॥

(برہدارنیک اُپنشد۔ ادھیائے ۴ - برہمن ۵ - منتر ۶)

اِس علمِ معرفت کے منن کرنے کا آسان و سہل طریق عوام کے لئے بھجنوں کا روزمرّہ بلاناغہ گانا اور سُننا ہے۔ اوّل تو بھجنوں کی میٹھی سُر دِل کو دُنیا کے مخمصوں سے ہٹا کر اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ دُوم اگر بھجنوں کے سُر کے ساتھ اُسکے معنے اور مطلب بھی سمجھ میں آتے جائیں تو برتی کو اپنی ذات میں کچھ عرصہ کے لئے بالکل محو اور مستغرق کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو مذہب کی قریبًا تمام مستند کتابیں (گیتا - وید - مہابھارت - رامائن - یوگ باسشٹھ - گرنتھ صاحب - کبیر بیجک - وغیرہ، قریبًا سب مست مہاتماؤں کے اُپدیش) راگوں - غزلوں - لاؤنیوں - اور میٹھی لَے - یا شُر والے منتروں و شعروں میں لکھی پائی جاتی ہیں ؂

بھجنوں کا زیادہ اثر دِل پر اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ اُن میں بہت بڑا پھیلا ہُوا خیال تھوڑی جگہ گھیرے ہُوئے ہوتا ہے۔ گویا سمندر ایک کُوزے میں ہوتا ہے۔ جس سے ایک شعر چِت پر اتنی چوٹ لگاتا ہے جتنی کہ کُل کتابِ وسیع کا مطالعہ ؂

جس طرح دماغ کی ترقّی کی ضرورت ہے اُسی طرح یا اُس سے زیادہ قلبی ترقّی کی بھی اشد ضرورت ہے۔ اور قلبی ترقّی دلیل و حجت سے نہیں بلکہ بھجنوں و غزلیات کے گانے اور سُننے سے یا اعلیٰ خیالات کے وِرد کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ قلبی غذا مہیّا کرنے کی خاطر ایک چھوٹی سی رام برشا پہلے رائے بہادر لالہ بیجناتھ صاحب بی اے - ریٹائرڈ جج نے چھپوائی تھی۔ جس میں سوامی رام جی مہاراج کی وہ غزلیں و لاؤنیاں

تھیں جو ۱۹۰۲ء تک اُنکے آنند بھرے دِل سے بہی تھیں۔ مگر وہ جلد ایسی چھوٹی اور خراب چھپی تھی کہ اُس سے مدعائے تالیف حاصل نہیں ہوتا تھا اور نہ اُسکے بھجن حسب مضامین مرتب اور ابواب پر منقسم تھے۔
چنانچہ اِس اشاعت کے بالکل ختم ہوجانے پر اشاعتِ ثانی بہت ترمیم اور اصلاح کے ساتھ شائع کی گئی تھی اِس طبعِ ثانی میں علاوہ ۱۹۰۲ء تک کے بھجن و غزلیات کے اور بیشمار بھجن ولاؤنیاں بھی درج تھیں جو سوامی جی مرحوم کی قلم سے آخری دَم تک لکھی گئی تھیں۔ اور نیز جو اُنکی نوٹ بکوں میں پائی گئی تھیں۔ اور ساتھ ہی یہ کُل بھجن مضمون کے مُطابق نو ابواب میں بھی تقسیم کیئے گئے تھے۔ اور جو غزلیات بوجہ مختلف خیالات کے اِن ابواب میں شامل نہیں کیجا سکیں۔ اُنہیں بالکل علیحدہ کیا گیا تھا۔ اور وہ کُل ایک متفرق باب میں مجتمع ہوکر دوسری جلد میں شائع کی گئی تھیں۔ اور اس دوسری جلد کے شروع دیباچہ میں سوامی جی ممدوح کی مختصر و واضح سوانحعمری بھی درج کی گئی تھی۔
اِسی رام برشا کی ایک ہندی اشاعت بھی ہوئی تھی اُس میں اور اشاعتِ ثانی میں زیادہ فرق تو یہ تھا کہ ہندی رام برشا میں فارسی زبان کی غزلیں جو سوامی جی کی نوٹ بکوں میں درج تھیں نہیں دی گئیں۔ علاوہ اسکے چند غزلیات اُن نوٹ بکوں میں ترمیم شدہ ملی تھیں جو ہندی رام برشا میں چھپنے نہیں پائیں۔ اگرچہ ہندی زبان کے بھجن بہ نسبت اُردو رام برشا کے اُس میں زیادہ تھے اِس لئے وہ اپنی حالت میں دلچسپ تھی۔ اور یہ اپنی حالت میں کلّی طور پر۔ ہر دو تقریباً یکساں تھیں:۔
اسکے بعد اُردو تصانیف رام کی اشاعت کے لئے ایک فنڈ جمع کیا گیا تھا جسکی مدد سے اس رام برشا کی بھی اشاعت سہ بارہ کی گئی۔ وہ بھی ہاتھوں ہاتھ بک گئی تھی۔ اُس وقت دہلی کے لالہ امیر چند مرحوم اِن اُردو کُتب کے پبلشر و منیجر تھے۔ اُنکے مُرگ باش ہونے کے بعد اُردو اشاعت کا کام بالکل بند ہوگیا تھا۔ پھر جگہ جگہ کے رام بھگتوں نے ملکر ۱۹۱۹ء میں سوامی رام کی کُل کُتب (تصنیف و تقریر) کو بزبانِ اُردو۔ ہندی۔ انگریزی میں مکمل طور پر شائع کرنے کے مقصد سے ایک جماعت قائم کی جس کا نام **سوامی رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ** رکھا گیا۔ اور اس لیگ (جماعت) نے سب سے پہلے سوامی رام کی کُل تقریر و تحریر کے ہندی ترجمہ کے چھپوانے کا کام ہاتھ میں لیا۔ جو تقریباً چھ برس میں ختم ہُوا۔ پھر انگریزی کُتب کی اشاعت کا کام شروع کیا گیا۔ جو تقریباً تین برس میں ختم ہُوا۔ اسی عرصہ کے اندر اندر

باباِ گنیناتھ جی عارف کی اُردو تصانیف اور اُسکے ہندی ترجمہ شائع کئے گئے اور راقم کی شرح گیتا بھی ہندی میں تقریباً دو ہزار صفحوں کے اندر اندر دو جلدوں میں شائع کی گئی۔ سوامی رام کے ہندی گرنتھوں کے اندر رام برشا بھی ہندی زبان میں شائع کی گئی تھی۔ جو فوراً مقبولِ عام ہوئی۔ بہت تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اندر یہ سب بِک گئیں۔ پھر اسکی سہ بارہ اشاعت بہت مفصل و مسلسل ترتیب سے کی گئی جو ہاتھوں ہاتھ بکتی جا رہی ہے۔
ہندی زبان میں اس اعلیٰ اشاعتِ سوم کو دیکھ کر اُردو دانوں کے اندر بھی اس کا اشتیاقِ مطالعہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی پانے لگا۔ جنکی پے درپے درخواستوں پر اس ہندی کی مفصل و صاف اشاعتِ سوم کے مطابق رام برشا اُردو کی بھی یہ چہارم اشاعت کی گئی ہے اِس چہارم اشاعتِ رام برشا میں ہندی رام برشا کے توکل بھجن شامل ہیں۔ انکے علاوہ فارسی زبان میں تقریباً ۵۰ کے غزلیں (جو سوامی رام کی نوٹ بکوں میں پائی گئی تھیں) اور درج کردی گئی ہیں۔ اِس طرح سے اِس جلد چہارم میں تقریباً ۵۰۴ بھجن و غزل شامل ہیں۔
حتی الامکان یہ جلد اعلیٰ لکھائی، چھپائی و ترتیب سے عمدہ و صاف شائع کی گئی ہے۔ اگر رام پیاروں نے اِس اشاعتِ چہارم کا غور سے ملاحظہ فرمایا۔ اور اسکے بھجنوں و غزلوں کو مسرت سے گا گا کر یا روزمرہ سُنکر اپنے دِل کو ایشور بھگتی سے پُر کر لیا۔ اور اس طرح سے عالمِ محویت کا مزہ لُوٹا۔ تو نارائن سمجھے گا کہ اُسکی محنت سپھل ہوئی ہے۔
ایشور کرے کہ یہ نہایت مفید اشاعت مطالعہ کنندگان کے دِلوں کو ہرا بھرا یعنی محظوظ کرے۔ اور جس طرح راقم خود اِن سے خوب آنند لے رہا ہے۔ ویسے ہی وہ بھی خوب لیں اور یہ جلد ہر ایک پیر و جوان کو مفید ثابت ہو۔ آمین (تتھاستو)



آر۔ ایس۔ نارائن۔ سوامی

فہرست بھجن مضمون وار

حصّۂ دوم
ویدانت

اوم

منگلاچرن (حمدِ باری تعالیٰ)

(۱) دوہرا ۔ راگ بہباس

ناراین سب رم رہیا نہیں دوئیت[۱] کی گندھ
وُہی اِک بہو[۲] رُوپ ہے پہلا بولوں چھند
کرپا ست گورو دیو سے کٹی اودیا پھند
مَیں تو شُدّھ برہم ہُوں دُوِتیا بولوں چھند
سوہ سُروپ رام کو لکھیں[۳] ایک سچدانند
وہ میرو ہے آتما تِرتیا بولوں چھند
سوانس سوانس انوبھو کروں رام کرشن گوبند
سوئیں ہی کوئی بھِن[۴] نہ چترتھ یہ بولوں چھند

(۱) ثنویت (۲) بہت ۔ انیک (۳) انوبھو کروں (۴) علیٰحدہ ۔ الگ ۔

(۲) راگ پیلو ۔ تال دیپ چندی

رفیقوں میں گر ہے مُروّت[۱] تو تجھ سے
عزیزوں میں گر ہے محبّت تو تجھ سے
خزانوں میں جو کچھ ہے دولت تو تجھ سے
امیروں میں ہے جاہ و صَولت[۲] تو تجھ سے
حکیموں میں ہے علم و حکمت تو تجھ سے
یا رونقِ جہاں یا ہے برکت تو تجھ سے
ہے روکر یہ تکرارِ اُلفت تو تجھ سے
کہ اتنی ہو یہ میری قسمت تو تجھ سے

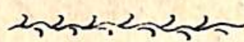
(۱) مہربانی ۔ شفقت (۲) دبدبہ ۔

میرے جسم و جاں میں ہو حرکت تو تجھ سے
اُڑے ۳ تامنی کی وہ شرکت تو تجھ سے

ملے صد قدر ہونے کی عزّت تو تجھ سے
سدا ایک ہونے کی لذّت تو تجھ سے

اُڑیں ٹیڑھی بانکی یہ چالاکیاں سب
رسپر پھینک ڈھونڈوں سلامت تو تجھ سے

۱ مہربانی۔شفقت ۲ دبدبہ ۳ آہنکار



(۳۳) راگ شام کلیان

کیا کیا رکھے ہیں رام! سامان تیری قدرت
بدلے ہے رنگ کیا کیا ہر آن تیری قدرت

سب مست ہو رہے ہیں پہچان تیری قدرت
تیتر پکارتے ہیں سبحان تیری قدرت

کوئل کی کوک میں بھی تیرا ہی نام ہیگا
اور مور کی زٹل میں تیرا ہی پیام ہیگا

یہ رنگ سولہ طرے کا جو صبح و شام ہیگا
یہ اور کا نہیں ہے تیرا ہی کام ہیگا

بادل ہوا کے اُوپر گھنگھور ناچنے ہیں
مینڈک اُچھل رہے ہیں اور مور ناچتے ہیں

بولیں بئے بٹیرے قمری پکارے کوکو
پی پی کریں پپیہا بگلے پکاریں تُوتُو

کیا فاختوں کی حق حق کیا ہدہدوں کی ہُوہُو
سب رٹ رہے ہیں تجھکو کیا پنکھ کیا پکھیرو

جنگل سب اپنے تن پر ہریالی سج رہے ہیں
گُل پھول جھاڑ بوٹے کر اپنی دھج رہے ہیں

بجلی چمک رہی ہے بادل گرج رہے ہیں
اللہ کے نقارے نوبت کے بج رہے ہیں

سبزوں کی لہلہاہٹ کچھ ابر کی سیاہی
اور چھا رہی گھٹائیں سُرخ اور سفید کاہی

سب بھیگتے ہیں گھر گھر لے ماہ تا بماہی
یہ رنگ، کون رنگے تیرے سوا الٰہی

۱ شفق۔

(۴) مُسدس۔ تال ڈھنس

(۱) کہیں کیواں[1] ستارہ ہو کے اپنا نُور چمکایا | زحل[2] میں جا کہیں چمکا کہیں مرّیخ[3] میں آیا
کہیں سُورج ہو کیا کیا نیّر جلوہ آپ دِکھلایا | کہیں ہو چاند چمکا اور کہیں خود بنگیا سایا

تُو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تُو مُنیوں کے منوں میں ہے تو رِندوں کی زُباں پر ہے (ٹیک)

(۲) ترا ہی حکم ہے اِندر جو برساتا ہے یہ پانی | ہوا اٹکھیلیاں کرتی ہے تیری زیرِ نگرانی
تجلّی آتشِ سوزاں میں تیری ہی ہے نُورانی | ٹڑا پھرتا ہے مارا مارا ڈر سے مرگِ حیوانی

(ٹیک)

(۳) تُو ہی آنکھوں میں نُورِ مردمک[4] ہو آپ چمکا ہے | تُو ہی ہو عقل کا جوہر سروں میں سب کے دمکا ہے
تیرے ہی نُور کا جلسہ ہے قطرہ میں جو نم کا ہے | تُو رونق ہر چمن کی ہے تُو دِلبر جامِ جم[5] کا ہے

(ٹیک)

(۴) کہیں طاؤس[6] زرّیں بال بنکر رقص کرتا ہے | دکھا کر ناچ اپنا مورنی پر آپ مرتا ہے
کہیں ہو فاختہ کُوکُو کی سی آواز کرتا ہے | کہیں بُلبُل ہے خود ہے باغباں پھر اس سے ڈرتا ہے

(ٹیک)

(۵) کہیں شاہین[7] بنا شہپر کہیں شکرہ ہے مستانہ | شکاری آپ بنتا ہے کہیں ہے آب اور دانہ
لٹک سے چال چلتا ہے کہیں معشوقِ جانانہ | صنم تُو برہمن ناقُوس تُو خود تُو ہے بُتخانہ

---

۱ ستارہ کا نام یا ساتواں آسمان ۲ سنیچر تارہ ۳ منگل تارہ ۴ آنکھ کی پتلی کی روشنی۔ ۵ بادشاہ کا پیالہ یعنی مستی کا ۶ دلبر ۷ مور ۸ پرندوں کے نام

(ٹیک)

(۶) تُوہی یاقوت میں روشن تُوہی مکھراج اور دُر میں | تُوہی لعل بدخشاں میں تُوہی ہے خود سمندر میں
تُوہی کہسار و دریا میں تُوہی دیوار میں در میں | تُوہی صحرا میں آبادی میں تیرا نُور نیّر[1] میں

(ٹیک)

[1] سورج

(۵) راگ بروا۔ تال تین

(۱) عجب حیران ہُوں بھگوان تمہیں کیونکر رجھاؤں میں
کوئی وستو نہیں ایسی جسے سیوا میں لاؤں میں

(۲) کروں کس طرح آواہن کہ تُم موجود ہو ہر جا
نرا در ہے بُلانے کو اگر گھنٹی بجاؤں میں

(۳) تُمہیں ہو مُورتی میں بھی تُمہیں ویاپک ہو پھُولوں میں
بھلا بھگوان پر بھگوان کو کیسے چڑھاؤں میں

(۴) لگانا بھوگ کچھ تُم کو یہ اِک اپمان کرنا ہے
کِھلاتا ہے جو سب جگ کو اُسے کیسے کِھلاؤں میں

(۵) تُمہاری جیوتی سے روشن ہیں سُورج چاند اور تارے
مہا اندھیر ہے تُمکو اگر دِیپک دکھاؤں میں

(۶) بُھجائیں ہیں نہ سِینہ ہے نہ گردن ہے نہ پیشانی
تُو ہے نِرلیپ نارائن کہاں چندن لگاؤں میں

(۶) راگ ہنڈول

(۱) تیری قدرت تُوہی جانے اور نہ دُوجا جانے
جسنوں کرپا کرے تُو پیارے سوئی تجھے پہچانے

(۲) تیری سیوا تجھ سے ہووے اور نہ دُوجا کرتا
بھگت تیرا سوئی تدھ بھاوے[۱] جسنوں تو رنگ دھرتا[۲]

(۳) تُو بڑ[۳] دانا۔ تو بڑ دانا اور نہیں کوئی دُوجا
تُو سمرتھ سوامی میرا۔ ہوں[۴] کیا جانا تیری پوجا

(۴) تیرا محل اگوچر[۵] میرے پیارے بکھم[۶] تیرا ہے بھانا
کہو نانک ڈھٹھ[۷] پیا دوارے۔ رکھ لیوو مگدھ[۸] اجانا

---

[۱] تجھے پسند آوے [۲] جسکے ہردیہ کو تُو رنگتا ہے [۳] بڑا داتا [۴] میں [۵] اندریوں کی پہنچ سے باہر [۶] کٹھن مشکل [۷] گر پڑا [۸] مُورکھ یا بے وقوف ÷

(۷) بھجن

(۱) ہے اچیت! ہے پار برہم! اوناسی اگھناش[۱]
ہے پُورن! ہے سرب میئے! دُکھ بھنجن گُن ناس[۲]

(۲) ہے سنگی! ہے نرانکار! ہے نرگُن سب ٹیک
ہے گوبند! ہے گُن ندھان[۳]! جاکے سدا ووبیک

---

[۱] پاپ کے ناشک [۲] اُس کا [۳] صفتوں کا خزانہ ÷

(۳) ہے اپرمپر ہر ہرے - ہے بھی - ہووَن ہار
ہے سنتان کے سا! سنگ نردھارا آدھار
(۴) ہے ٹھاکر توُن داسرو - مَیں نرگنُ گنُ نہیں کوے
نانک دِیجے نام دان راکھو ہیئے[۲] پروے

سلہ مَیں داسوں کا داس ہوں اپنے ہرویہ میں پروکر مجھے رکھئے ؏

(۸) شلوک

(۱) اُونچا اگم[۱] اپار پربھُو کتھن نہ جائے اکتھ[۲]
نانک پربھو سنرناگت راکھن کو سمرتھ
(۲) باسدیو سرّبتر میں اُون[۳] نہ کتھوں ٹھائے
انتر باہر سنگ ہے نانک کاٹے دُراؤ[۵]
(۳) لال گوپال گوبند پربھو! گہر گھمبیر اتھاہ
دُوسر ناہیں اور کوئے نانک بے پرواہ
(۴) رُوپ نہ ریکھ نہ رنگ کچھ - ترے گن تے پربھو بھن
بس ہی بجھائے نانکا جس ہووے سوپرسن

لہ پہنچ سے دُور ۲ہ ناقابل بیان ۳ہ خالی - نیون ۴ہ جگہ ۵ہ کیوں دوڑ رہا ہے ؏

(۹) راگ تلنگ (محلہ ۵)

(۱) تدھ[۱] بن دُوجا ناہیں کوء
تُوں کرتار کریں سو ہوء
تیرا زور تیری من ٹیک
سدا سدا جپ نانک ایک
رہاؤ - سب اُوپر پار برہم داتار
تیری ٹیک تیرا آدھار
(۲) ہے تُوہے تُو ہووَن ہار
اگم[۲] اگادھ[۳] اُوچ اپار
جو تدھ سیوے تن بھؤ[۴] دُکھ ناہیں
گور پرشاد نانک گن گاہیں

لہ تمہارے بغیر ۲ہ پہنچ سے باہر ۳ہ اتھاہ - بہت گہرا ۴ہ سنسار کا دُکھ -

(۳) جو دِیسے سو تیرا رُوپ	گُن نِدھان گوبند انُوپ
سمر سمر سمرے جن سوئے	نانک کرم پراپت ہوئے
(۴) جن جپیا تِسکو بلہار	تِسکے سنگ ترے سنسار
کہو نانک پربھو لوچا پُور	سنت جنوں کی باچھوں دُھور

۵ نظر آئے ۶ پوری طرح سے دِکھیا ۷ سادھوؤں کی قدموں کی خاک کا خواستگار ہوں۔

(۱۰) طرز ٹھمری۔ راگ کماچ۔ تال تین

(ٹیک) جو تُم ہو سو ہم ہیں پیارے — جو تُم ہو سو ہم ہیں

پربت میں تُم نِدین میں تُم	چھوں وِش تُم ہی ہو بستارے
برکھ لتا میں تُم ہی براجو	سُورج چندر تُم ہی ہو تارے
ویش بھی تُم ہو کال بھی تُم ہو	تُم ہی ہو سب کے آدھارے
الکھ برہم ہے نام تہارو	مایا سے تُم نِت ہو نیارے
رُوپ نہیں۔ نہیں گُن ہے تُم میں	بستُو کریا سے دُور سدا رے
تینوں لوک میں تم ہی بیاپو	تبھوں اُن تے ہوت تُم نیارے
جو دھیاوے سو یہ ہی پاوے	تُم اُن کے ہو چیتن پیارے
راما نند اب جان لیہو یُوں	آنند چیتن نہیں دو نیارے

۱ چاروں طرف ۲ مکان ۳ زمان۔ وقت ۴ الگ الگ

(۱۱) راگ بروا۔تال تین

(۱) ہے عارفوں کے دل میں بھگون ! مکان تیرا
اور وید پاٹھیوں کے لب پر ہے نام تیرا
(۲) کاشی کے بتکدوں میں کچھ تو نہیں مقیّد
ہر جا ہے تیرا مندر۔ہر جا ہے دھام تیرا
(۳) جیتے ہیں تم کو پیارے دُنیا کے جیو سارے
ہستی کا تیری شاہد ہر ایک کام تیرا
(۴) دل صاف کر لیا ہے دُنیا کی مل[1] سے جسنے
وہ دیکھتا ہے دل میں درشن مدام تیرا
(۵) آزاد کو سکھا دو پریتی کی راہ اپنی
جس سے امر[2] ہو پی کے امرت کا جام تیرا

[1] دُنیا کی میل۔کیچڑ [2] لازوال +

(۱۲) غزل

(۱) نہ آسمان و نہ مہ آفتاب و خُلدِ بریں
نہ انجم و نہ ملایک نہ کس عیاں نہ نہاں
(۲) نہ دوزخ و نہ بہشت و نہ مِلک نے مملوک
ولے یکے است کہ در جُملہ ظاہر است و نہاں

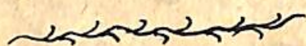
(۳) دو کون اوست و لے بوالعجب کمال است ایں
نہ عقل داند و نے فہم نے خرد نہ بیاں
چگونہ عقل برد پے کمال حسرتِ اوست
نہ ظاہر است و نہ باطن نہ آشکار و نہاں

(۱) نہ وہ آسمان ہے نہ چاند ہے نہ سورج اور نہ بہشتِ اعلیٰ ہے۔ نہ وہ تارا ہے نہ فرشتہ۔ نہ کوئی ظاہر ہے نہ پوشیدہ ☆

(۲) نہ دوزخ ہے نہ بہشت نہ ملکیت اور نہ مملوک۔ لیکن وہ ایک ہے جو سب میں ظاہر و پوشیدہ ہے۔

(۳) دونوں جہان وہی ہے۔ لیکن تعجب اور کمال یہ ہے کہ نہ اُس کو عقل جانتی ہے نہ سمجھ اور نہ طاقتِ بیان۔

(۴) اُس کا کھوج عقل نہیں لگا سکتی! یہ بڑے افسوس کا مقام ہے۔ کیونکہ نہ وہ ظاہر ہے نہ باطن اور نہ کھلا اور نہ پوشیدہ +



درشنائے رام (گوروستتی)

(۱۳) راگ پیلو۔ تال دیپ چندی

تری میرے سوامی یہ بانکی ادا ہے
کہیں داس ہے تُو کہیں خود خدا ہے
کہیں کرشن ہے تُو کہیں رام ہے تُو
کہیں سنگی ہے تُو کہیں تُو جدا ہے
پلایا ہے جب سے مجھے جام تُو نے
تیری آنکھ میں کیا نیا گُل کھلا ہے
ترے عشق کے بحر میں مست ہوں میں
بقا میں فنا ہے فنا میں بقا ہے
مُنزّہ[1] تیری ذات تشبیہ سے فارغ
مگر رنگ تشبیہ کا تجھ پر چڑھا ہے
نظارہ تیرا رام ہر جا پہ دیکھوں
ہر اِک نغمہ اے جان تیری صدا ہے

[1] پاک

(۱۴) سویّا۔ راگ دھنا سری

بانکی آدائیں دیکھو چند کا سا مکھڑا پیکھو (ٹیک)

بادل میں بہتے جل میں۔ وایُو میں تیری مٹکیں
تاروں میں نازنیں میں موروں میں تیری ٹھکیں
چلنا ٹھمک ٹھمک کر بالک کا رُوپ دھر کر
گھونگٹ ابر اُلٹ کر۔ ہنسنا یہ بجلی بن کر
شبنم گُل اور سُورج۔ چاکر ہیں تیرے پدکے
یہ آن بان سج دھج اے رام تیرے صدقے

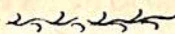
(۱۵) بطرز بلوچاں ظالمان۔ راگ امین کلیان

کاھوں[2] کیا آپ کو اے اب پیارے!
انبا سُنی کب وا چک شبد تمہارے
جہاں گنتی رُوپ کی نہ نام کی ہے
وہاں گتی ٹھیک ہمارے رام کی ہے
وہی اِک رُوپ سے پی پریم شربت
ندی جنگل میں جا دیکھے ہیں پربت

[2] بیان کروں۔ کہوں سمجھوں۔ پہچانوں۔

وہی اِک رُوپ سے نگروں میں پھرتا
عجب بابا ہے تیری شاہ دُنیا
نہ تُجھکو پاسکا کوئی جہاں میں
تُجھے سمجھا کئے نشلو کوس اب تک
تُوہی ہے رام اور تُوہی ہے یادَوُ

کسی کے کھوج میں ڈگروں میں پھرتا
کہ بس سے ہے مری تیری یہ دُنیا
نہ دیکھا جس نے تُجھکو ہر مکاں میں
نہیں سمجھا مگر افسوس اب تک
تُوہی سوامی تُوہی ہے آپ مادھوُ



(۱۶)

(نوٹ) ایشا داسیہ اُپنشد کے آٹھویں منتر کا بھاؤ ارتھ (ترجمہ) اِس نظم میں رام سے پرویا ہُوا ہے

ہے محیط و مُنزّہ و بے ابدان
وہ بری ہے گُناہوں سے رِندِ زماں
وہ بُزرگِ بزرگاں ہے راحتِ جاں
وُہی خود ہے ہُناں و برُوں ز بیاں
یہی رام ہے دِیدوں میں سب کے نہاں

رگ وپے ہے کہاں؟ ہمہ ہیں ہمہ داں
بد و نیک کا اُس میں نہیں ہے نشاں
وہ ہے بالا سے بالا و نُورِ جہاں
دیئے اُس نے ازل میں ہیں زگت ونشاں
یہی رام ہے بحر میں بَر میں عیاں

۔پاک ۔

(۱۷) راگ پیلو۔تال دیپ چندی

جو تُو ہے سو مَیں ہُوں۔جو مَیں ہُوں سو تُو ہے　　(ٹیک)

نہ کچھ آرزو ہے۔ نہ کچھ جستجُو ہے

بسا رام مجھ میں۔مَیں اب رام میں ہُوں

نہ اِک ہے نہ دو ہے سدا تُو ہی تُو ہے جو...

اُٹھا جبکہ مایا کا پردہ یہ سارا

کیا غم خوشی نے بھی مجھ سے کنارا۔ جو....

زباں کی نہ طاقت نہ من کو رسائی

ملی مجھ کو اب آپنی بادشاہی۔ جو....



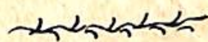
(۱۸) ساکی یا سوّیا

بیٹھت رام ہی اُوٹھت رام ہی بولت رام ہی رام رہیو ہے

کھادت رام ہی پیوت رام ہی دھام ہی رام ہی رام گھیو ہے

جاگت رام ہی سووت رام ہی جووت رام ہی رام لیہو ہے

دیت ہُو رام ہی لیت ہُو رام ہی سُندر رام ہی رام رہیو ہے



(۱۹) راگ دیو گندھاری (محلہ ۵)

(۱) مائی گورو چرنی چت لایئے (ٹیک)

پربھو ہووے کرپال کمل پرکاشے سدا سدا ہر دھیائے

(۲) انتر ایکو۔ باہر ایکو۔ سب میں ایک سمایئے

گھٹ[1] اوگھٹ[2] رمیا سب ٹھائیں[3] ہر پُورن برہم دکھایئے

[1] دل کے بھیتر باہر۔ [2] سب جگہ۔

(۳) اسُتت کریں سیوک مُنی کیتے تیرا انت نہ کتھوہی پائے
سُکھ داتے دُکھ بھنجن سوامی۔ جن نانک صدقے بل جائے

تعریف کتنے ہی کبھی بھی سوبار قربان ہو جائیں

(۲۰) شلوک (محلہ پہلا)

(۱) بلھاری گورو اپنے دیو ہاڑی صد بار
جن مانس سے دیوتے کئے کرت نہ لاگی بار

(۲) جے سو چندا اُگوے سورج چڑھیں ہزار
ایتے چانن ہُندیاں گورو بِن گھور اندھار

دن بھر سو بار منش جونی سے اگر سو چندرمان بھی چڑھ آئیں۔
اتنے پرکاش ہونے پر بھی بغیر گورو کے بھاری اندھیرا ہی ہے۔

(۲۱) پوڑی

(۱) جن انتر ہردیہ سُدھ ہے۔ تس جن کو سبھی نمسکاری
جس اندر نام ندھان ہے۔ تس جن کو ہوں بلھاری

(۲) جس اندر بُدھی وویک ہے ہری نام مُراری
سو ستگورو سبناں کا متر ہے۔ سب تس ہی پیاری
سب آتم رام پسریا گورو بُدھی بچاری

رام نام کا خزانہ میں قربان جاتا ہوں سب کا۔

(۲۲)

ایں نعرہ و ایں نعرہ زن و نیز ایں صحرا
اشجار و گلستان و شب و روز و نگارا

باد انجم و گنگا جل و ابر و مہ تاباں
معشوق و خدا خاص۔ وصال و دمِ ہجراں

کاغذ قلم چشمت و مضمون و تو خود جاں
رام است ہمہ نیست دگر۔ اوست ہمہ آں

(۳)

اُپدیش



(۲۳) ترجمہ شلوک کین اُپنشد

(ادھیاے پہلا)

چکشو[1] جنہیں دیکھیں نہیں چکشو کی اکھ[2] جان ۔ سو پرماتم دیو تُوں کر نشچہ نہیں آن[3]

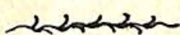
جاکو باقی نہ جیپے جو باتی کی جان ۔ سو پرماتم دیو تُوں کر نشچہ نہیں آن

شرو[4] تر جاکو نہ سُنیں جو شرو تر کے کان ۔ " " " "

پرانوں کر جیوت[5] نہیں جو پرانوں کے پران ۔ " " " "

من بُدھ جاکو[6] نہ لکھیں[7] پرکاشک پہچان ۔ " " " "

[1] آنکھ اِندریہ۔ قوتِ دید [2] چشم۔ آنکھ [3] غیر۔ دوسرا [4] کان [5] پراں یا جان سے یا جان کے سبب سے [6] جس کو [7] سمجھیں۔ سوچ سکیں۔



(۲۴) راگ پہاڑی۔ تال چلنت

سادھو دُور دُوئی جب ہووے
ایسا کون نشہ تُم رپیا
سِندھ[1] بِکھے زنجگ[2] سم دیکھیں
چکچے نُور بیچ سب تیرا
تُوہی رام بھُوپ پتی راجا

ہمری کون کوئی پت کھووے
اَبلو آپ سہی ناہیں کیا
آج نہیں پربت سَم پیکھیں
تیرے نَین کا ہے اندھیرا
تُوہی رتین لوک کو ساجا

۱ ابھی تک ۲ سمندر کے بیچ میں ۳ چھوٹے چھوٹے سے (۴) کیوں یعنی تیری آنکھیں اندھیرا کیوں دیکھ رہی ہیں ؟

(۲۵) راگ دیش۔ تال دادرا

زندہ رہو رے جیا! زندہ رہو رے (ٹیک)

تُو سدا اکھنڈ چد آنند گھن
آیا ہی نہیں تو جائیگا کون رگرہ[1] ؟
اُپجا[2] ہی نہیں تو بِنسیگا[3] کس طرح ؟
تُو نہیں دیہ بُدھی پران من
تیرا نہیں نفع لقصان دھن
جاگ رے لالن! جاگ رے
سورج وَت اُگرشے[5] بھاگ رے

موہ بجے شوک کیوں کرد رے ؟
سویا ہی نہیں تو کہاں جاگے ؟
وہم اور روگ سب ہرو رے (۱)
تیرو نہیں مان اُپمان جن[4]
غم چنتا خوف کو ترو رے (۲)
گھر تیرے سدا ہو سوہاگ رے
سب فکر کو پرے کر دھرو رے (۳)

۱ گھر ۲ جنا ۳ ناش ہوگا ۴ اے پُرش! آدمی ۵ سُورج کی مانند طلوع ہوئے +

ہے رام تو سدا ہی پاس رہے | ہنس کھیل کیوں ہُوا اُداس رہے
آنند کی شیکھرؔ پر باشؔ رہے | ہر سوانس ہیں سوہم کو بھرو رہے (۲۵)

ؔ چوٹی ؔ رہایش ؔ کلمہ یا منتر سے مُراد ہے ؞

(۲۶)

(۱) مرے نہ ٹرے نہ چرے ہرے تَم پر مانند سو پائیو
منگل مود بھرئیو گھٹ بھیتر گوُرو شرُتی برہم نومید بتائیو
(۲) ٹُوٹی گرنتھی اودیا ناشی۔ٹھاکر ست رام ابناشی
لے مجھ ییں سب گیورے باقی۔ واسدیو سوہم کر جھانکی
(۳) آہ نشؔ کا سُورج میں ناش۔اہم پرکاش پرکاش پرکاش
(۴) سُورج کو ٹھنڈک لگے۔جل کو لگے پیاس ؞
آنند گھن ہم رام سے کیا آشا کو آس

(۱) جو آنند نہ ناش ہوتا ہے نہ دُور ہوتا ہے نہ چلتا ہے۔بلکہ جو اندھیرے کو دُور کر دیتا ہے وہ اُسے تُم پاؤ۔ آنند منگل جو ہردیہ میں بھرا ہُوا ہے اُس برہم کو گورو شرتی بھی ہی بتاتی ہے ؞
(۲) دل کی گانٹھ جب ٹوٹ جاتی ہے تو ابناشی ٹھاکر سچا رام ہی ہر طرف دکھائی دیتا ہے جب مجھ میں سب باقی مستغرق ہو جاتے ہیں تو پھر واسدیو مَیں ہی ہوں ایسا درشن مجھے ہوتا ہے ؞

(۳) رات دن کا سورج میں ابھاؤ ہوتا ہے۔ ریں پرکاش میں پرکاش ہی پرکاش ہی چاروں طرف ہوتا ہے۔

(۴) سورج کو بھلا کبھی ٹھنڈک اور جل کو کبھی پیاس لگ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسے ہی مجھ آنند سروپ رام سے اُمید کو کاہے کی اُمید ہو سکتی ہے؟



(۲۷) غزل بھیروی

شاہنشاہِ جہاں ہے سائل ہُوا ہے تُو
سَو بار غرض ہووے تو دھو دھوئیں قدم
خنجر کی کیا مجال کہ اِک زخم کر سکے
کیا ہر گدا و شاہ کا رازق ہے کوئی اور
طائم ہے تیرے حُجرے کے موقعہ کی تاک میں
ہم بغل تجھ سے رہتا ہے ہر آن رام تو
اے وقت

پیدا کُنِ زمان ہے ذایل ہُوا ہے تُو
کیوں چرخ و مہر و ماہ پہ مائل ہُوا ہے تُو
تیرا ہی ہے خیال کہ گھائل ہُوا ہے تُو
افلاس و تنگدستی کا قائل ہُوا ہے تُو
کیوں ڈر سے اُسکے مفت میں زایل ہُوا ہے تُو
بن پردہ اپنی وصل میں حائل ہُوا ہے تو



(۲۸) راگ نٹ نارائن۔تال دادرا

منوا[1] رے نادان! ذری مان مان مان (ٹیک)

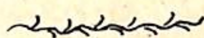
آنند گنگ۔ سنگ جنگ رِشتا ہیں غلطاں۔ مُنوا رے نادان ....

شاہنشاہی چھوڑ کے تو کیوں ہُوا حیران۔ مُنوا رے نادان ...

[1] اے من۔ رِدل۔

شنکر شِو سروپ تیاگ شِو[1] نہ بن ری جان ! مُنوا رے نادان .....
اُدے اَست[2] راج تیرا۔ تین لوک ساج تیرا۔ پھلینکدے اگیان مُنوا رے
ہائے برہم گھات کرکے کرے تو کھان پان۔ مُنوا رے نادان ......
تُو تو روی رُوپ رام شوک موہ سے کاہے کام
بھرم[3] کی سنتان۔ مُنوا رے نادان .....

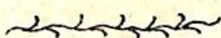
[1] مُردہ [2] سورج کے غروب و طلوع کے اندر اندر راج یعنی اس قدر راج جہاں سورج کبھی بھی غروب نہ ہونے پاوے۔ مُراد کُل دُنیا سے ہے [3] اگیان۔ جہل۔ اندھیرا۔



(۲۹) راگ نٹ ناراین۔ تال دادرا

مُنواوے مداریا نہنگ بازی لاء (ٹیک)
نہنگ بازی لاء رے نہنگ بازی لاء۔ مُنواوے .....
محل اور ماڑی۔ اُونچ[1] اٹاری۔ دم بھر دے روچ ڈھا۔ مُنواوے ...
جھگڑے۔ جھیڑے سب کر کوتاہ[2] اپنے آپ ہیں آ۔ مُنوا ....

[1] اُونچا محل [2] کم کر۔ فیصل کر۔



(۳۰) راگ کلیان۔ تال دادرا

گنج نہاں کے قفل پہ سرِ ہی تو مُہرِ شاہ ہے

توڑ کے قفل و مُہر کو کنز کو خود نہ پائے کیوں؟

دیدۂ دل ہُوا جو وا[1] کھُب گیا حُسن دلرُبا

یار کھڑا ہو سامنے آنکھ نہ پھر لڑائے کیوں؟

جب وہ جمالِ دلفروز صُورتِ مہرِ نیم روز

آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چُھپائے کیوں

وشنۂ[2] غمزہ جاں ستاں ناوکِ ناز[3] بے پناہ

تیرا ہی عکسِ رُخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں؟

آپ ہی ڈال سایہ کو اُسکو پکڑنے جائے کیوں

سایہ جو دوڑتا چلے کیجئے وائے[4] وائے کیوں؟

اہل و عیال و مال و زر سب کا ہے بار رام پر

اسپ پہ ساتھ بوجھ دھر سر پہ اُسے اُٹھائے کیوں؟

---

[1] کھُل گیا [2] آنکھ کے اِشارے کی کٹاری [3] نخرے کا تیر [4] ہا ہا کا شور مچانا۔



(۳۱) راگ شنکرابھرن - تال کیروا

آپے[1] لاڑا آپے لاڑی آپے ماپے ہو، فقیرا آپے اللہ ہو

آپ ودھائیاں[2] آپ سیاپے آپ الاپے ہو، فقیر آپے اللہ ہو۔

---

[1] دولھا [2] اشیرباد۔

رانجھا[1] تُوہیں تُوہیں رانجھا بُھل ہیر[2] نہ بیلے رو۔ فقیرا آپے اللہ ہو

تیرے جیہا[3] سانوں ایتھے[4] اوتھے[5] کوئی نہ جاپے او

کوئی نہ جاپے او میرے سوہینا! آپے اللہ ہو۔ فقیرا....

گھنڈ[5] کڈھ کے کیوں چن[6] موہنہ اُتّے اوہلے رہیوں کھلو۔ فقیرا....

تُوہیں سب دی جان پیاری۔ تینُوں طعنہ لگے نہ کوء۔ فقیرا.....

بولی طعنہ یاری۔ سیوا۔ جو دیکھیں تُوں سو۔ فقیرا....

سُولی صلیب زہر وے مُکّے۔ کدے نہ مُکدا جو۔ فقیرا!......

بُکّل[9] وِچ وڑیار جو سُتّے۔ اوتھے تیری لُوء[10]۔ فقیرا!.....

تُوہیں مستی وِچ شراباں۔ ہر گُل دی خوشبو۔ فقیر آپے اللہ ہو.....

راگ رنگ دی مِٹھی سُرنوں۔ لیں کلیجہ[11] ٹو۔ فقیرا!.....

لاہ[12] لیٹرے یُوسف گھُٹ[13] رل[14] لے دُوئی دے پٹ[15] ڈھو۔ فقیرا!....

اٹھویں عرش تیرا نور چمکدا ہور بھی اُونچا ہو۔ فقیرا!

ایہہ دُنیا تیرے نوہناں[16] دے وِچ ہتھ[17] گل[18] تے رکھ نہ رو۔ فقیرا!

جے[19] رب بھالیں[20] باہر کدھرے ایس گلوں[21] منہ دھو۔ فقیرا!....

تُو مولا نہیں بندا چندا جھُوٹھ دی چھڈ دے خوء[22]۔ فقیرا!....

پوں اندر تیری نیڑاں ڈھونڈے کیوں تینُوں کتّے نہ ڈھو۔ فقیرا!..

---

[1] ایک عاشق مزاج کا نام [2] معشوق (پیارے) کا نام [3] مانند [4] یہاں اور [5] وہاں [5] پردہ کرکے۔ [6] چاند جیسے خوبصورت مکھڑے پر [7] تجھے [8] ختم ہونے پر [9] بغل میں گھسکر [10] چاندنا۔ روشنی [11] دل کو چٹکیاں بھرتا ہے [12] کپڑے اُتار کر [13] خوب زور سے [14] بغلگیر ہوئے [15] غیریت۔ ثنویت [16] تختے توڑ یا پردے پھاڑ [17] ناخنوں کے بیچ [18] ہاتھ [19] رخسارہ [20] اگر [21] ڈھونڈیں [22] اس بات سے [23] عادت

کاہنوں[1] پیا کھیڈنا ہیں بھوں بھوں تلیاں۔ بیٹھ نچلا ہو۔ فقیرا!.....

تیرے تارے[2] سورج بھٹی تھئی نچدے۔ توں بہ جا کر چوء[3]۔ فقیرا!...

تیچے نہ تینوں سُکھ بے اوڑک۔ ایہو گرانی[4] کھوء۔ فقیرا!........

دُکھ ہرتا[5] تے سُکھ کرتار تینوں تاپ گئے کہ پوہ۔ فقیرا!.......

چور نہ پئے۔ تینوں بھوت نہ چڑھے۔ ہور گیوں کیئوں ہو۔ فقیرا!.....

توں ساکھی[6] کیڑھی کیہاں ماریں۔ مُنِ تھاک کر چلیا ہیں سوں۔ فقیرا!...

کُھلیاں تینوں بھاؤ نہ کھاندے۔ ٹُک ٹُک[7] فید نہ ہو۔ فقیرا!....

وحدت توں کر کثرت دیکھیں۔ گیوں بھلیگا کدھروں ہو۔ فقیرا!...

تاج تخت چھڈ ٹھٹی[8] تلی۔ ایس گلوں توں رو۔ فقیرا!

چھڈ کے گھردیاں کھنڈاں[9] کھیراں۔ کی لوڑ چباویں توء[10]۔ فقیرا!...

تیرے گھٹ وچ رام وسیندا ہائے کُٹ کُٹ بھرنہ بھوء[11]۔ فقیرا!

رام رحیم سب بندے تیرے۔ تینوں بڑا نہ کوء۔ فقیرا!....

آپ بھاگیرتھ آپ ہی تیرتھ۔ بن گنگا مل دھو۔ فقیرا!

پردے فاش ہوویں رب کرکے ننگا سورج ہو۔ فقیرا!......

چھڈ موہرا[12] سن رام دوہائی۔ اپنا آپ نہ کوء[13]۔ فقیرا!......

---

[1] کیوں [2] تیری برکت سے [3] نچلا ہو کر بیٹھ [4] بدہضمی [5] دُکھ ناش کرنے والا [6] شاہد- ساکھشی- [7] چُپ چپ [8] چھوٹی جھونپڑی [9] دودھ مصری [10] بھس- تُڑی [11] سوکھا گھاس [12] دشمنوں والی زہر چھوڑ [13] مار قتل کر-

(۳۲)

آنکھ ہووے تو دیکھ بدن کے پردے میں اللہ

پردے میں اللہ قلب کو صاف کرو واللہ۔

جب تپ دان یگیہ تیرتھ سے یہی کام بھلا[۱]

انت سمے پرمیت! ساتھ نہ جاوے اک چھلا۔ آنکھ

بھو ساگر سے پار لنگھانے کو ست گور پلا[۲]

جھوٹا ہے وار است متّر مفت کا رلا[۳]۔ آنکھ

تو تیرا میں میرا سُوپنے کا سا ہے ہلا[۴]

اپنا جان سُکھی ہو جاوے یہی نیک صلاح۔ آنکھ

اج انباشی[۵] آتم جانے ہوئی خیر صلہ

رنبھے برہم روپ رنج جانے ہوا پاک پلا[۶]۔ آنکھ

[۱] بہتر۔ نیک [۲] پلا [۳] شور [۴] اجنما [۵] لازوال [۶] پاک دامن۔

(۳۳)

جاگو رے سنساری پیارے۔ اب تو جاگو میرے پیارے (ٹیک)

گھور[۱] اودیا کے بس ہو کر۔ سوامی سے تم بھیو ہو کنکر[۲]

بشین کے کیچڑ میں پھنس کر۔ سمرتی نہیں ہو تم سنبھارے

[۱] گہری لاعلمی کے ماتحت ہو کر [۲] غلام۔ داس۔

(۲) گیان بڑائی کھوئی ہے تم نے
مایا کو نہیں چینیا[۱] تم نے۔ اب تو سوچو ٹک مرے پیارے
جھوٹی وِدیا پڑھی ہے تم نے

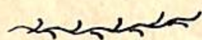
(۳) جن کو نِت اُٹھ تم ہو گاوو
سِکھشا اُنکی چت میں لاوو
مُورت جنکی ہوت بناوو
دیکھو اُنکی طرف نہار[۲] رے

(۴) شِو سنک آدی جسکو دھیاویں
من بُدھ جا کا پار نہ پاویں
نیتی نیتی[۳] سے وید لکھاویں
وہ تم ہی ہو منتر پیارے

(۵) بِشین سے اب رِتِ کو کھینچو
جیوتی سے مت نَین رِیچو
پریم کے جل سے ہِیہ کو سینچو
تم جیون کے جیوت ہو پیارے

(۶) مہا واکیہ کو من میں گاوو
اونکار سے الکھ جگا دو
اہم برہم یہ نِت اُٹھ گا وو
آنند سے تم نہیں ہو نیارے[۴]

۱ پہچانا ۲ نظر کر کے غور کر کے ۳ یہ نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے ایسے الفاظ سے وید جسکی پہچان دلاتے ہیں ۴ ہر دیہ ۵ نُور کے نُور۔ پرکاشوں کے پرکاش ۶ الگ۔ علحدہ۔



(۴۴) راگ پیلو تال دھمار

شَشِی شُور[۱] پاؤک کو کرے پرکاش سو نج دھام ہے (ٹیک)
اس جام سے تج نیہ[۲] تو اُس دھام کر وِشرام ہے

۱ سورج۔ چاند۔ اور آگ ۲ موہ۔ پیار۔

اِک دمک تیری پائے کے سب چمکدا سنسار ہے
ٹک چین[1] برہم آنند کو جگ[2] تیرتے ہووے پار ہے
منصور نے سولی سہی پر بولتا وہی بین[3] ہے
بندہ نہ پایو خلق میں جب دیکھیو رنج نین[4] ہے
عاشق لکھاویں[5] سین[6] جو لکھ سین کو کر چین ہے
تو آپ مالک خود خدا کیوں بھٹکدا دن رین ہے
بھاکھے گیانی سن پرانی نیر[8] نہ دھر دھیر ہے
آپا[9] بھلائیو جگ بنائیو سب اپنی[10] تقصیر ہے

[1] پہچان لے [2] دنیا کا سمندر [3] بچن۔ الفاظ یا کلام [4] اپنی آنکھوں سے [5] سمجھاویں۔ [6] اشارہ [7] کہے [8] جل۔ پانی۔ [9] [10] اپنے آپ کو



(۳۵) جھنجوٹی۔ تال دادرا

(۱) غفلت سے جاگ دیکھ کیا لطف کی بات ہے
نزدیک یار ہے مگر نظر نہ آت ہے (ٹیک)
(۲) دوئی کی گرد سے چشم کی روشنی گئی
محبوب کے دیدار کی طاقت نہیں رہی
اِسی بات سے تو دنیا کے پھندے میں پھنسات ہے۔

غفلت سے جاگ دیکھ کیا لُطف کی بات ہے

(۳) بسیار طلب ہے اگر تجھے دیدار کی
مُرشد کے سخن سے چاہو گلی وِچار کی
جس سے پلک میں سب پہنار ٹُوٹ جات ہے
غفلت سے جاگ دیکھ کیا لُطف کی بات ہے

(۴) جس کے جلوس سے تیرا روشن وجود ہے
خلق کی سبھی خُوبیوں کا بھی جو خُوب ہے
سوئی ہے تیرا یار۔ یہ سب وید گات ہے
غافل تُو جاگ دیکھ کیا لُطف کی بات ہے

(۵) کہتے ہیں برہما نند نہیں تیرے سے جُدا
وہی ہے تُو قرآن میں لکھا ہے جو خُدا
جگر میں لیک سمجھنا مشکل کی بات ہے
غفلت سے جاگ دیکھ کیا لُطف کی بات ہے

لہ لیکن کا مخفف ہے۔



(۳۶)

غافل تُو جاگ دیکھ کیا تیرا سرُوپ ہے

کِس واسطے پڑا جنم مرن کے کُوپ ہے (ٹیک)

(۱) یہ دِیہ[1] گرِہ[2] ناش[3] وان ہے نہیں ترا۔ برتھا[4] ابھمان ذاتی میں پھرے کہاں گھیرا
تُو تو سدا بناش سے پرے انُوپ ہے (ٹیک)

(۲) بھید درِشٹی کین جبھی دِین ہو گیا — سو بھاؤ اپنے سے ہی آپ دِین ہو گیا
بچار دیکھ ایک تو بھُوپوں[5] کا بھُوپ ہے (ٹیک)

(۳) ترے پرکاش سے شریر چِت چیتتا[6] — تُو دِیہ تین درِشیہ[7] کو سدا ہے دیکھتا
درِشٹا نہیں ہوتا کبھی درشیہ رُوپ ہے (ٹیک)

(۴) کہتے ہیں برہما نند برہما نند پایئے — اِس بات کو وِچار سدا دِل میں لایئے
تُو دیکھ جُدا کر کے جیسے چھایا دُھوپ ہے (ٹیک)

[1] جسم [2] گھر [3] فانی [4] بیفائدہ [5] شاہنشاہوں کا شہنشاہ [6] منن کرتا ہے [7] تین اجسام کا نظارہ

(۳۷) جھنجوٹی۔ تال دادرا

(۱) اجی! مان مان کہیا مان لے میرا
جانے بِنا سُروپ غم نہ جاوے ہے کبھی
ہوشیار ہو آزاد۔ بار ڈار ہیں ہیرا

جان جان جان رُوپ جان لے تیرا
کہتے ہیں وید بار بار بات یہ سبھی
اجی! مان مان مان کہیا مان لے میرا

(۲) جاتا ہے دیکھنے جسے کاشی دوار کا
لیکن بِنا وِچار کسی نے نہیں ہیرا[1]

مقام ہے بدن میں تیرے اُسی یار کا
اجی مان مان کہیا مان لے میرا

[1] پایا۔ پراپت کیا۔

(۳) نینن کے نین جو ہے سو نینن کے بین ہے
پہچان لے بخوب سو سروپ ہے تیرا
(۴) اے پیاری جان! جان تو بھو بوں کی بھوپ ہے
سنبھال اپنے کو۔ وہ تجھے کرے نہ گھیرا
(۵) کہتے ہیں برہم گیانی۔ برہمانند تو سہی
وچار ویکھ مِٹے جنم مرن کا پھیرا

جس کے بِنا شریر میں نہ پلک چین ہے
اجی! مان مان مان کہیا مان لے میرا
ناچت ہے پر کرتی سدا مُجرا انوپ ہے
اجی! مان مان مان کہیا مان لے میرا
بات یہ پوران و وید گرنتھ میں کہی
اجی! مان مان مان کہیا مان لے میرا

۱ آنکھ کی آنکھ ۲ اندرونی آنکھ۔ دیدۂ معرفت ۳ بادشاہوں کا بادشاہ۔



(۳۸) راگ بھیروی۔ تال ٹھمری

دلبر پاس وسدا ڈھونڈن کیتھے جاؤنا (ٹیک)

(۱) گلی تے بازار ڈھونڈو۔ شہر تے دیار ڈھونڈو
گھر گھر ہزار ڈھونڈو۔ پتہ نہیں پاؤنا دلبر۔۔۔
(۲) مکے تے مدینے جائیے تھے چا مسیت گھسائیے
اُچی کوک بانگ سنائیے۔ رل نہیں جاونا دلبر۔۔۔
(۳) گنگا بھاویں جمنا نہاوو کاشی تے پراگ جاوو
بدری کیدار جاوو۔ مڑ گھر آونا۔ دلبر۔۔۔
(۴) دیش تے وسور ڈھونڈو۔ دلی تے پشور ڈھونڈو۔

بھاویں ٹھور ٹھور ڈھونڈو۔ کسے نہ بتاؤ نا۔ دلبر...

(۵) ہنو جوگی تے بیراگی۔سنیاسی - جگت تیاگی
پیارے سے نہ پریت لاگی بھیس کی وٹاؤ[1] نا۔ دلبر...

(۶) بھاویں گلے مالا ڈال۔چندن لگا وو بھال
پیار نہیں سائیں نال۔جگت نوں دکھاؤ نا۔ دلبر...
مومناں دی شکل بناویں۔کافراں دے کم[2] کماویں
متھے تے محراب لگادیں۔مولوی کہاؤ نا۔ دلبر...

[1] کیا بدلنا [2] کام۔افعال۔

(۳۹) راگ بھیروی۔ تال تین

برائے نام بھی اپنا نہ کچھ باقی نشاں رکھنا
نہ تن رکھنا نہ دِل رکھنا نہ جی رکھنا نہ جاں رکھنا

تعلق توڑ دینا چھوڑ دینا اُسکی پابندی
خبردار اپنی گردن پہ نہ یہ بارِ گراں رکھنا

ملیگی کیا مدد تجھکو مددگارانِ دُنیا سے
اُمید یاوری اُن سے نہ یاں رکھنا نہ واں رکھنا

بہت مضبوط گھر ہے عاقبت کا دارِ دُنیا سے
اُٹھا لینا یہاں سے اپنی دولت اور وہاں رکھنا

اُٹھا دینا تصورِ غیر کی صُورت کا آنکھوں سے
فقط سینے کے آئینے میں نقشِ دِلستاں رکھنا

کسی گھر میں نہ گھر کر بیٹھنا اس دارِ فانی میں
ٹھکانہ بے ٹھکانہ اور مکاں برلامکاں رکھنا

(۴۰)

کلجگ نہیں کرجگ ہے یہ یہاں دن کو دے اور رات لے
کیا خُوب سَودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے } ٹیک

(۱) دُنیا عجب بازار ہے کچھ جنس یہاں کی ساتھ لے
نیکی کا بدلا نیک ہے بَد سے بدی کی بات لے
میوہ کِھلا میوہ ملے۔ پھَل پھُول دے پھل پات لے
آرام دے آرام لے۔ دُکھ درد دے آفات لے
ٹیک

(۲) کانٹا کسی کے مت لگا گوء مثِل گُل پھُولا ہے تُو
وہ تیرے حق میں تیر ہے کس بات پر بھُولا ہے تُو
مَت آگ میں ڈال اور کو۔ کیا گھاس کا پُولا ہے تُو؟
سُن رکھ یہ نقطہ بے خبر! کس بات پر بھُولا ہے تُو
(ٹیک)

(۳) شوخی شرارت مکر و فن سب کا بسیکھا ہے یہاں
جو جو دکھایا اور کو وہ خود بھی دیکھا ہے یہاں
کھوٹی کھری جو کچھُ کہی تِس کا پرکھا ہے یہاں
جو جو پڑا تُلتا ہے مول رَتی رَتی کا لیکھا ہے یہاں
ٹیک

(۴) جو اور کی لبتی رکھے اُس کا بھی لبتا ہے پُرا[1]
جو اور کے مارے چھُری اُس کے بھی لگتا ہے چھُرا
جو اور کی توڑے گھڑی اُس کا بھی ٹُوٹے ہے گھڑا
جو اور کی چیتے بدی اُس کا بھی ہوتا ہے بُرا
(ٹیک)

(۵) جو اور کو پھل دیوے گا وُہ بھی سدا پھل پاوے گا
گیہوں سے گیہوں جَوسے جَو چاول سے چاول پاوے گا
جو آج دیوے گا یہاں ویسا ہی وہ کل پاوے گا
کل دیویگا کل پاویگا۔ پھر دیوے گا پھر پاوے گا
(ٹیک)

(۶) جو چاہے لے چل اِس گھڑی سب جنس یہاں تیّار ہے
آرام میں آرام ہے آزار میں آزار ہے
دُنیا نہ جان اِس کو میاں دریا کی یہ منجدھار ہے
اوروں کا بیڑا پار کر تیرا بھی بیڑا پار ہے
(ٹیک)

(۷) تُو اور کی تعریف کر۔ تجھکو ثنا خوانی ملے

[1] قصبہ۔ نگر۔ گاؤں۔

کر مشکل آساں اَور کی تُجھکو بھی آسانی ملے
تُو اَور کو مہمان کر تُجھکو بھی مہمانی ملے
روٹی کھلا روٹی ملے پانی پلا پانی ملے
(ٹیک)

(۸) جو گُل کھلا وے اَور کا اُس کا ہی گُل کھِلتا بھی ہے
جو اَور کا کیلے ہے مُنہ اُس کا ہی مُنہ کِلتا بھی ہے
جو اَور کا چھیلے جگر اُس کا جگر چھِلتا بھی ہے
جو اَور کو دیوے کپٹ اُس کو کپٹ مِلتا بھی ہے
(ٹیک)

(۹) کُرچک جو کچھ کرنا ہے اب یہ دم تو کوئی آن ہے
نُقصان میں نُقصان ہے احسان میں احسان ہے
تُہمت میں یہاں تُہمت ملے طُوفان میں طُوفان ہے
رحمان کو رحمان ہے شیطان کو شیطان ہے
(ٹیک)

(۱۰) یہاں زہر دے تو زہر لے شکّر میں شکّر دیکھ لے
نیکوں کو نیکی کا مزہ مُوذی کو ٹکّر دیکھ لے
موتی دیئے موتی ملے پتھر میں پتھّر دیکھ لے

گر تجھ کو یہ باور نہیں تو تُو بھی کر کے دیکھ لے

(ٹیک)

(۱۱) اپنے نفع کے واسطے مت اور کا نقصان کر
تیرا بھی نقصاں ہو ویگا اس بات پر تُو دھیان کر
کھانا جو کھا سو دیکھ کر پانی پئے سو چھان کر
یہاں پاؤں کو رکھ پھُونک کر اور خوف سے گُزران کر

(ٹیک)

(۱۲) غفلت کی یہ جگہ نہیں صاحب اِدراک[۱] رہے
دلشاد رکھ دل شاد رہے غمناک رکھ غمناک رہے
ہر حال میں بھی تُو نظیر اب ہر قدم کی خاک رہے
یہ وہ مکاں ہے او میاں! یاں پاک رہے بیباک رہے

(ٹیک)

---

[۱] ہوشمند۔سمجھ دار۔

(۴۱) غزل موہنی

کچھ دیر نہیں اندھیر نہیں انصاف اور عدل پرستی ہے
اِس ہاتھ کرو اُس ہاتھ ملے۔یہاں سودا دست بدستی ہے } ٹیک

(۱) دنیا ہے جس کا نام میاں یہ عجب طرح کی ہستی ہے

جو مہنگوں کو تو مہنگی ہے اور سستوں کو یہ سستی ہے
یہاں ہردم جھگڑے اُٹھتے ہیں ہر آن عدالت بستی ہے
گر مست کرے تو مستی ہے اور پست کرے تو پستی ہے

(ٹیک)

(۲) جو اور کسی کا مان رکھے تو اُسکو بھی اور مان ملے
جو پان کھلاوے پان ملے جو روٹی دے تو نان ملے
نُقصان کرے نُقصان ملے۔ اِحسان کرے احسان ملے
جو جیسا جسکے ساتھ کرے پھر ویسا اُسکو آن ملے

(ٹیک)

(۳) جو اور کسی کی جاں بخشے تو حق اُسکی بھی جان رکھے
جو اور کسی کی آن رکھے تو اُسکی بھی حق آن رکھے
جو یہاں کا رہنے والا ہے یہ دِل میں اپنے ٹھان رکھے
یہ ترت پھرت کا نقشہ ہے اِس نقشہ کو پہچان رکھے

(ٹیک)

(۴) جو پار اُتارے اوروں کو۔ اُسکی بھی ناؤ اُترنی ہے
جو غرق کرے پھر اُسکو بھی یہاں ڈبکوں ڈبکوں کرنی ہے
شمشیر تبر بندوق سناں اور نشتر تیر نہرنی ہے

ہاں جیسی جیسی کرنی ہے پھر ویسی ویسی بھرنی ہے

(ٹیک)

(۵) جو اور کا اونچا بول کرے۔ تو اُس کا بول بھی بالا ہے
اور دے پٹکے تو اُسکو بھی کوئی اور پٹکنے والا ہے
بے جُرم و خطا جس ظالم نے مظلوم ذبح کر ڈالا ہے
اُس ظالم کے بھی لہو کا پھر بہتا ندی نالا ہے

(ٹیک)

(۶) جو مصری اور کے مُنہ میں دے۔ پھر وہ بھی شکّر کھاتا ہے
جو اور کے تیئں اب ٹکّر دے پھر وہ بھی ٹکّر کھاتا ہے
جو اور کو ڈالے چکّر میں۔ پھر وہ بھی چکّر کھاتا ہے
جو اور کو ٹھوکر مار چلے پھر وہ بھی ٹھوکر کھاتا ہے

(ٹیک)

(۷) جو اور کسی کو ناحق میں کوئی جھوٹی بات لگاتا ہے
اور کوئی غریب بچارے کو ناحق میں جو لُٹ جاتا ہے
وہ آپ بھی لُوٹا جاتا ہے۔ اور لاٹھی مکّی کھاتا ہے
وہ جیسا جیسا کرتا ہے۔ پھر ویسا ویسا پاتا ہے

(ٹیک)

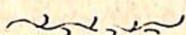
(۸) ہے کھٹکا اُس کے ہاتھ لگا۔ جو اور کسیکو دے کھٹکا

وہ غیب سے جھٹکا کھاتا ہے جو اور کسی کو دے جھٹکا

چھیرے کے بدلے چھیرا ہے۔ ٹپکے کے بدلے ہے ٹپکا

کیا کہیئے اور نظیر آگے یہ ہے تماشہ جھٹ پٹ کا

(ٹیک)



(۴۴) لادنی

نام رام کا دل سے پیارے کبھی بُھلانا نہ چاہیئے
پاکر نر کا بدن رتن کو خاک رلانا نہ چاہیئے } (ٹیک)

(۱) سُندر ناری دیکھ پیاری۔ من کو لُبھانا نہ چاہیئے

جلتی اگن میں جان پتنگ سمان سمانا نہ چاہیئے

بن جانے پرنام کام کو ہاتھ لگانا نہ چاہیئے

کوئی دن کا خیال کپٹ کا جال بچھانا نہ چاہیئے (ٹیک)

(۲) یہ مایا بجلی کا چمکا۔ من کو جمانا نہ چاہیئے

ربچھڑے گا سنیوگ بھوگ کا روگ لگانا نہ چاہیئے

لگے ہمیشہ رنگ سنگ درجن کے جانا نہ چاہیئے

ندی ناؤ کی ریت کسی سے پریت لگانا نہ چاہیئے

(۳) باندھو[1] جن کے ہیت[2] پاپ کا کھیت جمانا نہ چاہیئے
اپنے پاؤں پہ اپنے کر[3] سے چوٹ لگانا نہ چاہیئے
اپنا کرنا بھرنا دوش کسی پر لانا نہ چاہیئے
اپنی آنکھ ہے مند۔ چند کو دو بتلانا نہ چاہیئے (ٹھیک)

(۴) کرنا جو شُبھ کاج آج کر۔ دیر لگانا نہ چاہیئے
کل جانے کیا حال۔ کال کو دُور بچھانا نہ چاہیئے
دُرلبھ تن کو پائے کر وِشیوں میں گنوانا نہ چاہیئے
بھو ساگر میں ناؤ پائے چکر میں ڈُبانا نہ چاہیئے

(۵) دارا[4] آدک سب گھیر پھیر رن میں اٹکانا نہ چاہیئے
کرہی بن[5] کے اوپر پھر کر دل للچانا نہ چاہیئے
جان آپنو روپ کوپ[6] گرہ میں لٹکانا نہ چاہیئے
پورے گورو کو کھوج مذہب کا بوجھ اٹھانا نہ چاہیئے (ڈھیک)

(۶) بچا چاہے پاپن سے۔ من سے موت بھلانا نہ چاہیئے
جو ہے سکھ کی لاگ[7] تو کر سب تیاگ پھنسانا نہ چاہیئے
جو چاہے تو گیان۔ وشے کے بان چلانا نہ چاہیئے
جو ہے موکھش کی آش[8] سنگ[9] کی پاش[10] بڑھانا نہ چاہیئے

۱ رشتہ دار ۲ کارن کے لئے ۳ ہاتھ ۴ بیوی بچے وغیرہ ۵ تریا لٹی کی بوئی ۶ کنواں روپی خانہ (۷) لگن۔ اشتیاق (۸) امید (۹) صحبت (۱۰) بندھن۔ قید ؛

(۷) پرمیشور ہے تن ہیں۔ بن میں کھوجن جانا نہ چاہیئے
کستوری ہے پاس۔ مِرگ کو گھاس سونگھانا نہ چاہیئے
کرست سنگ۔ بِچار۔ بِہار۔ کبھی بِسرانا نہ چاہیئے
آتم سُکھ کو بھوگ۔ بھوگ میں پھر بھٹکانا نہ چاہیئے



(۴۳) لاونی

چلیتو[1] چلیتو جلد مسافر! گاڑی جانے والی ہے
لائین کلیر لینے کو تیّار گارڈ بن مالی ہے } ٹیک

(۱) پانچ دھاتو کی ریل ہے جس کو من انجن لے جاتا ہے
اِندری گن کے پہیوں سے وہ خُوب ہی تیز چلاتا ہے
مِیل ہزاروں چلنے پر بھی تھکنے وہ نہیں پاتا ہے
کٹھن بجر لوہے جیسا ہو کر چنچلتا دِکھلاتا ہے
بڑے گارڈ بن مالی سے ہوتی اُس کی رکھوالی ہے (ٹیک)
(۲) جاگرت سوپن سُشُپتی تُریا چار سُکھ اسٹیشن ہیں
آٹھ پہر پھر انہیں میں بچرے۔ ریل سہت یہ انجن ہے
کرم۔ اُپاسن۔ گیان ٹکٹ گھر۔ لیتا ٹکٹ ہر ایک جن ہے

(۱) ہوش سنبھالو۔ ہوشیار ہو۔

پھرسٹ سکینڈ اور تھرڈ کلاس لے جتنا پلّے شُبھ دھن ہے
بیٹھ نہ پاوے ہرگز وہ نر جو اِس زر سے خالی ہے (ٹیک)
(۳) رہگیروں کے للچانے کو نانا[1] رُوپ سے سجتی ہے
رتین گھنٹیکا بال[2] ترن[3] اور جرا[4] کی اِس میں بجتی ہے
تیسری گھنٹی ہونے پر جھٹ جگہ کو اپنی تجتی ہے
آتے جاتے سیٹی دیکر روتی اور چلّاتی ہے
دھرم سناتن لائن چھوڑ کے رہِت[5] بگڑنے والی ہے (ٹیک)
(۴) پاپ پُن کے بھار کا بنڈل اکثر ساتھ ہی رکھتے ہیں
کام کرودھ لوبھ آدِک[6] ڈاکُو کھڑے راہ میں تکتے ہیں
سٹیشن سٹیشن پر انیک روگ آدِک رِپُو[7] بھٹکتے ہیں
پولیس میں ست گورو اُپدیشک رکھشا سب کی کرتے ہیں
رز بھے[8] وہ ہی جاتا ہے جو ہووے پُورا گیانی ہے (ٹیک)

---

[1] طرح طرح کے رُوپ [2] بچپن [3] جوانی [4] بڑھاپا [5] فوراً۔ بہت جلد [6] وغیرہ [7] دُشمن [8] شاعر کا نام اور نڈر سے مُراد بھی رکھتا ہے۔

(۴۴) طرز لیلیٰ مجنوں

پربھو پریتم جس نے پیارا ہائے جنم امولک بگاڑا (ٹیک)

(۱) دھن دولت مال خزانہ
سنتیہ دھرم کو ناہیں بچارا
(۲) جھوٹے موہ میں تن من دینا
پُتر پوتر اور پریوارا
(۳) بھرانتی بھاؤ نہ پریتی پرسیر
کچھ بھی کیا نہ پر اُپکارا
(۴) تیرا جوبن اور جوانی
بیتی نیند میں پاؤں پسارا
(۵) دھوکے بازی کے دام پھیلائے
پُن دان سے رہا نیارا
(۶) جو جو شاستر وید بکھانے
سبھے کھویا ہے کھیل میں سارا
(۷) ایسے جینے پہ تو ابھمانی
کیوں نہ گیٔ اور کرم سُدھارا
(۸) تیرے کرم ہیں ناؤ سمانا
گہری ندیا ہے دور کنارا

یہ تو انت کو ہووے بگیانہ
بھولا پھرتا ہے مُگدھ گنوارا (ٹیک)
ناہیں بھجن پربھو کا کینا
کوئی سنگ نہ چلن ہارا (ٹیک)
کپٹ چھل ہے بھرامن اندر
کھوٹے کرموں کا لیا اجارا (ٹیک)
ڈھلتی جاوے جوں برف کا پانی
چڑیاں چگ گئیں کھیت تمہارا (ٹیک)
وشے بھوگ کے چین اُڑائے
ایسے پُرشوں کو ہو دھکارا (ٹیک)
مُورکھ اُلٹا ہی انکو جانے
ست سنگ سے کیا کنارا (ٹیک)
ٹیلہ ریت کا جوں بیچ پانی
ناش ہنم نہ ہو بارمبارا (ٹیک)
جس میں بیٹھا ہے تو انجانا
کوئی دم میں تو ڈوبن ہارا (ٹیک)

ل مُورکھ بیوقوف ک کنبہ۔قبیلہ ک ٹھیکہ ک تباہ ہووے ش کشتی کی مانند

(۹) اپنے دل میں تو جاگ رے بھائی | کچھ تو کرلے رے نیک کمائی
سنگ جائے نہیں سُت دارا[۱] | ستیہ دھرم ہی دیگا سہارا ٹیک

(۴۵) راگنی بھباس تال تین

تو کچھ کرم اپکارا جگت میں۔ تو کچھ کر اُپکار
مانُش جنم امولک تجھ کو ملے نہ بارمبار } ٹیک

شِیل[۲] سنتوش[۳] پرسوارتھ[۴] رہتی دیا کھشما[۵] اُردھار[۶]
بھوکے کو بھوجن پیاسے کو پانی دیجے بیٹھا ادھکار۔ تو کچھ...
کٹھن سمے میں ہوویں گے ساتھی تیرے سریشٹھ آچار[۷]
اس لئے اُنکا کر تو سنگرہ[۸] سُکھ ہو سرب پرکار۔ تو کچھ...
ہو اگیانی کہے بندہ گندہ رسّ کو ہے دھکّار
ہے گیان ہی اوشد سب اوگن[۹] کی کرتے وید پکار۔ تو کچھ

[۱] نیک اخلاق [۲] صبر [۳] دوسرے کی مطلب براری۔
[۴] آنند سُکھ [۵] معافی [۶] ہردیہ میں دھارن کر۔
[۷] نیک اعمال [۸] ذخیرہ [۹] نقص ۔

(۴۶) راگ دھنا سری تال تین

کاہے شوک کرے نر من ہیں۔ وہ تیرا رکھوارا ہے رے (ٹیک)

(۱) گربھ واس سے جب تو نکلا
دودھ ستنوں میں ڈارا ہے رے
بالک پن میں پالن کینو
ماتا موہ دوارا ہے رے (ٹیک)
(۲) ات رچا جنتوں کے کارن
پشوؤں کے ہت چارا ہے رے
پکشی بن میں پان پھول پھل
سکھ سے کرت آہارا ہے رے (ٹیک)
(۳) جل میں جل چر رہت نرنتر
کھاویں ماس کرارا ہے رے
ناگ بسیں بھوتل کے ماہیں
جیویں برس ہزارا ہے رے (ٹیک)
(۴) سورگ لوک میں دیون کے ہت
بہت سدھا کی دھارا ہے رے
برہمانند فکر سب تج کے
سمرو سرجن ہارا ہے رے (ٹیک)

(۴۷) راگ بھوپال۔تال دادرا

وشنو پتی کے دھیان میں جس نے لگائی ہو لگن
کیوں نہ ہو اسکو شانتی۔کیوں نہ ہو اس کا من مگن (ٹیک)

(۱) کام کرودھ۔لوبھ۔موہ۔یہ ہیں سب مہا بلی
ان کے ہننؔ کے واسطے جتنا ہو تجھ سے کرتیں (ٹیک)
(۲) ایسا بنا سوبھاؤ کو چت کی شانتی سے تو

ؔ مارنے کے لئے۔

پیدا نہ اِیرکھا کی آنچ دِل میں کہیں کرے جلن (ٹیک)

(۳) مترتا سب سے من میں رکھ۔ تیاگ دے وَیر بھاؤ کو
چھوڑ دے ٹیڑھی چال کو ٹھیک کر اپنا تُو چلن (ٹیک)

(۴) جس سے اُدھک نہ ہے کوئی جس نے رچا ہے یہ جگت
اُس کا ہی رکھ تُو آسرا۔ اُسکی ہی تُو پکڑ شرن (ٹیک)

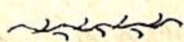
(۵) چھوڑکے راگ دویش کو۔ من میں تُو اپنے دھیان کر
تو نِشچہ تجھکو ہو دیگا۔ یہ سب ہیں میرے آتمن (ٹیک)

(۶) جیسا کسی کا ہو عمل۔ ویسا ہی پاتا ہے وہ پھل
دُشٹوں کو کشٹ ملتا ہے سِشٹوں[۲] کا ہوتا دُکھ ہرن (ٹیک)

(۷) آپ ہی سب تُو رُوپ ہے۔ اپنا ہی کر تُو آسرا
کوئی دُوسرا ناہیں ہوگا سہائے[۳] جو چھیدے تیرے دُکھ کٹھن (ٹیک)

---

[۱] حسد۔ دویش [۲] بھلے لوگوں کا۔ [۳] مددگار ؛



(۴۸) راگ جنگلا

نام جپن کیوں چھوڑ دیا پیارے!

(۱) جُھوٹ نہ چھوڑا۔ کرودھ نہ چھوڑا۔ ست بچن کیوں چھوڑ دیا پیارے! (ٹیک)

(۲) جُھوٹے جگ میں دِل للچا کر۔ اصل وطن کیوں چھوڑ دیا پیارے! (ٹیک)

(۳) کوڑی کو تو خوب سنبھالا۔ لال رتن کیوں چھوڑ دیا پیارے (ٹیک)
(۴) جیں سُمرن تے اَتی سُکھ پاوے۔ سو سُمرن کیوں چھوڑ دیا پیارے (ٹیک)
(۵) خالص اِک بھگوان بھروسے۔ تن من دھن کیوں نہ چھوڑ دیا پیارے (ٹیک)

(۴۹) راگنی پیلو۔ تال تین

نیک کمائی کر لے پیارے
جو تیرا پرلوک سُدھارے (ٹیک)
اِس دُنیا کا ایسا لیکھا
جیسا رات کو سُوپنا دیکھا (ٹیک)
جیُوں سوپنے ہیں دولت پائی
آنکھ کھُلی تو ہاتھ نہ آئی (ٹیک)
کُٹنب قبیلہ کام نہ آوے
ساتھ ترے اِک دھرم ہی جاوے (ٹیک)
سب دھن دولت پڑا رہے گا
جب تُو یہاں سے کُوچ کریگا (ٹیک)
توشہ کچھُ نہیں سفر ہے بھارا
کیونکر ہوگا تیرا گُذارا (ٹیک)
اب تک غافل رہا تُو سویا
وقت امول اکارتھ کھویا (ٹیک)
ٹیڑھی چال چلا تُو بھائی
پگ پگ اُوپر ٹھوکر کھائی (ٹیک)
خُوب سوچ لے اپنے من میں
سمے گنوایا ہے مُورکھ پن میں (ٹیک)
بدھی[۱] اب بھی نہیں تُو جتن کریگا
پچھتاوا تجھ کو پڑے گا (ٹیک)
کر ست سنگ اور وِدیا اودھین
تب پاوے تُو سُکھ اور چین (ٹیک)
ایک پربھو بن آور نہ کوئی
جس کے سمرے مکتی ہوئی (ٹیک)
اُسی کا کیول[۲] پکڑ سہارا
کیوں پھرتا ہے مارا مارا (ٹیک)

[۱] حساب۔ حال [۲] اگرچہ [۳] صرف لیکن شاعر کا بھی تخلص ہے۔

(۵۰) راگ سورٹھ۔تال دادرا یا جے جے ونتی۔(محلہ ۹)

رام سمر رام سمر۔یہی تیرو کاج ہے (ٹیک)

(۱) مایا کو سنگ تیاگ — پربھو جی کی شرن لاگ
جگت سکھ مان متھیا[1] — جھوٹو[2] ہی سب ساج ہے (ٹیک)
(۲) سوپنے بھیا دھن پہچان — کاہے پر کرت مان
بالو کی سی بھت[3] جیسے — بسودھا کو راج ہے (ٹیک)
(۳) نانک[4] جن کہت بات — بنس[5] جایو تیرو گات[6]
چھن چھن کر گیو کال — تیسے جات آج ہے ٹیک

[1] جھوٹا [2] ریت کی دیوار [3] دھن۔دولت [4] گورو نانک دیو سے مراد ہے [5] ناش ہو جائے [6] اعضا۔انگ۔

(۵۱) راگ جے جے ونتی (محلہ ۹)

رام بھج۔رام بھج۔جنم سرات ہے (ٹیک)

(۱) کہوں کہا بار بار — سمجھت نہ کیوں گنوار
بنست نہ لاگے بار — اورے[1] سم گات ہے (ٹیک)
(۲) سگل[2] بھرم ڈار دے — گوبند کو نام لے
انت بار سنگ تیرے — یہ ایک جات ہے (ٹیک)
(۳) وشیا[3] وش جوں بسار[4] — پربھو کویش[5] ہیئے دھار

[1] گل رہا۔ناش ہو رہا [2] اولہ کی طرح [3] تمام [4] بھوگ کے پدارتھ [5] بھول [6] ہردیہ

نانک جن کہہ پکار + اوسر[1] بہات[2] ہے۔

لہ عمر۔ وقت ۲ گذر رہا ہے۔

(۵۲) راگ تلنگ (محلہ ۹)

(۱) چیتنا[1] ہے تو چیت لے نس دن[2] میں پرانی
چھن چھن اَودھی[3] بہات[4] ہے پھوٹے[5] گھٹ جیون پانی } ٹیک

(۲) ہری گُن کا ہے نہ گاؤ ہیں۔ مورکھ اگیانا
جھوٹے لالچ لاگ کے نہیں مرن پہچانا

(۳) اجھوں[6] کچھ بگڑیو نہیں جو پربھو گن گاوے
کہو نانک تہہ[7] بھجن سے نربھے پد پاوے

لہ سمجھنا یا ہوشیا ہونا ہے ۲ ہر روز ۳ عمر ۴ گذر رہی۔ بہ رہی ۵ پھوٹے گھڑے میں پانی کی طرح
۶ ابھی تک (۷) اِس پربھو کے

(۵۳) گوڑی محلہ ۹

سادھو! من کا مان تیاگو (ٹیک)

(۱) کام کرودھ سنگت درجن کی تا[1] تے اہ[2] نس بھاگو۔

(۲) سکھ دکھ دونوں سم کر جانے اور مان اپمانا[3]
ہرش شوک سے رہے اتیتا۔ تن جگ تتو پچھانا ٹیک

(۱) اِس سے (۲) دن رات (۳) بدنامی۔

(۳) اُستت نندا دؤؤ تیاگے ۔ کھوجے پد نربانا

جن نانک یہ کھیل کٹھن ہے کنہوں گورمکھ جانا ٹیک

(۱) تعریف ونندا (۲) مکتی (۳) کسی کسی ۔

(۴۵) راگ گوڑی یا دھناسری ۔ تال دھمالی ۔ (محلہ ۹)

سادھو! گوبند کے گن گاوو (ٹیک)

(۱) مانش جنم امولک پائیو ۔ برتھا کاہے گنوایو

(۲) پتت پنیت دین بندھو ہری شرن تاہیں تم آوو
گج کو تراس مٹیو جیہیں سمرت ۔ تم کاہے بسرادو (ٹیک)

(۳) تج ابھمان موہ مایا پھنی ۔ بھجن رام چت لاوو
نانک کہت مکتی پنتھ یہ ۔ گورمکھ ہووے تم پادو

(۱) بیفائدہ (۲) ہاتھی (۳) خوف (۴) جیکے سمرن سے (۵) کیوں بھولتے ہو (۶) پھر (۷) راستہ ۔

(۵۵) راگ رام کلی (محلہ ۹)

پرانی! نارائن شارھ لے (ٹیک)

(۱) چھن چھن اودھ گھٹے نش واسر برتھا جات ہے دیہ

(۲) ترونا پو بشین سنگ کھویو ۔ بال پنا اگیانا
برودھ بھیو اجھوں نہیں سجھے ۔ کون مکتی ارجھانا (ٹیک)

(۱) عمر (۲) رات دن (۳) جوانی (۴) ابھی تک ۔

(۳) مانُش جنم دِیو جس ٹھاکر سوتیں کیوں بسرایو
مُکتی ہوت نر جاکے سمرے نمش نہ تاکو گایو۔ (ٹیک)
(۴) مایا کو مد کہا کرت ہے۔ سنگ نہ کاہو جائی
نانک کہت چیت چِنتا منی رہوت ہے انت سہائی (ٹیک)

(۵) تُونے (۲) ایک پلک بھر (۳) اہنکار مستی (۴) کیا۔

(۵۶) راگ بلاول (محلہ ۹)

جا میں بھجن رام کو ناہیں (ٹیک)

(۱) تِہ نر جنم اکارتھ کھویا۔ یہ راکھو من ماہیں۔
(۲) تیرتھ کرے برت پُن راکھے۔ نہ منؤا بس جا کو
نِشپھل دھرم تاہیں تم مانو۔ ساچ کہت ہیں یا کو (ٹیک)
(۳) جیسے پاہن جل میں راکھیو۔ بھیدے ناہیں تہیں پانی
تیسے ہی تم تاہیں پچھانو۔ بھگتی ہین جو پرانی (ٹیک)
(۴) کلو میں مکتی نام تے پاوت۔ گورو یہ بھید بتاوے
کہو نانک سوئی نر گروا جو پربھو کے گُن گاوے (ٹیک)

(۱) جس میں (۲) وہ (۳) پھر (۴) قابو جسکے نہیں (۵) اُسکو (۶) پتھر (۷) چھیدے (۸) کل یگ میں
(۹) رمز (۱۰) اعلیٰ۔ بڑا۔ اچھا۔

(۵۷) راگ رام کلی (محلہ ۹)

رے من اوٹ لیو ہری ناما (ٹیک)

(۱) جاکے سِمرن دُرمتی ناسے - پادیں پَد نِربانا

(۲) بڑ بھاگی تہیں جن کو جانو - جو ہری کے گُن گاوے

جنم جنم کے پاپ کھوئے کے - پُہنی بکینٹھ سِدھاوے

(۳) اجامل کو انت کال ہیں - نارائن سُدھی آئی -

جا گتی کو یوگی شُر بانچھت - سوگتی چھن ہیں پائی -

(۴) ناہیں گُن ناہیں کچھ وِدّیا - دھرم کون گج کینا

نانک وِرد رام کا دیکھو - ابھے دان تیں دِینا (ٹیک)

(۱) سہارا (۲) بڑا خوش قسمت (۳) اُس آدمی (۴) پھر (۵) دیتا (۶) ہاتھی (۷) جان - بیش -

(۵۸) شلوک - (محلہ ۹)

(۱) گُن گوبند گایو نہیں - جنم اکارتھ کین

کہو نانک ہری بھج منا! جہی وِدھی جل کو مین

(۲) دِشین سبھوں کا ہے رچیو - رنش نہ ہووے اُداس

کہو نانک بھج ہری منا! پڑے نہ یم کی پھاس

(۳) ترو نا پو یونہی گیو - لیو جرا تن جیت

(۱) بیفائدہ (۲) جل کی مچھلی (۳) بھوگ پدارتھوں کے ساتھ (۴) پلک بھر یا پل بھر بھی (۵) جوانی (۶) بڑھاپا -

کہو نانک بھج ہری منا اودھ[1] جات ہے بیت

(۴) بِردھ بھیو سُوجھے نہیں ۔ کال پہنچیو آن
کہو نانک نر باورے! کیوں نہ بھجے بھگوان

(۵) دھن دارا سمپتی سگل ۔ جِن اپنی کر مان
اِن میں کچھ سنگی نہیں ۔ نانک ساچی جان

(۶) پتت اُدھارن بھے ہرن ۔ ہری اناتھ کے ناتھ
کہو نانک تہٖ جانیئے ۔ سدا بست تم ساتھ

(۷) تن دھن جہیں[3] تو کو دیو ۔ تا سیوں[4] نیہ[5] نہ کین
کہو نانک نر باورے! اب کیا ڈولت دین

(۸) تن دھن سمپے[6] سُکھ دیو ۔ ارو جہیں[7] نیکے[8] دھام
کہو نانک سُن رے منا! سمرت کاہے[9] نہ رام

(۹) سب سُکھ داتا رام ہے ۔ دُوسر ناہیں نہ کوئے
کہو نانک سُن رے منا! ۔ نہیں سمرت گتی ہو

(۱۰) جہیں سمرت گتی پائیے ۔ تہیں بھج رے تیں میت[10]
کہو نانک سُن رے منا ۔ اودھ گھٹت ہے نیت[11]

(۱) عمر (۲) آسے (۳) جِسنے (۴) اُس سے (۵) پریتی (۶) سمپتی ۔ جائداد (۷) جس نے (۸) اچھا مقام ۔
(۹) کس لئے ۔ کیوں (۱۰) متر ۔ دوست (۱۱) نیتہ ۔ ہمیشہ ۔

(۱۱) پانچ تتو کو تن رچیو - جان ہو چتر سُجان
جہ لے تے اُپجیو نانکا ! - لین تاہی میں مان

(۱۲) گھٹ گھٹ میں ہری جو بسے سنتن کہیو پکار
کہو نانک تہہ بھج منا ! بھو ندھی اُترے پار

(۱۳) سُکھ دُکھ جہ پرسے نہیں - لوبھ موہ - ابھمان
کہو نانک سُن رے منا !- سو مورت بھگوان

(۱۴) اُستتی نندا ناہیں جہیں - کنچن لوہ سمان
کہو نانک سُن رے منا ! مکت تاہی تے جان

(۱۵) ہرش ۔شوک جا کے نہیں - بیری میت سمان
کہو نانک سُن رے منا ! مکت تاہی تے جان

(۱۶) بھے کا ہو کو دیت نہیں - نہیں بھے مانت آن
کہو نانک سُن رے منا - گیانی تاہی بکھان

(۱۷) جہی وشیا سگلو تجی - لیو بھیکھ ویراگ
کہو نانک سُن رے منا ! تہی گھٹ برہم نواس

(۱۸) جہی مایا ممتا تجی - سب سے بھیو اُداس

(۱) جس سے (۲) اُسی میں (۳) اُسے (۴) سنسار سمندر (۵) چھوتے نہیں (۶) اِسی سے -
(۷) دوسرے کا (۸) کہہ جان (۹) عیش کے سامان (۱۰) سب کے سب (۱۱) جس ⁘

کہو نانک سُن رے منا! - تہہ گھٹ برہم نواس

(۱۹) جھی پرانی ہوئی[1] میں تجی - کرتا رام[2] پہچان

کہو نانک وہ مُکت نر - یہ من سانچی جان

(۲۰) بھئے ناسن دُرمتی ہرن - کلی[3] میں ہر کو نام

نِسِ دن جو نانک بھجے - سپھل ہووے تیہ کام

(۲۱) جِھوا[4] گُنِ گوبند بھجو - کرن[5] سُنو ہری نام

کہو نانک سُن رے منا! - پڑے نہ یم کے دھام

(۲۲) جوں پرانی ممتا تجے - لوبھ موہ اَہنکار

کہو نانک آپن[6] ہرے - اَورن لیت اُدھار

(۲۳) جُوں سُوپنا اَرُو پیکھنا - ایسے جگ کو جان

اِن ہیں کچھ ساچو نہیں - نانک بن بھگوان

(۲۴) نِس دِن مایا کارنے - پرانی ڈولت نیت

کوٹن ہیں نانک کوؤ - نارائن جھی چیت

(۲۵) جیسے جل سے بُدبُدا - اُپجے بِنسے نیت

جگ رچنا تیسے رچی - کہو نانک سُن میت

(۱) اَہنکار والی مَیں (۲) رام کو فاعل پہچانا (۳) کلجگ

(۴) زبان (۵) کان (۶) اپنے آپ کو۔

(۲۶) پرانی کچھ نہ چیت اہی — مد مایا کے اندھ
کہو نانک بن ہری بھجن — پڑت تاہی یم پھند

(۲۷) جو سُکھ کو چاہیں سدا — شرن رام کی لے
کہو نانک سن رے منا! — دُرلبھ مانُش دیہ

(۲۸) مایا کارن دھاوہی — مورکھ لوگ اجان
کہو نانک بن ہری بھجن — برتھا جنم سران

(۲۹) جو پرانی نشدن بھجے — روپ رام تہی جان
ہری جن ہری انتر نہیں — نانک ساچی مان

(۳۰) من مایا میں پھنس رہیو — بسریو گوبند نام
کہو نانک ہری بھجن بن — جیون کونے کام

(۳۱) پرانی رام نہ چیت اہی — مد مایا کے اندھ
کہو نانک ہری بھجن بن — پڑت تاہی یم پھند

(۳۲) سُکھ میں بہو سنگی بھئے — دُکھ میں سنگ نہ کوئے
کہو نانک ہری بھجن منا! — انت سہائے ہو

(۳۳) جنم جنم بھرمت پھریو — مٹیو نہ یم کو تراس
کہو نانک ہری بھج منا! — نربھئے پاویں باس

(۱) چیتن کرے، ہوش میں آوے (۲) اگر (۳) نایاب (۴) دوڑتے ہیں (۵) بے فائدہ (۶) سڑتا ہے۔
(۷) اسے رام کا روپ جان (۸) خوف۔

(۳۴) تین بہت میں کرنہیو — ہیٹھو نہ من کو مان
دُرمتی سیون نانک پھنا یو — راکھ لیو بھگوان

(۳۵) بال۔جوانی۔اُر بِردھ پنی — تین اوستھا جان
کہو نانک ہری بھجن بِن — بِرِتھا سب ہی مان

(۳۶) کرنو ہتو سو نا کیو — پڑیو لوبھ کے پھند
نانک سمیو رم گیو — اب کیوں رووَت اندھ

(۳۷) من مایا میں رم رہیو — نکسِت ناہیں نہ میت
نانک مورت چِتر جیون — چھاڈت ناہیں نہ بھِیت

(۳۸) نر چاہت کچھ اور — اَورے کی اَورے بھئی
چِتوَت رہیو ٹھگور — نانک پھانسی گل پڑی

(۳۹) تین بہت سُکھ کے کیئے — دُکھ کو کیوں نہ کوئے
کہو نانک سُن رے منا! — ہری بھاوے سو ہوئے

(۴۰) جگت بھکھاری پھرت ہے — سب کو داتا رام
کہو نانک من سمِر تہی — پُورن ہووے کام

(۴۱) جھوٹے مان کہاں کرے — جگ سوپنے جیون جان
اِن میں کچھو تیرو نہیں — نانک کہیو بکھان

(۱) پھر۔اور (۲) بڑھاپہ (۳) جو کرنے کے قابل تھا (۴) وقت گذر گیا (۵) دیوار کو جیسے تصویر نہیں چھوڑتی ویسے من مایا کو نہیں چھوڑتا (۶) چِت کے اندر ٹھگ پن۔

(۴۲) گرہہ کرت ہے دیہہ کو ۔ بنسے چھن ہیں میت
جہی[1] پرانی ہری یش کیہو ۔ نانک تہی[2] جگ جیت

(۴۳) جہی گھٹ سمرن رام کو ۔ سو نر مُکت جان
تہی نر ہری انتر[3] نہیں ۔ نانک ساچی مان

(۴۴) ایک بھگتی بھگوان ۔ جہی پرانی کے ناہیں من
جیسے سُوکر[4] سُوان[5] ۔ نانک مانو تاہی تن

(۴۵) سوامی کو گرہ جیون سدا ۔ سوان تجت نہیں نت
نانک یہ بدھی ہری بھجو ۔ اِک من ہووے اِک چت

(۴۶) تیرتھ برت اُر دان کر ۔ من میں دھرے گُمان
نانک نشپھل جات تہی ۔ جیون کُنجر[6] اسنان

(۴۷) سر کمپیو ۔ پگ ڈگ[7] مگے ۔ نَین جوت سے ہین
کہو نانک یہ بدھی بھئی ۔ تُو نہ ۔ ہری رس لین

(۴۸) نج کر دیکھیو جگت میں ۔ کو کاہُو کو ناہیں
نانک تھِر[8] ہری بھگتی ہے ۔ تہی راکھو من ماہیں

(۴۹) جگ رچنا سب جھُوٹ ہے ۔ جان لیوئے میت
کہو نانک تھِر نہ رہے ۔ جیون بالُو کی بھیت[9]

(۱) جس نے (۲) اُسنے (۳) فرق (۴) سُوئر (۵) کُتا (۶) ہاتھی جیسے نہانے کے بعد خاک اپنے پر پھینک لیتا ہے ویسے گھمنڈی پُرش کے تیرتھ، برت وغیرہ نشپھل ہوتے ہیں (۷) ستھر ۔ قائم (۸) دیوار ۔

(۵۰) رام گیو راون گیو — جاکو بہو پریوار
کہو نانک تھر کچھو نہیں — سوپنے جیون سنسار

(۵۱) چنتا تاکی کیجئے — جو ان ہونی ہوئے
یہ مارگ سنسار کو — نانک تھر نہیں کوئے

(۵۲) جو اپجیو سو بنس ہے — پڑو آج کے کال
نانک ہری گن گائے لے — چھاڈ سگل[1] جنجال

(۵۳) بل چھٹیو بندھن پڑے — کچھو نہ ہوت اپائے
کہو نانک اب اوٹ[2] ہری — گج[3] جیون ہو سہائے

*(۵۴) بل ہووا۔ بندھن چھٹے — سب کچھو ہوت اپائے
نانک سب کچھو تمرے ہاتھ ہے — تم ہی ہوت سہائے

(۵۵) سنگ سکھا سب تج گئے — کوؤ نہ نبھیو ساتھ
کہو نانک یہ بپد میں — ٹیک ایک رگھو ناتھ

(۵۶) نام رہیو۔ سادھو رہیو — رہیو گورو گوبند
کہو نانک یہ جگت میں — کن جپیو گورو منت

(۵۷) رام نام اُر[4] میں گہو — جاکے سم[5] نہیں کوے
جہی سمرت سنکٹ مٹیں — درش تہارو ہوئے

(۱) سارا (۲) آسرہ (۳) ہاتھی (۴) سہارا۔ پناہ (۵) ہردیہ میں (۶) دھیدو گرہن کرو (۷) جس کا برابر کوئی نہیں ۔
* یہاں سے یعنی نمبر ۵۴ سے گورو گوبند جی کا جواب درج ہے ۔

(۵۹) رَےداس چمار کا بھجن۔

رے پرانی کیا تیرا کیا میرا
جیسے ترور پنکھ بسیرا

جل کی بھیت پون کا تھمبا
رکت بِندھو کا گارا

ہاڈ مانس ناڑی کا پنجرا
پنچھی بسے نِچارا

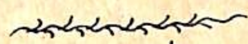
راکھو کندھ۔اُسارو نیمان
ساڑھے تین ہاتھ تیری ریسمان

بانکے بال۔ پاگ سر ٹیڑھی
یہ تن ہوگا بھسم کی ڈھیری

اُونچے مندر سُندر ناری
رام نام کی بازی ہاری

میری ذات کمینا۔ بدھی ہینا
ہوچھا جنم ہمارا

تُمری شرناگت ہیں پربھوجی
کہے رَےداس چمارا



(۶۰) پلٹو[1] کا بھجن

بیراگن بھولی آپ میں اور جل میں کھوجے رام (ٹیک)

(۱) جل میں کھوجے رام۔ جائے کر تیرتھ چھانے
ڈھونڈھ پھری گھومٹ نہیں سُدھ اپنی آنے

(۲) پھول ماہیں جیون باس۔کاٹھ میں اگنی سمانی
کھودے بِنا نہیں ملے۔رہے دھرتی میں پانی

(۱) پلٹو شاعر کا نام ہے

(۳) جیسے دُودھ گھرت چھپا۔چھپی مہندی میں لالی
ایسے پُورن برہم۔کہوں تل بھر نہیں خالی

(۴) پلٹو گرست سنگ بیچ میں کرلے اپنا کام
بیراگن بُھولی آپ میں اورجل میں کھوجے رام

(نوٹ) یہ غزل سوامی جی کے شاگرد سوامی گوبند انند سے آئی تھی۔سوامی جی نے اِسکو پسند کرکے اپنی نوٹ بک میں چڑھایا تھا۔اِس لئے اُسے بھی یہاں درج کیا گیا ؞

(۶۱) راگ سندورا۔تال دیپ چندی۔

گذاری عُمر جھگڑوں میں بگاڑی اپنی حالت ہے
ہُوا خارج اپیل اپنا عجائب یہ وکالت ہے
مقدّمے غیر لوگوں کے ہزاروں کردیئے فیصل
نہ دیکھا مِسل اپنی کو عجائب یہ عدالت ہے
دلیلیں دے کے غیروں پر کیا ثابت اُصول اپنا
دِل اپنے کا نہ شک ٹُوٹا۔عجائب یہ دلالت ہے
بہت پڑھنے پڑھانے سے ہُوا سب علم میں کامل
نہ پایا بھید ربّی کا عجائب یہ کمالت ہے
بنا حافظ پڑھے مسئلے سُنائے دُوسروں کو بھی

وَلے ٹوٹا نہ کُفر اپنا عجاعجب یہ مسالت ہے
تُو کر فیصل حساب اپنا تُجھے اوروں سے کیا گوبند
نہ قِصّہ طُول دے اتنا فضول ہی یہ طوالت ہے

(۶۲) راگ دھناسری۔تال دھمالی

(۱) اجھوں تو ہے من! سمجھ نہ آئی (ٹیک)
کیو نہ کچھ شُبھ کرم دیہ[۱] دھر۔ ہری کی سُدھ بِسرائی
(۲) دِن کھووت جھُوٹے جھگڑوں میں۔ سووت رَین بتائی
دیکھ بچار بہور[۲] نہیں پَیے ہے۔ یہ اوسر سُکھ دائی
(۳) چھَل پرپنچ پھیلائے جگت میں نانا سوانگ بنائی
پَر دھن[۳] پر تِیا[۴] میں چِت راکھت چاہت مان بڑائی
(۴) اجھوں تیاگ باد یو بِنیٔ۔ کو۔ آجا پربھُو شرنائی
پرم پِتا اِک وہی اگوچر۔ سب بِدھ کرت سہائی

(۱) رات (۲) بار بار (۳) دُوسرے کا دھن (۴) دُوسرے کی عورت۔

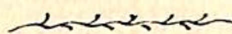
(۶۳) راگ گوری۔تال دھمالی

منوا! موہ نِدرا تیاگ (ٹیک)
(۱) نام رُوپ مئے یہ جگ سُوپنا۔ کیا سووے ہے جاگ

(۲) جن رِشیوں کو آج بھوگ رہیو۔ کل وہ سُوہن سمان
اِن میں کہاں بھیو رت مُورکھ۔ ابھوں اچیت اجان

(۳) مایا کا سُکھ آدی انت وَت۔ یا میں کیوں بھرمایا
برہما نند اننت انادی۔ وا کو کیوں بسرایا

(۴) مانش جنم مہر انی دُر لبھ۔ بار بار نہیں پاوے
اُٹھ سرُوپ رچنتن کر جاوے۔ بھوری یہاں نہیں آوے



(۴۶) راگ گوری۔ تال دھمالی

ہری پہ راکھو بھروسہ بھائی (ٹیک)

(۱) کاہے سوچ کرو دِن راتی۔ رہو چرنن لَو[1] لائی

(۲) گربھ میں لی سُدھ۔ اب بھی لے ہے۔ جب گہی[2] بانہ سو اب بھی گہے ہے
دانت دیئے جن انّ بھی دے ہے۔ کب سُدھی ہے بسرائی

(۳) مورکھ! کہا[3] سوچ سے لیگا۔ اور تاپ سنتاپ گہیگا۔
تن جن دیا۔ وہ گھر دھن دیگا۔ ریتی سدا چلی آئی

(۴) تو ہے سوچ بس اپنو ایک کا۔ ہری رکھشک برھمانڈ انیک کا
برلا[4] چلے مارگ دویک کا۔ دھیرج مہر اپچائی۔

(۱) بھگوان کے قدموں میں چت کی لگن یا پریتی لگا (۲) پکڑی (۳) کیا (۴) کوئی کوئی۔

(۶۵) راگ دھناسری تال دھمالی

منوا تو کیوں بھیو دیوانہ (ٹیک)

(۱) چھل پرپنچ کرت نِتیہ مورکھ دکھ کو سکھ کر مانا

(۲) مایا موہ جنم کے ٹھگیا۔ تن کے ہاتھ بکانا۔

سکھ تے دھرم دھرم کہاوت۔ کرم کرت من مانا

(۳) جو پربھو گھٹ گھٹ کی جانے تا تے کرت بہانہ

تہئیں تے تو پوچھے۔ مارگ۔آپ ہی جون بھلانا

(۴) یا منوا کے پیچھے چل کے۔ سکھ کا کہاں ٹھکانہ

جو پرتاب سکھد[1] کو چینے۔ سوئی پرم سیانا

(۱) سکھ دینے والا

(۶۶) راگ بھیروی

تو کو اِتنا مٹا کہ تو نہ رہے	اور تجھ میں دوئی کی بو نہ رہے
جستجو بھی حجاب حسنی ہے	جستجو ہے کہ جستجو نہ رہے
آرزو بھی وصالِ پردہ ہے	آرزو ہے کہ آرزو نہ رہے

(۶۷) راگ کھنگلا یا راگنی پیلو۔تال ٹین۔

دن نیکے[1] بیتے جاتے ہیں (ٹیک)

(۱) سمرن کر ہری رام نام۔ تج وشے بھوگ اُر کام

تیرے سنگ نہ چلسی ایک دام جو دیتے ہیں سو پاتے ہیں (ٹیک)

(۲) کون تمہارا کٹمب پریوارا۔کس کے ہو تم۔کون تمہارا

تو کس کا اور کون تمہارا سب جیتے جی کے ناتے[2] ہیں (ٹیک)

(۳) لاکھ چوراسی بھرم کے آیا۔ بڑے بھاگ سے نرتن پایا

تاں پر بھی نہیں کرے کمائی۔ پھر پیچھے پچھتاتے ہیں (ٹیک)

(۱) اچھے (۲) رشتے

(۴) جو تُو چاہے رِشے ابھلاشا - مُورکھ پھینیو موت کی پھانسا
کیا دیکھے سوانن کی آشا - گئے پھر نہیں آتے ہیں (ٹیک)

(۱) کتّوں والی خواہش -

(۶۸) غزل

آدمی کو چاہئے دُنیا میں رہنا کس طرح
جس طرح تالاب کے پانی میں رہتا ہے کمل
صاحب زر مُفلسوں پر زر لُٹائیں کسطرح
جسطرح سُوکھی زمیں پر ابر برساتا ہے جل
پاکے دَولت ہے بشر کو رہنا واجب کسطرح
جسطرح جھُک کر رہے وہ شاخ آئے جبیں پھل
آدمی اپنے ارادے کا ہو پکّا کس طرح
جسطرح قانُوں ہے تقدیر قدرت کا اٹل
رنج و غم دُنیا کے اِنساں بھُولجائے کسطرح
جسطرح وہ شخص جسکے ذہن میں آئے خلل
آدمی جائے مصیبت کے مقابل کسطرح
جسطرح ہے شیر جاتا سیل میں سینہ کے بل

(۱) جیسے ندی جل کے ویگ یا بہاؤ میں شیر سیدھا چڑھتا ہے

(۶۹) غزل - تال تین

ہری کو سمر پیارے اُمر وہا رہی ہے - دن دن - گھڑی گھڑی - پل پل - چھن چھن میں جا رہی ہے

(۱) دیپک کی جوت جاوے
ندیوں کا نیر[۲] دھاوے[۳]
جاتی نظر نہ آوے
چنچل سما رہی ہے
(۲) پچھلی بھلائی کمائی
اُنشا دیہ پائی
پربھو ہیت نہ لگائی
برتھا گنوا رہی ہے
(۳) گھر مال میت ناری
دُنیا کی موج بھاری
ہووے پلک میں نیاری
دل کو پھنسا رہی ہے
(۴) کیا نیند میں پڑا ہے
سر کال آ کھڑا ہے
اُٹھ دن چڑھ رہا ہے
رجنی تبا رہی ہے

(۱) بیت رہی - گذر رہی (۲) جل (۳) بہے یا دوڑے (۴) پربھو کے لئے (۵) مزا - لذت (۶) علیحدہ (۷) رات ٭

(۷۰) لادنی لنگڑی

حسن دِل پیارے بیچ بج سرُوپ تُو بارمبارا (ٹیک)

(۱) اِس دُنیا میں ایک رتن ہے — مِلتا بارمبار نہیں
جیسے پھُول گرا ڈالی سے — پھر ہوتا گُلزار نہیں
اُسکی قیمت ہے بڑ بھاری — جانت لوگ گنوار نہیں
پرمیشور کے ملنے کا پھر — اُسکے بنا دوار نہیں
کانچ خرید کرے بدلے میں — اُسکو دیکر متی مارا

(۲) اِس دُنیا میں اِک پُتلی[۲] نے — ایسا بھاری جال رچا
سُورگ لوک پاتال زمیں پر — کوئی نہ اُسکے ہاتھ بچا
کیا یوگی کیا پیر پیغمبر — سب کو اُس نے دیا نچا
پھنسا نہیں جو اِس بندھن میں — سو ہی ہے گُورو دیو سچا
موکھش مارگ کے جانے میں — سو ٹھگ جانو لُوٹن ہارا (ٹیک)

(۳) اِس دُنیا میں ایک اچنبھا — ہم نے دیکھا ہے جو بڑا
ایک چھوڑ کر چلا زمین کو — دُوجا کرتا ہے جھگڑا
وہ نہیں من میں سمجھے مُورکھ — میں بھی جاؤں ہار کھڑا
گھڑی پلک کا نہیں ٹھکانا — کس کے بھروسے بھُول پڑا
پر آگے جانے کا ساماں — کوی بِرلا کرتا ہے پیارا ٹیک

(۴) اِس دُنیا میں ایک کُوپ[۳] ہے — جِسکا پار کوئی نہیں پاوے

(۱) بیوقوف۔ مُورکھ (۲) عورت ۔ مایا (۳) کنواں یہاں مُراد پیٹ سے ہے ٭

رِس کے بھرنے کارن پرانی
دھیان بھجن چنتن ایشور کا
دِین بھیا[1] پر گھر میں جا کر
وُہی جو دھیاوے نِج سروپ کو

(۵) اِس دُنیا میں ایک بِرچھ[2] پر
سانجھ پڑے جب سب مِلجاویں
چار گھڑی کے رہنے کارن
ایسی بات نہ من میں لاویں
کیا لے آیا کیا لے جائے

(۶) اِس دُنیا کے بیچ نِرنتر
دِن وِن پل پل چھن چھن
پشو پکشی نروبو دُکھ[5]
جیسے نہ اس میں پیر کسی کا
بِن سروپ جانے کسی کا

(۷) اِس دُنیا میں ایک اندھیرا

دیش دِشانتر کو جاوے
اُسکے کارن بسراوے
سیوا کرکر مر جاوے
شوک نکار تج دے سارا (ٹیک)

پکشی کرت بسیرا ہیں
بچھڑیں ہوت سویرا ہیں
کرتے میرا میرا ہیں
بس بس گئے ڈیرا[3] ہیں
بِرتھا کرت ہیں اہنکارا (ٹیک)

ایک ندی[4] چلتی بھاری
اُس کا ویگ بڑا ہے بلکاری
اِس میں بہتی دُنیا ساری
کرکے جتن سب پچھاری
کبھی نہ ہوگا نِستارا[6] (ٹیک)

سب کی آنکھ میں جو چھایا

(۱) دوسرے کے گھر (۲) درخت یہاں مراد گھر سے ہے (۳) بڑے بڑے لوگ (۴) کال بھگوان سے مراد ہے۔
(۵) رکھشس . دانو (۶) کلیان . بیڑا پار (۷) اگیان سے مراد ہے۔

جسکے کارن شوجھ پڑے نہیں
کون دِشا میں جانا مجھ کو
کون مالک ہے اِس دُنیا کا
رنجانند. پانے بن کبھوں

کون ہُوں مَیں کہاں سے آیا
کِس سے دیکھ کر للچایا
کس نے رچی ہے یہ مایا
مِٹے نہیں یہ سنسا را ٹیک

(۱۷) راگ دھنا سری۔ تال دھمالی

ہری سے لگن کٹھن ہے بھائی (ٹیک)

(۱) جیسے پپیہا پیاسا بُوند کا
پیا سے پران تڑپے راتی
(۲) جیسا مِرگ شبد سنیہی
شبد سُنے اور پران دان دے
(۳) جیسے ستی چڑھے ست اُوپر
پاوک دیکھ ڈرے کچھو ناہیں
(۴) چھوڑو دھن اور تن کی آشا
کہت کبیر سُنو بھائی سادھو

پیا پیا رٹ لائی
اور نیر نا بھائی
شبد سُنن کو جائی
تِنکو نہیں ڈرائی
پیا کی راہ من بھائی
ہنست بیٹھ سرائی
نر بھئے ہو گن گائی
ناہیں تو جنم نسائی

(۱) جل (۲) آواز۔ یا راگ کا عاشق (۳) آگ (۴) جلنا (۵) اِسی سے (۶) جنم مرن دُور ہوتا ہے۔

(۷۲) راگ گوری۔ تال دھمالی

رِشنا! رس وِشیَن کا تیاگ ری (ٹیک)

(۱) موری مان وِش سمان جان کے۔ اِن وِشیَن سے بھاگ ری

(۲) گج پتنگ۔ مرگ بھنورا۔ ماکھی رہے وِشیَن سنگ لاگ ری

اِک اِک اِندریہ وِشے کے پیچھے۔ جگ سے گئے ابھاگ[۱] ری

(۳) مَنش جاتی کی پانچ اِندریہ۔ پانچ وِشیوں میں راگ[۲] ری

کہا[۳] بِتھا[۴] ہوگی من مُورکھ۔ بُدھی سے کہو جاگ ری

(۱) بدقسمت (۲) رُچی۔ رغبت (۳) کیا (۴) حالت۔ دِشا

(۷۳) راگ گوری تال تین

کر پربھو سے پریت رے من! کر پربھو سے پریت (ٹیک)

(۱) ایسو سمے بہور نہیں پئے ہو۔ جات ہے اَوسر بیت۔

تن سُندر چھوی دیکھ نہ بھولو۔ یہ بالُو کی بھیت[۱]

(۲) سکھ سمپتی سُوپنے کی بتیاں[۲]۔ جیسے ترن پیر شیت[۳]

جاہی کرم پرم پد پاوے۔ سوئی کرم کر میت

(۳) شرن آئے سو سب ہی اُبارے[۴]۔ یہ پربھو کی ریت[۵]

کہے کبیر سنو بھائی سادھو۔ چل ہو بھو دل[۶] جیت

(۱) دیوار (۲) باتیں (۳) تنکے پر جیسے اوس و شبنم (۴) بچا (۵) طریقہ (۶) سنسار روپی دل دل

(۴۴) ساقی - راگ کالنگڑا

پی لے پیالا ہو متوالا - پیالہ پریم ہری رس کا رے (ٹیک)

(۱) بال پنا سب کھیل گنوایا - ترن بھیا ناری وش کا رے

بردھ بھیا کف وایو نے گھیرا - کھٹ سے جائے نہیں کھٹکا رے

(۲) نہیں ست سنگ نہ کتھا کیرتن - نہیں پربھو چرن پریم رچا رے

ابھوں سوچ سمجھ اگیانی - اِس جگ میں نہیں کوئی اپنا رے

(۳) کام کرودھ لوبھ اہنکار - اِن میں نِشدن رہت پھنسا رے

بھوگ بلاس واسنا جگ کی - گل وِچ یم کا پھند پڑا رہے

(۴) دیہ موہ میں کیوں بھرمایا - دیہ رکھیہ یہ ہے کسکا رے

چوراسی سے اُبرا[۱] چاہے چھوڑ کامنی کا چسکا رے

(۵) نابھ کنول وِچ ہے کستوری جیسے مرگ پھرے بن کا رے

بھٹک بھٹک کیوں بھٹکا چاہے - گھٹ کے پٹ کو دے جھٹکا رے

(۶) واد وِواد میں نِشدن بیتین - مانش جنم نہ سار گہارے[۲]

نردِیہ نِپھل گئی ساری - اوسر پائے نہ لابھ لمارے[۳]

(۷) مات پِتا بھائی سُت بندھو - سنگ نہیں کوئی جائے سکا رے

جب لگ جیوے ہری گن گالے - دھن جوبن دِن ہے دس کا رے

---

(۱) نکلا چاہے (۲) بگڑا - جانا سمجھا (۳) لیا - اٹھایا

(۸) کرم دھرم ایکو نہیں جانا۔ سار وستو نہیں جان پڑا رے
بن ست گورو اتنا دکھ پایا۔ بید ملا نہیں اس تن کا رے
(۹) چار کھانی نر بھرمت ڈولے۔ کبھوں نہ ست پتہ کھوج کرا رے
کہیں کبیر سنو بھائی سادھو۔ نکھ شکھ پور رہا وش کا رے

(۱) ناخن سے سرتک۔ یعنی آدمی کا شریر زہر سے بھرپور ہے۔

(۷۵) راگنی مارو

رام سمر پچھتائیگا۔ ہے من! رام سمر (ٹیک)

(۱) پاپی جیوڑا لوبھ کرت ہے۔ آج کل اُٹھ جائے گا
(۲) لالچ لاگے جنم گنوایا۔ مایا بھرم بُھلائیگا۔
دھن جوبن کا گرب نہ کیجے۔ کاغذ جیوں گل جائیگا۔
(۳) جوں یم آئے کیس گہے پٹکے۔ تا دن کچھو نہ بسائیگا۔
سمرن بھجن دیا نہیں کینی۔ تو مکھ چوٹاں کھائے گا۔
(۴) دھرم رائے جب لیکھا مانگے۔ کیا مکھ لے کے جائے گا
کہت کبیر سنو رے سنتو۔ سادھ سنگت تر جائے گا

(۱) جیوڑا چت (۲) اہنکار (۳) جب (۴) بال پکڑ کر پٹکیگا (۵) اُس دن (۶) کچھ بس نہ چلیگا (۷) حساب

کتاب ۷

(۶۷) راگ کالنگڑا۔تال تین

مت پھر منوا بھولا بھولا۔جگ میں کیا ناتہ[1] رے (ٹیک)

(۱) ماتا کہے یہ پُتر ہمارا۔بہن کہے بِیر[2] میرا رے
بھائی کہے یہ بھجا ہماری۔نار کہے نَر[3] میرا رے

(۲) پیٹ پکڑ کر ماتا روئے۔بانہہ پکڑ کر بھائی رے
لپٹ لپٹ کر تریا[4] روئے ہنسا جائے اُڑائی رے

(۳) جب لگ جیوے ماتا روئے۔بہن رووے دس ماسا رے
تیرہ دِن تک تریا رووے۔پھیر کرے گھر واسا رے

(۴) چار گزی چادر منگوائی۔چڑھا کاٹھ کی گھوڑی رے
چاروں کونے آگ لگائی۔پھونک دئی جیسے ہوری رے

(۵) ہاڈ جرے جس لاہ کڑی کی۔کیس جرے جیسے گھاسا رے
سونا ایسی کایا جر گئی۔کوئی نہ آیا پاسا[5] رے

(۶) رنیہہ[6] سنہہ ڈھونڈ نہیں پائی۔ڈھونڈ پھرو چھوں[7] پاسا رے

(۷) کہت کبیر سُنو بھائی سادھو۔تجو جینے کی آسا۔رے

---

(۱) رشتہ (۲) بیر یعنے بھائی (۳) خاوند (۴) بیوی۔ (۵) پاس۔نزدیک ٭

(۶) موہ۔محبت (۷) چاروں طرف ٭



(۷۷) راگ کالنگڑا۔ تال تین

کیا مانگوں کچھ تھر نہ رہائی
ایک لکھ پُوت سوا لکھ ناتی
لنکا سا کوٹ سمُدر سی کھائی
سونے کا محل روپے کا چھاجا
کوئی کرو محل کوئی کرو ٹاٹی
آوت سنگ نہ جات سنگھاتی
کہیں کبیر انت کی باری

دیکھت نین چلو جگ جائی
تا راون گھر دیا نہ باتی
تا راون کی خبر نہ پائی
چھوڑ چلو نگری کا راجا
اُڑ جائے ہنس پڑی رہے ماٹی
کہا بھیو گھر باندھے ہاتھی
ہاتھ جھاڑ جیُون چلا جواری

(۱) قائم (۲) اُس (۳) کیا ہوگا۔

(۷۸) راگ کالنگڑا

(۱) تن دھر سُکھیا کوئی نہ دیکھا
راجا پرجا رنک دھنی نر
(۲) گھاٹے باڑھے سب جگ دُکھیا
سُکھیا یا جگ نہیں کبھی
(۳) یوگی دُکھیا۔ جنگم دُکھیا

جو دیکھا سو دُکھیا ہو
ادھما دھم وا سکھیا ہو
کیا گرہی کیا تیاگی ہو
سُکھیا نہیں بیراگی ہو
تپسوی کو دُکھ دُونا ہو

(۱) تن دھاری پرانی۔ انسان (۲) رعایا (۳) نردھن۔ غریب (۴) بیچ سے بیچ۔
(۵) اعلیٰ (۶) نقصان نفع کے پھیر میں (۷) گرہستی۔ خانہ دار

آشا ترشنا سب کو بیاپے — کوئی محل نہیں سُونا ہو
(۴) سانچ کہُوں تو کوئی نہ مانے — جھُوٹھ کہا نہیں جائی ہو
برھما وِشنُو مہیشور دُکھیا — جن یہ راہ چلائی ہو
(۵) ابدھو دُکھیا بھُوپتی دُکھیا — رنک دُکھی وِپریتے ہو
کہیں کبیر سُنو بھائی سادھو — سنشیہ سُکھی سن جیتے ہو

(۷) خالی (۸) طریقہ۔ راستہ (۹) اَبدھوت (۱۰) اُلٹ حالت کے کارن غریب دُکھی ہے۔

(۵۹)

آگے سمجھ پڑے گی بھائی (ٹیک)

(۱) یہاں اپار اُدر بھر کھائیو — بہو وِدھی مان بڑھائی
تُم پر دَیا کہاں تے ہوگی — تمہیں دَیا نہیں آئی (ٹیک)
(۲) یہاں تو پر دھن لُوٹ لیت ہو — گل بِچ پھانس لگائی
تنکے پیچھے رتین پیادے — چھن چھن خبر تبائی (ٹیک)
(۳) سادھ سنت کی نِندا کینی — اپنا جنم نسائی
پیر پیر پر کانٹا لگے ہے — یہ پھل آگے آئی (ٹیک)
(۴) کہت کبیر سُنو بھائی سادھو — دُنیا ہے دو رِچتائی
سانچ کہے سو مارا جائے — جھُوٹے جگ پتیائی (ٹیک)

(۱) پیٹ بھر (۲) ناش کیا (۳) دوہرا چت رکھنے والی۔

(۸۰) راگ دھناسری۔ تال دُھمالی

من! تُو کیوں بُھولا رے بھائی + تیری شُدھ بُدھ کہاں ہرائی (ٹیک)

(۱) جیسے پنچھی رَین[1] بسیرا۔ بسیں برکھش میں آئی
بھور[2] بھئے سب آپ آپ کو جہاں تہاں اُڑ جائی

(۲) سُپنے میں تو ہے راج ملو ہے۔ حاکم حکم دُہائی
بھاگ پڑا جب لاؤ نہ لشکر۔ پلک کُھلے شُدھ پائی

(۳) ماتا پِتا بندھو سُت تِریا[3]۔ نا کوئی سگا سگائی
یہ تو سب سوارتھ کے سنگی۔ جھُوٹی لوک بڑائی

(۴) ساگر ماہیں لہر اُٹھت ۔ گنتی گِنی نہ جائی
کہیں کبیر سُنو بھائی سادھو۔ اَبدھی ماہیں سمائی

(۱) رات (۲) صبح (۳) عورت بیوی

(۸۱) راگ دھنا سری۔ تال تین

رے من! دِھیرج کیوں نہ دھرے (ٹیک)

(۱) شُبھ اور اشُبھ کرم پُور بلا۔ رتّی نہ گھٹے نہ بڑھے

(۲) ہونہار ہوئے پُنی سوئی چِنتا کاہے کرے
پشُو پکشی جیو کوٹی نانا۔ سب کی شادھ دھرے (ٹیک)

(۳) گربھ واس میں خبر لیت ہے۔ باہر کیوں بِسرے
مات پِتا سُکھ سمپتی دارا۔ کاہے جوالا[1] جرے

(۱) جوالا شعلہ میں کیوں جلے

(۴) من تو پُران پتی پربھو سے - بھٹکت کاہے پھرے
ہری کو چھوڑ اور کو دھاوے کاریہ اِک نہ سرے[2]
(۵) ہری سیوا کر رے من مُورکھ - کوٹن ویادھی ہرے[1]
کہت کبیر سنو بھائی سادھو - سہج[3] بِنا جیو ترے

(۱) دَوڑے (۲) ٹھیک یا پُورا نہ ہو (۳) آسانی سے -

(۸۲) راگ گوری تال دھمال

سادھوا من مانت نہیں مورا رے (ٹیک)

(۱) یاکو بار بار سمجھاؤں
جگ میں جینا تھوڑا رے
(۲) یا کایا کا گربھ نہ کیجے
کیا ساؤرا کیا گورا رے
بِن ہری بھگتی تن کام نہ آوے
کوٹی سُگندھ چبھورا رے
(۳) یا مایا کا گربھ نہ کیجے
کیا ہاتھی کیا گھوڑا رے
جوڑ جوڑ دھن بہت چلے گئے
سہسر لاکھ کروڑا رے
(۴) دُبدھا دُرمتی اور چترائی
جنم گیو نر بورا رے
کہیں کبیر چرن چت راکھو
جیون سوئی میں ڈورا رے

(۸۳) راگ جے جے ونتی (محلہ ۹)

رے من! کون گتی ہوئے ہے تیری (ٹیک)

(۱) یہ جگ میں رام نام | سو تیں نہیں سُنیو کان
وِشین سواتی لُبھان | متی ناہیں پھیری
(۲) مانُش کو جنم لین | سِمرن نہ نمش کین
دارا سُکھ بھیو دین | پگھوں پڑی بیری
(۳) نانک جن کہیں پکار | سو پنے جیون جگ پسار
سِمرت نہ کیوں مرار | مایا جاکی چیری

(۱) بہت رغبت رکھے ہوئے وِشوں سے مرغوب (۲) ایک پلک بھر (۳) بیوی کا سُکھ۔
(۴) پاؤں میں (۵) مراری۔ بھگوان کرشن (۶) غلام۔

(۸۴) راگ گوری یا دھناسری۔ تال دھمالی (محلہ ۹)

من رے! کہاں بھیو تیں بَورا (ٹیک)

(۱) اَہ نِش اَودھ گھٹے نہیں جانے بھیو لوبھ سَنگ ہورا
(۲) جو تن تیں اپنو کر مانیو۔ اور سُندر گرِہ ناری
اِن میں کچھو تیرو رے ناہیں۔ دیکھو سوچ بچاری
(۳) رتن جنم اپنو تیں ہاریو۔ گوبند گتی نہیں جانی
نمش نہ لین بھیو چرنن سوں۔ برتھا اَودھ سرانی

(۱) باؤلا (۲) دن رات (۳) ہلکا پن (۴) تونے (۵) آنکھ کی جھپک، ماتر (۶) بیفائدہ (۷) عمر

(۴) کہو نانک سوئی نر سُکھیا۔ رام نام گُن گاویں
اور سکل جگ مایا موہیا۔ نِربھے پد نہیں پاوے

(۸۵) راگ بسنت (محلہ ۹)

(۱) من کہاں بساریو رام نام — تن بِنسے جم سیون پڑے کام (ٹیک)
(۲) یہ جگ دھوئیں کا پہاڑ — تَیں ساچا مانیا کِہ وچار
(۳) دھن دارا سمپتی گرہے — کچھو سنگ نہ چالے سمجھ لے
(۴) اِک بھگتی نارائن ہوے سنگ — کہو نانک بھج تاہیں ایک رنگ

(۱) ناش ہوئے (۲) کس وچار سے (۳) اُس سے۔

(۸۶) راگ جیت سری (محلہ ۹)

بھولیو من! مایا اُرجھایو (ٹیک)
(۱) جو جو کرم کیو لالچ لگ۔ تِنہہ تِنہہ آپ بندھایو۔
(۲) سمجھ نہ پڑی وِشے رس رچیو۔ یش ہری کو بسرایو۔
سنگ سوامی سو جانیو ناہیں۔ بن کھوجن کو دھایو
رتن نام گھٹ ہی کے بھیتر۔ تاکو گیان نہ پایو
جن نانک بھگونت بھجن بن۔ برتھا جنم گنوایو

(۱) اُس اُس سے (۲) دوڑیو (۳) اُس کا۔

(۸۷) راگ جیت سری (محلہ ۹)

من رے! ساچا گہو وچارا (ٹیک)

(۱) رام نام بن متھیا مانو۔ سگرے یہ سنسارا

(۲) جاکو یوگی کھوجت ہارے۔ پایو ناہیں تیں پارا
سو سوامی تم نکٹ پچھانو۔ روپ ریکھ تے نیارا

(۳) پاون نام جگت ہیں ہری کو۔ کبھو ناہیں سنبھارا
نانک شرن پڑیو جگ بندھن۔ راکھو بِرد تمہارا۔

(۱) پکڑو (۲) تمام سب (۳) پوتر کرنے والا (۴) اپنا دہرم یا پتر گیا۔

(۸۸) راگ گوری و دھناسری۔ تال دھمالی (محلہ ۹)

پرانی کو ہری یش من نہیں آوے (ٹیک)

(۱) اہ نش مگن رہے مایا ہیں۔ کہو کیسے گن گاوے

(۲) پوت میت مایا ممتا سیوں۔ یہ ودھی آپ بندھاوے
مرگ ترشنا جیون جھوٹو یہ جگ۔ دیکھ تاس اٹھ دھاوے

(۳) بھگتی مکتی کا کارن سوامی۔ موڑھ تاہی بسراوے
جن نانک کوٹن ہیں کوؤ۔ بھجن رام کو پاوے

(۱) دن رات (۲) پُتر متر (۳) اُسے (۴) کروڑوں میں کوئی ایک۔

(۸۹) راگ گوری و دھناسری۔تال دھمالی دمحلہ ۹)

نر اچیت! پاپ سے ڈر رے (ٹیک)

(۱) دین دیال سگل بھے بھنجن	شرن تاہیں تم پڑ رے
(۲) وید پران جاس گن گاوت	تا کو نام ہیہ موں دھر رے
پاون نام جگت میں ہری کو	سمر سمر کشمل سب ہر رے
(۳) مانش دیہ بہور نہ پاوے	کچھ اپائے مکتی کا کر رے
نانک کہت گائے کرنا مے	بھو ساگر کے پار اتر رے

(۱) بے خبر آدمی (۲) سب خوف کو دور کرنے والا (۳) جسکا (۴) ہردیہ میں (۵) پوتر کرنے والا (۶) میل۔ پاپ (۷) دیالو۔مہربان

(۹۰) راگ سورٹھ دمحلہ ۹)

رے نر! یہ ساچی جیہ دھار (ٹیک)

(۱) سکل جگت ہے جیسے سوپنا۔ بنست لگت نہ بار

(۲) بارو بھیت بنائی رچ پچ۔ رہت نہیں دن چار

تیسے ہی یہ سکھ مایا کے۔ ارجھیو کہاں گنوار

(۳) اجھوں سمجھ کچھو بگڑیو ناہیں بھج لے رام مرار

(۱) ریت کی دیوار۔ (۲) کہاں پھنسیو (۳) ابھی بھی

کہو نانک پرنج مت سادھن کو بہا گیو تو ہیں پکار

(۱) کہیو (۲) تجھے ؛

(۹۱) راگ سورٹھ (محلہ ۹)

یا جگ میت نہ دیکھیو کوئی (ٹیک)

(۱) سکل جگت اپنے سکھ لاگیو۔ دُکھ میں سنگ نہ ہوئی

(۲) دارا میت پوت سمبندھی سگرے دھن سون لاگے
جب ہی نردھن دیکھیو نر کو سنگ چھوڑ سب بھاگے۔ (ٹیک)

(۳) کہوں کہا اِس من بورے کو اِن سوں نیہ لگائیو
دینا ناتھ سکل بھے بھنجن یش تا کو بسرا یو (ٹیک)

(۴) شوان پونچھ جیون بھیو نہ سودھو بہت جتن میں کینو
نانک لاج بِرد کی راکھو نام تمہارو لینو۔ (ٹیک)

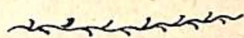
(۱) دوست (۲) کیا (۳) پاگل (۴) محبت رموہ (۵) سب خوف کے دور کرنے والا۔
(۶) کتے کی پونچھ کی طرح (۷) اپنے دھرم یا پڑگیا۔

(۹۲) راگ بسنت ہنڈول (محلہ ۹)

سادھو! یہ تن متھیا جانو (ٹیک)

(۱) یا بھیتر جو رام بست ہے ساچو تاہیں پہچانو
(۲) یہ جگ ہے سمپتی سوپنے کی دیکھ کہا ایڑانو
سنگ تمہارے کچھو نہ چلئے ۔ تاہیں کہا لپٹانو
(۳) استتی نندا دوؤ پرہرئے ۔ ہری کیرتی اُر آنو
جن نانک سبھی ہیں پُورن ۔ ایک پورکھ بھگوانو

(۱) اُس کے اندر (۲) تیاگ (۳) ہردیہ میں وساؤ

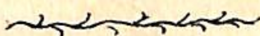


(۹۳) راگ دھنا سری۔ تال دھمالی (محلہ ۹)

سادھوا! یہ جگ بھرم بُھلانا (ٹیک)

(۱) رام نام کا سمرن چھوڑیا۔ مایا ہاتھ بکانا۔
(۲) مات پتا بھائی سُت بنتا تا کے رہیں لپٹانا
جوبن دھن پربھوتا کے مد میں۔ اہ نش رہے دیوانا
(۳) دین دیال سدا دُکھ بھنجن ۔ تاسیوں من نہ لگانا
جن نانک کوٹن میں کنہوں ۔ گورمکھ ہوئے پچھانا

(۱) بیوی (۲) رات۔ دن (۳) اُس میں۔



(۹۴) راگ گوری یا دھنا سری۔ تال دھمال (محلہ ۹)

سادھو! یہ من گہیو نہ جائی (ٹیک)

(۱) چنچل ترشنا سنگ بست ہے۔ یاتے تھِر نہ رہائی
(۲) کٹھن کرودھ گھٹ ہی کے بھیتر۔ جِہی سُدھ سب بِسرائی
رتن گیان سب کو ہر لینا۔ تا سیوں کچھو نہ بسائی
(۳) یوگی جتن کرت سب ہارے۔ گُنی رہے گُن گائی
جن نانک ہری بھئے دیالا۔ تو سب بِدھ بن آئی

(۱) جس سے

(۹۵) راگ بسنت (محلہ ۹)

(۱) کہاں بھُولیو رے! جھُوٹے لوبھ لاگ (ٹیک)
کچھُ بگڑیو ناہیں اجھُوں[۱] جاگ

(۲) سم[۲] سُوپنے کے یہ جگ جان | بِنسے چھِن میں۔ ساچی مان
(۳) سنگ تیرے ہری بست نِت[۳] | نِس[۴] باسر بھج تاہیں مِیت[۵]
(۴) بار انت کی ہوے سہاے | کہو نانک گُن تاکے گاے

(۱) ابھی بھی (۲) مانند (۳) ہمیشہ (۴) رات دن (۵) دوست ؎

(۹۶) راگ سارنگ (محلہ ۹)

کہاں من وِشیاں سیوں لپٹائی (ٹیک)

(۱) یا جگ میں کوءُ رہن نہ پاوے۔ اِک آویں اِک جائی

(۲) کاکو تن دھن سمپتی کاکی۔ کاسیوں نیہہ لگائی

جو دیسے سو سگل بناسے۔ جیون بادر کی چھائی

(۳) تج ابھان۔ شرن سنتن گہو۔ مکتی ہوے چھن ماہیں

جن نانک بھگونت بھجن بن۔ سکھ سوپنے بھی ناہیں۔

(۱) کس کا (۲) کس سے (۳) محبت موہ (۴) نظر آوے (۵) سب کا سب (۶) ناش ہووے۔

(۷) بادل (۸) پکڑو ÷



(۹۷)

تو سمرن کرلے میرے منا! تیری بیتی جاتی عمر ہری نام بنا (ٹیک)

(۱) پنچھی پنکھ بن۔ ہستی دنت بن۔ ناری پرش بنا

ویشیا پتر پتا بن ہینا۔ تیسے پرانی ہری نام بنا

(۲) دیہ نین بن۔ رین چندر بن۔ دھرتی میگھ بنا

جیسے پنڈت وید وہینا۔ تیسے پرانی ہری نام بنا

(۱) رات ــ

(۳) کوُپ نیرِ بن۔ دھیِنو کھیر بن۔ مندر دیپ بِنا
جیسے تُرُور پھل بن ہینا۔ تیسے پرانی ہری نام بِنا
(۳) کام کرودھ۔ مد۔ لوبھ۔ بِہارو۔ چھوڑ ورودھ توُ سنت جِنا
کہے نانک شاہ سُنو بھگونتا۔ یا جگ میں کوئی نہیں اپنا

(۱) جل۔ (۲) گائے (۳) دوُدھ (۴) درخت۔

(۹۸) راگ سورٹھ (محلہ ۹)

مائی! من میرو وَش ناہیں (ٹیک)

(۱) نِش واسر وِشین کو دھاوت۔ کِے وِدھی روکوں تاہیں
(۲) وید پوران سِمرت کے من سُن۔ نِمش نہ ہیے بسائے
پردھن۔ پر دارا سیوں رچیو۔ برتھا جنم سراوے
(۳) مد مایا کے بھیو باورو۔ سُوجھت نا کچھوُ گیانا
گھٹ ہی بھیتر بست نرنجن۔ تاکو مرم نہ جانا
(۴) جب ہی شرن سادھو کی آیو۔ دُرمتی سکل بناسی
تب نانک چیتیو چِنتا منی۔ کاٹی جگ کی پھانسی

(۱) رات۔ دن (۲) دوڑتا ہے (۳) کس طرح (۴) ذرا سا بھی۔
(۵) ہردیہ میں (۶) سب کی سب۔

(۹۹) راگ تلنگ (محلہ ۹)

(۱) جاگ لے رے منا! جاگ لے - کہاں غافل سویا - (ٹیک)
جو تن اُپجایا سنگ ہی - سو بھی سنگ نہ ہویا
(۲) مات پِتا سُت بندھو جن - ہت جا[۱] سیوں کینا
جیو چھُوٹیو جب دیہ سے - ڈار اگنی میں دینا
(۳) جان بُوجھ کے باورے! - تیں کاج بگاڑیو
پاپ کرت سکُچیو نہیں - نہیں گربھ نواریو
(۴) جہی بِدھ گورُو اُپدیشیا - سو سُن رے بھائی
نانک کہت پُکار کے - کہو پربھو شرنائی

---

[۱] جس سے پریم کیا ہے -

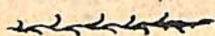
(۱۰۰) راگ تلنگ (محلہ ۹)

ہری یش رے منا! گا لے جو سنگی ہے تیرو - (ٹیک)
(۱) اوسر[۱] بیتو جات ہے - کہیو مان لے میرو
(۲) سمپتی - رتھ - دھن راج سیُون[۲] - اتی نیہ[۳] لگایو
کال پھانس جب گلے پڑی - سب بھیو پرایو
(۳) جان بُوجھ کے باورے[۴] - تیں[۵] کاج بگاڑیو
پاپ کرت سکچیو نہیں - نہیں گربھ[۶] نواریو

(۱) عمر - وقت (۲) ساتھ (۳) محبّت - پیار (۴) پاگل (۵) تُو نے (۶) اہنکار

(۴) جہی بدھ گورو اُپدیشیو۔ سو سُن رے بھائی!
نانک کہت پُکار کے۔ گہو پربھو شرنائی

(۱) جس طرح سے (۲) پربھو کے شرن پکڑو۔



(۱۰۱) راگ دھناسری (محلہ ۹)

اب مَیں کون اُپاے کروں (ٹیک)

(۱) جہی بدھ من کو سنشا چُوکے۔ بھو ندھی پار کروں
(۲) جنم پائے کچھو بھلو نہ کینو۔ تاتے ادھک ڈروں
من۔ وچ۔ کرم ہری گُن نہیں گاے۔ یہ جیہ سوچ کروں
(۳) گورو مت سُن کچھ گیان نہ اُپجیو۔ پشو جیوں اُدر بھروں
کہو نانک پربھو ورد پچھانیو۔ تب ہوں پتت تروں

(۱) جس طریقے سے (۲) سنسار سمندر (۳) من۔ بانی کرم سے (۴) چت میں۔

(۵) بخ دھرم یاپرتگیا (۶) ہُیا۔



(۱۰۲) راگ آسا (محلہ ۹)

برتھا کہوں کون سیوں من کی (ٹیک)

(۱) لوبھ گرسیو۔ دشوں وش دھاوت۔ آشا لگیو دھن کی
(۲) سکھ کے ہیت بہت دُکھ پاوت۔ سیو کرت جن جن کی

ل کہانی۔ حالت۔

دوارے دوارے سوان جیون ڈولت۔ نہ سُدھی رام بھجن کی
(۳) مانُش جنم اکارتھ کھووت۔ لاج نہ لوگ ہسن کی۔
نانک ہری یش کیوں نہیں گاوت کُمتی بناشے تن کی



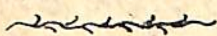
(۱۰۳) راگ سورٹھ (محلہ ۹)

من رے! کون کُمتی تَیں لینی (ٹیک)

(۱) پر دارا۔ نندا۔ رس رچیو۔ رام بھگت نہیں کینی (ٹیک)

(۲) مُکتی پنتھ جانیو تَیں ناہیں۔ دھن جوڑن کو دھایا[1]
انت سنگ کاہو نہیں دینا برتھا[2] آپ بندھایا
(۳) نا ہری بھجیو۔ نہ گورجن سیویو ناہُ اپجیو کچھو گیانا
گھٹ ہی ماہیں نرنجن تیرے۔ تَیں کھوجت اُدیانا
(۴) بہت جنم بھرمت تَیں ہاریو استھر متی نہیں پائی
مانُش دیہ پائے پد ہری بھج نانک بات بتائی

(۱) دوڑا (۲) بیفائدہ ÷

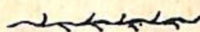


(۱۰۴) راگ مارُو (محلہ ۹)

مائی! مَیں من کو مان تیاگیو

(۱) مایا کے مدجنم سر آیو۔	رام بھجن نہیں لاگیو
(۲) یم کو ڈنڈ پڑیو سر اوپر	تب سووت تے جاگیو
کہا ہوت اب کے پچھتایو۔	چھوٹت ناہیں بھاگیو
(۳) یہ چنتا اُپجی گھٹ میں جب	گورو چرنن انو راگیو
سپھل جنم نانک تب ہُوا۔	جو پر بھو یش میں پاگیو

(۱) گنوایو۔جلایو۔کھویو (۲) سے (۳) پریتی لگائی (۴) پڑیو ؛



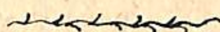
(۱۰۵) راگ دیو گندھاری دمحلہ ۹

سب کچھ جیوت کو بیو ہار (ٹیک)

(۱) مات پتا بھائی سُت باندھو	اُر پھر گھر کی نار
(۲) تن سے پران ہوت جب نیارے	ٹیرت پریت پکار
آدھ گھڑی کو ہو نہیں راکھے	گھر تے دیت نکار
(۳) مرگ ترشنا جیون جگ رچنا یہ	دیکھ ہوں ہردیہ بچار
کہو نانک بھج رام نام نت	جاتے ہوت اُدھار

(۱) بھوت (۲) ریت کا دور سے جل نظر آنا؛

(۳) ہمیشہ (۴) جس سے ؛



(۱۰۶) راگ سورٹھ (محلہ ۹)

اَے من ! رام سیوں[1] کر پریت

(۱) شروّنی[2] گوبند گن سنو ار گاؤ رسنا[3] گیت

(۲) کر سادھ سنگت - سمر مادھو - ہووے پتت پنیت

کال وِیال[4] جیون پڑیو ڈولے - مکھ پسارے میت[5]

(۳) آج کال پھنی توہی گرسے - سمجھ راکھیو چیت[6]

کہو نانک ! رام بھج لے - جات اَوسر[7] بیت

(۱) رام کے ساتھ پریت (۲) کان سے (۳) زبان سے (۴) ملک الموت رُوپی سانپ (۵) اے دوست (۶) چت (۷) عمر یا وقت ❖

(الف ۱۰۶) ٹھمری - بھیروی.

بھجو رے من رام نام سکھدائی (ٹیک)

بنا ہری بھجن مکتی نہ ہووے لاکھوں کرو اوپائی - بھجو رے

سمر سمر نرہری ہر نندن چھانڈ کے سب چترائی //

موتی جنم تو پاکر مورکھ کاہے کو آپ گنوائی //

پاپ کرم تو کر کر بندے مت کر لوگ ہنسائی //

کاہے بھٹکت مایہ کے کارن مایا نہ ہوت سہائی //

ست پت سب کچھ وار کے پیارے کرلے سپھل کمائی //

چھل اور کپٹ جو تج دے رنگ تو پاوے شاہنشاہی //

بھول جا سب کچھ آپے سہت توُ ا ارام سے لَو کو لگائی۔ بھجو رے

(۱۰۷) نظم

آخر تو باصل اصل خویش آء

(۱) تا چند تو پس روی بہ پیش آء
در کُفر مرو بسُوے کیش آء
درخیش تو خوش ہیں بہ پیش آء
آخر تو بہ اصل اصلِ خویش آء
(۲) عمرے است کاسیر غُربتی تو
پابستۂ دام محنتی تو۔
چوں گوہر کانِ دولتی تو
آخر تو باصل اصلِ خویش آء
(۳) بشکن ہلہ ہنار کالبد را
آزاد کن از زمانہ خودرا
رَو ترک بگو نیک و بد را
آخر تو باصل اصلِ خویش آء
(۴) ہرچند طلسم ایں جہانی
در باطنِ خویشتن تو کانی
بگشاے دو دیدۂ نہانی
آخر تو باصلِ اصلِ خویش آء
(۵) لعلی بہ میانِ سنگِ خارا
تا چند غلط دہی تو مارا
درچشمِ تو ظاہرست یارا
آخر تو باصل اصلِ خویش آء
(۶) حقّا کہ ز پرتوِ حقی تو
وز جوہر فقر مُطلقی تو
وز بادۂ روحِ راوقی تو
آخر تو باصلِ اصلِ خویش آء
(۷) دُنیا چو نیست زود بگذر
زآنسوے جہانِ تازہ بنگر
ہیں! عہدِ قدیم یاد آور
آخر تو باصلِ اصلِ خویش آء
(۸) ہرچند بصورت از زمینی
بسرشتۂ گوہرِ یقینی

برمخزنِ نُورِ حق امینی — آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ

(۹) چوں زادۂ پرتوِ جلالی — وز طالع سعدِ نیک فالی

از بہرِ عدم تو چند نالی — آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ

(۱۰) خود را چو بے خودی بہ بستی — مے داں کہ از خودی پرستی

وز بند ہزار دام جستی — آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ

(۱۱) در پیشِ تو داشت جام باقی — شمس تبریز شاہِ ساقی

سبحان اللہ زہے رواقی — آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ

مطلب

(۱) تُو کب تک پیچھے جائے گا۔ آگے بڑھ (یعنے کب تک تُو تنزل کرے گا ترقی کر) کُفر کی طرف مت جا بلکہ اپنی ذات کیطرف آ (یعنی کافر یا ناستک مت بن صرف اپنی ذات کو پہچان۔ ڈنک میں تُو شہد دیکھ اور آگے بڑھ۔ الغرض اپنی ذات کی طرف آ (یعنی اِس معرفت کے مُشکل راستے پر چلتے وقت تجُھے جب سخت دُکھ و تکالیف درپیش ہوں تو اِن میں راحت سمجھ۔ کیونکہ اِس راستے میں دُکھ اور تکالیف بھی راحتِ ابدی دلانیوالے ہوتے ہیں۔ اور اُن چوٹوں اور دُکھوں سے کیطرح سے بھی پست ہمت مت ہو۔ بلکہ آگے بڑھتا چل۔ اور جب تک تُو اپنی ذات کی حقیقت بخوُبی نہ پہچان لے۔ ہرگز مت ٹھہر

(۲) ایک عُمرِ بیت گئی کہ تُو غیریت (دوئی) کا قیدی بنا رہا۔ اور تکلیفوں کے جال

میں پھنسا رہا۔ چونکہ تُو دولت کی کان کا موتی ہے (یعنی لازوال خزانہ کا تُو جوہر ہے) اِس لئے تُو اپنی ذات کی حقیقت کو پہچان۔

(۳) ہوشیار ہو۔ جسم کی قید کو توڑ (لاتعلق ہو) اور اپنے تئیں زمانہ سے آزاد کر۔ (یعنے اپنے آپ کو غیر مجسم و لازوال سمجھ) جا - بُرائی اور بھلائی کو ترک کر۔ الغرض تُو اپنی ذات کی حقیقت کو پہچان

(۴) اگرچہ تُو اِس جہان میں ایک جادُو (عجیب شے) ہے اور اپنے باطن میں تُو کان (معدنِ جہان) ہے۔ تو بھی اپنی ہر دو باطنی (دِل کی) آنکھیں تو کھول۔ اور اپنی حقیقتِ ذات کو پہچان۔

(۵) نیلا پتھر (پتھروں) میں تُو لعل ہے۔ ہم کو کب تک تُو دھوکا دیتا رہے گا۔ تیری (باطنی) آنکھ میں تو بل آشکارا ہے۔ اِس لئے تُو اپنی حقیقتِ ذات کو پہچان۔

(۶) خُدا کی قسم کہ تُو حقیقت کا پَر تو (تجلّی یا عکس) ہے۔ اور مُطلقاً فقیری (لاتعلقی) کا جوہر ہے اور تُو راحتِ ابدی کی مُقطّر شراب ہے۔ اِس لئے اپنی ذاتی حقیقت کو انُوبھو کر۔

(۷) دُنیا ایک ندی ہے اِسے جلدی پار کر۔ اور اُس طرف سے (پار کے کنارے سے) تازہ جہان کو دیکھ۔ یعنی عالمِ فانی کو چھوڑ اور عالمِ بقا کی طرف مراجعت کر۔ خبردار ہو اور اپنا اقرار یاد کر (وہ اِقرار جو روزِ ازل میں تجھ سے ہُوا تھا

یا جو وعدہ تُونے ماں کے پیٹ میں ایشور سے کیا تھا۔ اُسکو یاد کر)

(۸) اگرچہ تُو ظاہر میں خاکی (زمین کا باشندہ) ہے۔ لیکن سرِشت میں (اپنی پیدائش و سیرت میں) تُو یقینی (یقیناً) موتی ہے۔ اور حقیقی نُور کے مخزن (چشمہ) پر تُو امین (امانت رکھنے والا) ہے۔ اِس لئے اپنی حقیقتِ ذات کو پہچان۔

(۹) جب تُو جلال (بزرگی) کے تجلّی (شعاع) کا جنا ہُوا ہے۔ اور نیک بخنی کے تارے سے پیدا ہونے کے سبب اچھے شگُن والا ہے۔ تو نیستی کے لئے کب تک روتا رہے گا۔ آخر کار اب تو اپنی اصلیتِ ذات کو تُو پہچان۔

(۱۰) جب تُونے اپنے تیئں بیخودی میں باندھ لیا (یعنی جب ہیٔ تُو بیخود ہو گیا) تو سمجھ لے کہ تُو خودی (آہنکار) سے چھوٹ گیا اور ہزاروں جانوں کے بند (پھانس) سے تُو کُود گیا۔ اِس لئے آخر کو اپنی اصلی ذات کی طرف تُو آ ؎

(۱۱) شمس تبریز جو شراب پلانے والوں کا بھی بادشاہ ہے اُس نے تیرے آگے بقا کی شراب کا پیالہ رکھدیا ہے۔ سبحان اللہ! یہ کیا عجیب مُنتظر ہے (اسکو پی اور آخر کار) اپنی اصلیتِ ذات کو پہچان ؎

غزل (۱۰۸)

(۱) از وہمِ خود تا کے حزیں- بر خود مبیں در خود ببیں
خود از خودی بیخود گزیں- بر خود مبیں در خود ببیں

(۲) از رنگِ خود بیرنگ شو- بیرنگ از ہر رنگ شو
فارغ ز صلح و جنگ شو- بر خود مبیں در خود ببیں

(۳) با خود بیائی خود خودی- بیخود خُدائی خود خودی
درد و دَوائی خود خودی- بر خود مبیں در خود ببیں

(۴) گر خان خانانی بوَد- ور تختِ سُلطانی بود
جُز حق ہمہ فانی بوَد- بر خود مبیں در خود ببیں

(۵) تا کے بجاہ و مالِ خود در غفلت از احوالِ خود
خود ماندہ پامالِ خود- بر خود مبیں در خود ببیں

(۶) از فہمِ خود حیراں توئی- با جسمِ خود از جاں توئی
بے جان و تن جاناں توئی- بر خود مبیں در خود ببیں

(۷) از خود اگر یکسُو شوی- بے خود سراپا او شوی
از سُوئے خود بے سُوء شوی- بر خود مبیں در خود ببیں

(۸) از دیدہ سُوئے دید شو- با وحدتِ توحید شو
تحقیق بے تقلید شو- بر خود مبیں در خود ببیں

مطلب

(۱) اپنے وہم کی وجہ سے تو کب تک مغمُوم رہے گا۔ اپنے اُوپر مت دیکھ۔ اپنے اندر دیکھ (یعنی ظاہر کو چھوڑ اور حقیقت کو پہچان) اور اپنے تئیں خودی سے بیخود ہو۔ اپنے اُوپر مت دیکھ۔ اپنے اندر دیکھ۔

(۲) اپنے رنگ سے تُو بیرنگ ہو اور ہر ایک رنگ (اسمار و اشکال) سے بھی بیرنگ ہو۔ دُنیا کے لڑائی جھگڑوں سے فُرصت پا۔ اپنے اُوپر مت دیکھ۔ اپنے اندر دیکھ +

(۳) گر تُو اپنے آپ میں آوے تو معلُوم ہو جاوے کہ اپنا آپ تُو آپ ہی ہے۔ اَے بیخود! تُو خود ہی خدائی ہے۔ دَوڑ کہ اپنی دَوا تُو خود آپ ہے۔ اپنے اُوپر مت دیکھ۔ اپنے اندر دیکھ +

(۴) خواہ تُو خانوں کا خان ہو اور خواہ تختِ سُلطانی ہو۔ یہ سب سوائے حق کے فانی ہے۔ اپنے اُوپر مت دیکھ۔ اپنے اندر دیکھ +

(۵) تُو کب تک اپنے مال و مرتبہ کی وجہ سے اپنے حال سے غافل رہیگا اپنے کو تُو خود پامال کر رہا ہے۔ اپنے اُوپر مت دیکھ اپنے اندر دیکھ +

(۶) اپنی عقل سے تُو حیران ہے اور جان سے زیادہ تو جسم کے ساتھ لگا ہُوا ہے۔ اصل میں اَے پیارے! تُو بے جسم و جان ہے (یعنی تیرا اِس فانی جِسم و جان سے کوئی حقیقتاً تعلّق نہیں) اِس لئے اپنے

اُو بر دیعنی ظاہر مت دیکھ - اپنے اندر دیکھ ÷

(۷) اَے بیخود! اگر تُو اپنے آپ سے (یعنے ظاہری جسم و جان سے) علٰحدہ ہو جائے گا تو سر سے پاؤں تک تُو وہی (اصل ذاتِ خود) ہو جائے گا اور اپنی بیرونی اسماء و اشکال کی طرف سے بے طرف (غیر متوجہ) ہو جائیگا تُو سر سے پاؤں تک تُو وہی (اصل ذاتِ خود) ہو جاوے گا یعنی محدود دائرے سے نکلکر بے پایاں سمندرِ عرفان میں مل جاویگا - اِس لئے ظاہر مت دیکھ - اندر میں دیکھ ÷

(۸) آنکھ سے بینائی کی طرف ہو یعنی باہر سے اندر کی طرف ہٹ) اور وحدہٗ لا شریک ذاتِ توحید کے ساتھ ایک ہو - اور بے تقلید تحقیق بن یعنی وہ تحقیق بن کر جو کسی کی تقلید پر مبنی نہیں ہے - اِس لئے ظاہر مت دیکھ اندر دیکھ -

غزل (۱۰۹)

جُستجو کُن جُستجو کُن جُستجو
در بر خود بیں ہمانجا است اُو

رُوئے بر گرداں ز آز و با خدا
زُود رُو کُن زود رُو کُن زود رُو

نیل در چشم دو بیں کُن دانگہے
کُو و کُو کُن کُو و کو کُن - کُو و کُو

در ہوائے ہُو بہ بزمِ عاشقاں
گفتگو کُن گفتگو کُن - گفتگو

مطلب

(۱) جُستجو کر - جُستجو کر - جُستجو کر یعنی نہایت خوب جُستجو کر، اپنی بغل میں دیکھ

یار وہیں ہے۔

(۲) لالچ سے مُنہ پھیر اور خُدا کی طرف بہت جلد رُخ کر۔ بہت جلد رُخ کر اور بہت جلد رُخ کر۔

(۳) دوَیت (غیریت) دیکھنے والی آنکھ میں نیل ڈال (یعنی اندھا کر دے) اور پھر کھو کہ وُہ کہاں ہے۔ کہ وہ کہاں ہے کہ وُہ کہاں ہے؟

(۴) عاشقوں کی محفل میں اپنے یار (خدا) کی خواہش میں تو گُفتگو کر۔ گُفتگو کر گُفتگو کر ⁂



ویراگ

(۱۱۰) راگ جنگلا تال تین - یا راگ سورٹھ (محلہ ۹)

پریتم جان لیو من ماہیں (ٹیک)

(۱) اپنے سُکھ سے ہی جگ باندھیو - کوؤ کاہو کو ناہیں
(۲) سُکھ میں آن بہت مل بیٹھت - رہت چھوں دِش گھیرے
بپتا پڑی سب ہی سنگ چھاڑت - کوؤ نہ آوت نیرے
(۳) گھر کی نار بہت ہت جاسوں - رہت سدا سنگ لاگی
جب ہی ہنس تجی یہ کایا پریت پریت کر بھاگی
(۴) یہ ودھی کو بیوہار بنیو ہے - جاسوں نیہ لگایو
انت بار نانک بن ہر جی - کوؤ کام نہ آیو

(۱) کوئی کسی کا (۲) چاروں طرف (۳) مُصیبت (۴) نزدیک (۵) پیار (۶) جیو (۷) دِیہ
(۸) محبّت - موہ ؛

(۱۱۱) راگ دیو گندھاری (محلہ ۹)

جگت میں جھوٹی دیکھی پریت (ٹیک)

(۱) پیار

(۱) اپنے ہی سُکھ سیوں[1] سب لاگے - کیا دارا[2] کیا مِیت[3]
(۲) میرو میرو سب ہی کہت ہیں - ہِت[4] سیوں باندھیو[5] چیت
(۳) انت کال سنگی نہیں کوؤ - یہ اچرج ہے رِیت[6]
(۴) من مُورکھ اجہوں[7] نہیں سمجھت - سِکھ دے ہاریو نیت[8]
(۵) نانک بھوجل[9] پار پڑے جو - گاوے پربھو کے گیت

(۱) ساتھ (۲) بیوی (۳) دوست (۴) پریم یا غرض کے ساتھ (۵) چِت پھنسایا ہُوا ہے (۶) طریقہ (۷) ابھی تک (۸) ہمیشہ (۹) سنسار-سمندر

---

(۱۱۲) راگ دھناسری - تال دھمالی (محلّہ ۹)

سادھو! رچنا رام رچائی (ٹیک)
(۱) اِک بِنسے[1] اِک استھر[2] مانے - اچرج لکھیو نہ جائی
(۲) کام کرودھ موہ بَس پرانی - ہری مورت بِسرائی
جھوٹا تن ساچا کر مانیو - جیون سُوپنا[3] رینائی[4]
(۳) جو دِیکھیے[5] سو سکل[6] بناسے - جیوں بادر[7] کی چھائی
جن نانک جگ جانیو مِتھیا - رہیو رام سَرنائی[8]

(۱) ناش ہوئے (۲) قائم مستقل (۳) رات کا (۴) نظر آوے (۵) سب کا سب (۶) بادل (۷) سایہ کی مانند (۸) رام کے شرن میں رہا

(۱۳۳) ساکی - راگ جوگیا - تال دھمالی

جگ میں کوئی نہیں جند میرئیے! ہری بنا رجھپال

(۱) دھن جوڑن نوں بہت سیانا رین دِنا یہی چنتا
انت سمے یہ سب دھن تیرا کدے نہ ہوسی منتا

(۲) کھاون پیون دے وچ رچیا بھول گیا پربھو اپنا
یہ جسنوں اپنا کر جانے ہوسی رین کا سوپنا

(۳) محل اور ماڑی اچ اٹاری ہے شوبھا دن چارری
نام بنا کوئی کام نہ آوے چھوٹن انت دی واری

(۴) جگت جنجال تیرے گل پھاسی لینی جان پیاری۔
ہری بھجن بنا اس جگ دے وچ سکے نہ کوئی اتاری

(۵) جنگل ڈھونڈن جا نہ پیارے نکٹ بسے ہری سوامی
تو جانے ہری دور بسے ہے وہ تو گھٹ گھٹ انتریامی

(۶) ہوئے اچیت سووے سن مورکھ جنم اکارتھ گنواوے
جیون سپھل تدے ہی ہووے بھگتی ہردیہ وچ آوے

(۷) بھگتی بنا سُتا اندھرانا دیکھ دیکھ کر جھورے

(۱) میری جان (۲) دن رات (۳) کبھی (۴) اچھا پھل دینے والا (۵) غلطاں ہوگیا (۶) زلت
(۷) سنسار سے پار اتارنے سے مراد ہے (۸) پاس (۹) بے خبر (۱۰) بے فائدہ، فضول (۱۱) گھور اندھکار

جب من اندر نام بسے ہے	لسن[1] سکل[2] بشورے
امرت نام بچے جب پرانی	ترکھا[3] سکل مِٹ جاوے
تپت ہرو یہ مِٹ جاوے ساری	ٹھنڈ کلیجے آوے

(۱)۔ دور بھاگیں (۲) سارے دُکھ۔ کشٹ یا پاپ (۳) پیاس۔ سب طرح کی بھوکھ ؞

(۱۱۴) ساکی۔ راگ کالنگڑا

یہ جگ سوپنا ہے رجنی[1] کا	کیا کہے میرا میرا رے (ٹیک)
(۱) مات تات سُت دارا منوہر	بھائی بندھو اور چیرا[2] رے
آپو اپنے سوارتھ کے سب	کوئی نہیں ہے تیرا رے
(۲) جنکے ہیت[3] کرت دھن سنچے	کر کر پاپ گھنیرا[4] رے
جب یم رج پکڑ لیجاوے	کوئی نہ سنگ چاہیرا رے
(۳) اونچے اونچے محل بناکے	دیس دِگنتر گھیرا رے
سب ہی ٹھاٹھ پڑا رہجاوے	ہوت جنگل میں ڈیرا رے
عطر پھلیل ملے جس تن کو	انت بھسم کی ڈھیرا رے
برہما نند سو رُوپ جن جانے	پھرت چوراسی پھیرا رے

(۱) رات (۲) شاگرد (۳) جنکی خاطر (۴) بہت بھاری ؞

(۱۱۵) راگ مارو

تو خوش کر نیند کیوں سویا ؟ (ٹیک)

(۱) جنہاں[1] گھر جھولتے ہاتھی — ہزاروں لاکھ تھے ساتھی
اُنہاں[2] کو کھا گئی ماٹی — تُو خوش کر نیند کیوں سویا
(۲) نقّارہ کُوچ کا باجے — کہ مارُو موت کا باجے
جیوں شراون[3] میگھرا گاجے — تو خوش کر نیند کیوں سویا
(۳) کہاں گئے خان مَد[4] ماتے — جو سُورج چاند چمکاتے
نہ دیکھے کہاں جی وہ جاتے — تو خوش کر نیند کیوں سویا
(۴) جنہاں گھر لعل اور ہیرے — سدا مکھ پان کے بیڑے
اُنہاں نوں کھا گئے کیڑے — تو خوش کر نیند کیوں سویا
(۵) جنہاں گھر پالکی گھوڑے — زری زربفت کے جوڑے
وہی اب موت نے توڑے — تو خوش کر نیند کیوں سویا
(۶) جنہاں دے بال تھے کالے — ملائیاں دُودھ سے پالے
وُہ آخر آگ میں ڈالے — تو خوش کر نیند کیوں سویا
(۷) جنہاں گھر پیار تھا تیرا — اُنہاں کیا خاک میں ڈیرا
نہ پھر وہ کرن گے پھیرا — تو خوش کر نیند کیوں سویا

(۱) جن کے گھر (۲) اُنکو (۳) ساون کا بادل (۴) بڑے بڑے اہنکاری مغرور امیر

(۱۲۶) راگنی بدھنس۔ تال دھیما

ایتھے رہنا ناہیں۔ مت خرمستیاں کراو (ٹیک)

(۱) تن مد، دھن مد اور راج مد پی کر مستی نہ کر او
(۲) کورو پانڈو بھوج اور بکرم دس کہاں گئے کِدھر او
(۳) رام چندر لنکیش بھبیکشن لنکا کو گئے خالی کر او
(۴) کال وارنٹ نکال اچانک تُرت لے جاسی پھڑ او
(۵) ساتھ نہ جاسی سمپت تیرے ضبط ہو جاسی گھر او
(۶) مرگھٹ دے وچ رِلسی مٹی ساڑھے تین ہاتھ بھر او
(۷) یہ دیہ کھیہ ہو جاسی پل وچ رُوپ جوبن جاسی جھڑ او
(۸) امیر کبیر نہ بچیا کوئی مُوت نُوں دے کر زر کو

(۱) رامن (۲) دھن دولت (۳) مرجھاجائے

(۱۱۷) راگ پہاڑی

دھن، زن جوبن سنگ نہ جائے پیارے! یہ سب پیچھے رہجائیں (ٹیک)

(۱) رین گنوائی دِیہ بِسارے پیارے! کھاکر دِوس گنوائے
مانش جنم اکارتھ کھویا مُورکھ! سمجھ نہ آوے (ٹیک)
(۲) دھن کارن جو ہووے دیوانہ چاروں دِشا کو دھاوے
رام نام کبھی نہ سمرے سو انتے پچھتاوے (ٹیک)
(۳) پریتی سہت مِل آووے سادھو ایشور کے گن گاویں
جسکے کئے سارا شبھ ہووے تِس کو کیا ہے بھُلاویں (ٹیک)

(۱) رات (۲) فضول۔ بیفائدہ (۳) طرف (۴) دوڑے (۵) آخر کو۔

(۱۱۸) راگ مارو

اِس تن چلنا پیارے! کہ ڈیرا جگ میں رہنا (ٹیک)

(۱) صورت یوبن بھی چل جاندا | کوئی دن دا ڈھول بجاندا
آخر ماٹی میں ملنا | کہ اِس تن چلنا
(۲) سب کوئی مطلب دا ہے بیلی | تیری جاسی جان اکیلی
اوڑک ویلا نہیں ٹلنا | کہ اِس تن چلنا
(۳) یہ تو چار دِناں دا میلا | رہنا گورو نہ رہنا چیلا
اِس تن آتش میں جلنا | کہ اِس تن چلنا
(۴) جسنوں کہے تو میری میری | یہ نہیں میری ہے نا تیری
اس نے خاک وِچ رلنا | کہ اس تن چلنا
(۵) یہ تن اپنا دیکھ نہ بھول رے | رہنا ایشور کے فنا ہے کل رے
پربھو دے بھجن بِنا گلنا | کہ اِس تن چلنا
(۶) مِٹھا بول ہتھوں کچھ دے لے | نیکی کر زندگی کا ہے ویلا
پچھوں کسے نہیں گھلنا | کہ اِس تن چلنا۔

(۱) جوان صورت آدمی (۲) کا (۳) ساتھی۔ دوست (۴) آخری وقت (۵) میں (۶) بھول رے
(۷) وقت (۸) بھیجنا۔

(۱۱۹) راگ جھنگلا

کوئی دم دا یہاں گذارا رے۔ تم کس پر پاؤں پسارا رے

(۱) یہاں پلک جھلک کا میلا ہے
کوئی پل کا یہاں گذارا رے
رہتا گورو نہ رہتا چیلا ہے
تم کس پر پاؤں پسارا رے

(۲) یہاں رات سرائے کا رہنا ہے
اُٹھ چلنا سانجھ سکارا[۲] رے
کچھ ستھر[۱] ہوئے نہ جاتا ہے
تم کس پر پاؤں پسارا رے

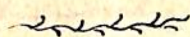
(۳) جیون جل کے بیچ پتاشہ ہے
یہ اپنی آنکھ نہارا[۳] رے
تیوں جگ کا سبھی تماشا ہے
تم کس پر پاؤں پسارا رے

(۴) دیکھن میں جو کوئی آوے ہے
یہ سبھی کال[۶] کا چارا[۷] رے
سب خاک آگ ہی جل جاوے ہے
تم کس پر پاؤں پسارا رے

(۵) یہ درِشٹ[۷] مان سب ناشی[۸] ہے
اس کال سبین کو مارا رے
اس کال کے سب گھر پھانسی ہے
تم کس پر پاؤں پسارا رے

(۶) در جن کے نوبت باجے ہیں
لشکر جن کے لاکھ ہزارا رے
وے تخت چھوڑ کر بھاجے ہیں
تم کس پر پاؤں پسارا رے

(۱) مقیم (۲) شام وصبح (۳) دیکھا (۴) اندر (۵) موت (۶) خوراک (۷) جو دیکھنے میں آرہا ہے۔ (۸) فنا یا فانی ⁂



(۱۲۰) غزل

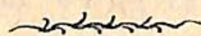
(۱) ذرا ٹک سوچ اے غافل! کہ دم کا کیا ٹھکانا ہے
نکل جب یہ گیا تن سے۔ تو سب اپنا بیگانہ ہے } ٹیک

(۲) مسافر تو ہے اور دنیا سرائے ہے بھول مت غافل!
سفر پرلوک کا آخر تجھے درپیش آنا ہے (ٹیک)

(۳) لگاتا ہے عبث دولت پہ۔ کیوں تو دل کو اب ناحق
نہ جاوے سنگ کچھ ہرگز۔ یہیں سب چھوڑ جانا ہے (ٹیک)

(۴) نہ بھائی بندو ہے کوئی۔ نہ کوئی آشنا اپنا
بخوبی غور کر دیکھا۔ تو مطلب کا زمانہ ہے (ٹیک)

(۵) رہو لگ یاد میں حق کی اگر اپنی شنما چاہو
عبث دنیا کے دھندوں میں ہوا تو کیوں دوانا ہے (ٹیک)



(۱۲۱) راگ دیو گندھاری

مان من! کیوں ابھاں کرے؟ (ٹیک)

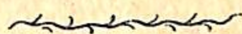
جو بن دھن کھن بھنگر تن پہ کاہے مورھ مرے؟ مان من...

جل وِچ پھین بُدبُدا جیسے چھن چھن بن بگڑے

(۱) ایک لحہ میں ناش ہونے والا ؂

تیُوں یہ دیہ رکھیہ ہوے چھن میں بھوڑ نہ دیکھ پڑے
سُندر محل بہل رتھ باہن- یہیں رہ جات دھرے
بھائی بندھو کوئی سنگ نہ لاگے- نہ کوئی ساکھ بھرے-
چام کے دیہ سے ریتہ[۲] لگاوے- اُس بن ناہیں ترے
دھرگ تو کو ارے! اتی سندر ہری- تاکی شُدھ نہ کرے
ہری چرچا ست سیوا ارچا- ان تے نپٹ ڈورے
کوکر[۵] شوکر تلیہ بھوگ[۵] رت اندھ ہوے وچرے

(۲) پھر- بعد ازاں (۳) موہ- محبت (۴) پُوجا- بھجن (۵) کتے اور سور کی طرح بھوگوں میں سارلیں عیش میں غلطاں ۞

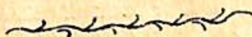


(۱۲۲) راگ ساون تال دیپ چندی
منا! میں نے رام نہ جانیا رے (ٹیک)

جیسے موتی اوس[۱] کا رے- تیسے یہ سنسار
سونے کا گڑھ[۲] لنک بنایو- سونے کا دربار
دن گنوایا کھیل میں رے! رین[۳] گنوائی سوے

دیکھت ہی کو جھلملا رہو اجات نہ لاگی بار- منا!
رتی اک سونا نہ ملا رہو ڈارو مرتی بار منا!
سور داس بھج بھگونتا ہونی ہووے سو ہو منا!

(۱) شبنم (۲) لنکا یعنے سونے کا قلعہ (۳) رات ۞



(۱۲۳) غزل

دلا غافل نہ ہو یکدم کہ دنیا چھوڑ جانا ہے | باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے

بدن نازک گلوں جیسا جو لیٹے سیج پھولوں پر | ہوویگا ایک دن مردہ یہی کیڑوں نے کھانا ہے

نہ بیلی[1] ہوویگا بھائی نہ بیٹا باپ نہ مائی | کیا پھرتا ہے سودائی عمل نے کام آنا ہے

پیارے نظر کر دیکھو پڑی چولڑیاں خالی | گئے سب چھوڑ فانی دیہ دغابازی کا[2] بانا ہے

غلط فہمی یہی تیری نہیں آرام ہے اِس جا[3] | مسافر بے وطن ہے تو کہاں تیرا ٹھکانا ہے

(۱) مددگار (۲) لباس جسم سے مراد ہے (۳) جگہ ÷

(۱۲۴) راگ ساون۔ تال دیپ چندی

چپل من اِمان کہی میری + نہ کر ہری چنتن میں دیری ۔ ٹیک

(۱) لکھ چوراسی یونی[1] بھگت کے یہ مانش تن پایو
میری ہیری کرتے کرتے ناحق جنم گنوایو

(۲) مات پِتا سُت بھرات ناری پتی۔ دیکھن ہی کے ناتے[2]
انت سمے جب جائے اکیلا۔ تو کوئی سنگ نہیں جاتے

(۳) دنیا دولت مال خزانے وِیجن[3] ادھک سہانے
پران چھوٹیں سب ہوویں پرائے مورکھ مفت لبھانے

(۱) پیدائش۔ جنم (۲) رشتے (۳) مزیدار پدارتھ ۔ (۴) غرض

(۴) کام کرودھ - مد - لوبھ - موہ - یہ پانچوں بڑے ٹیڑھے
اِن سے بچنے کے لئے تو ہری چرن چت دے رے
(۵) یوگ یگ تپ تیرتھ سنجم سادھن وید پڑھائے
ہری سمرن سم[1] ایک ہو ناہیں - بڑے بھاگیہ جو پائے

(۱) ہری سمرن کے برابر ۔

(۱۲۵) غزل

دُنیا کے جنگلوں میں ہے یہ دِل بھٹک رہا
اٹکا یہاں جو آج تو کل وہاں اٹک رہا

مسجد میں پھنس گیا کبھی مندر میں جا پھنسا
چھوٹا جو یہاں سے آج تو کل وہاں اٹک رہا

ہندوؤں کا اور کسیکو اسلام کا غرور
ایسے ہی واہیات میں ہر اک بھٹک رہا

وہ ہر جگہ موجود ہے جسکی تلاش ہے
آنکھوں کے آگے پردۂ غفلت لٹک رہا

گلزار میں ہے گُل میں ہے جنگل میں بحر میں
سینہ میں سر میں دل میں جگر میں کھٹک رہا

ڈھونڈا ہے اُسکو جس نے اُسے آنکر ملا
اٹکا جو اُسکی راہ میں اُس سے اٹک رہا

صادق و یقین کے بنا دلبر ملے کہاں
گو جنگلوں میں برسوں ہی سر کو پٹک رہا

اے پیارے! اُمید ایک پہ رکھ دلکو صاف کر
کیا وسوسہ کا کانٹا ہے دِل میں کھٹک رہا

(۱۲۶) راگ کھماچ

چنچل من نِشدِن[1] بھٹکت ہے اے جی بھٹکت ہے بھٹکاوت ہو ٹیک
جیون مرکٹ[2] ترو[3] اوپر چڑھ کر ڈار ڈار پر لٹکت ہے (ٹیک)
رُکت[4] نِیٹ[5] سے کِھن وِشین تے پھر تن ہی میں اٹکت ہے (ٹیک)
کانچ کے ہیت لوبھ کر مورکھ چِنتا منی کو پٹکت ہے
برہمانند سمیپ چھوڑ کر تُچھ وِشے رس گٹکت ہے

(۱) رات دِن (۲) بندر (۳) درخت (۴) رُکتا ہے (۵) نزدیک ؎

(۱۲۷) جھنجھوٹی ٹُھمری

بھجن بن برتھا[1] جنم گیو (ٹیک)

بال پنوں سب کھیل گنوایو جوبن[2] کام[3] بھیو
بوڑھے روگ گرسی سب کایا[4] پروش[5] آپ بھیو
جب تپ تیرتھ دان نہ کینو نا ہری نام لیو
اے من رے اِبنا پربھو سمرن جا کر نرک پیو

(۱) بے فائدہ (۲) جوانی (۳) وشے بھوگ (۴) بیماری نے بدن مبتلا کر دیا۔
(۵) دوسرے کا غلام ؎

(۱۲۸) راگ دھناسری

میرو من رے! بھج لے کرشن مُراری (ٹیک)

(۱) چار دِن کے جیون خاطر رے! کیسی جال پساری
کوئی نہ جاوت سنگ تمہارے رے! مات پِتا سُت ناری
(۲) پاپ کپٹ کر سنچت[۱] دھن کو رے۔ مورکھ موت بساری[۲]
برہمانند جنم یہ دُرلبھ رے ویت برتھا کم ڈاری

(۱) جمع (۲) بھول گیا ❊

(۱۲۹) راگ بھیروی

سُنو نر رے! رام بھجن کر لیجئے (ٹیک)

(۱) یہ مایا بجلی سے چمکارے۔ یا میں چت نہ دیجئے
پھوٹے گھٹ میں جل نہ رہا وے رے، پل پل کایا[۱] چھیجے[۲] (ٹیک)
(۲) سب ہی ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے رے۔ چلت ناری جل پیجے
برہمانند رام گُن گاوو رے۔ بھو جل پار ترت بیجے (ٹیک)

(۱) شریر۔ تن (۲) گھٹے۔ مُرجھائے ❊

(۱۳۰) ہوری۔ راگ ضلع۔ کافی

جیا[۱]! تو کو سمجھ نہ آئی۔ مُورکھ تیں عمر گنوائی (ٹیک)

(۱) اے من۔

مات پِتا سُت کُٹنب قبیلو۔ دھن جوبن ٹھکرائی

کوئی نہیں تیرو تو نہ کسی کو سنگ دیو للچائی

عمر میں تین ڈھول مڑائی۔ جیا! تو کو۔۔۔۔

راگ دویش تُوں کن سے کرت ہے۔ ایک برہم رہیو چھائی

جیسے سُوان رہے کانچ بھون میں بھونک بھونک مرجائی

خبر اپنی نہیں پائی۔ جیا تو کو۔۔۔۔

لوبھ لالچ کے بیچ توں لٹکت۔ بھٹک رہیو بھرمائی

ترکھا نہ جائے گی مرگ جل پیوت۔ اپنو بھرم گنوائی

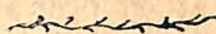
شیام کو جان لے بھائی۔ جیا! تو کو۔۔۔۔

اگم۔ اگوچر اکلنک اروپی۔ گھٹ گھٹ رہت سمائی

شور شیام۔ پربھو! تمہارے بھجن بِن کبھوں نہ رُوپ دکھائی

شیام کو آؤ لکھو سدائی۔ جیا تو کو۔۔۔۔

(۱) شیشوں کی دیواروں کا محل (۲) پیاس (۳) شہاب سے مطلب ہے (۴) غیر متحرک مقیم (۵) جو اندریوں کی پہنچ سے باہر ہو (۶) شُدھ۔ پاک مبرا از عیب (۷) نراکار۔ لاشکل۔ (۸) آؤ سمجھیں (۹) ہمیشہ ٭



(۱۳۱) راگ کھماچ تال دادرا

ترتیبر بھیو ویراگ تو مان اپمان کیا — جانیو اپنا آپ تو وید پوران کیا
خود مستی کرست تو پھر مدرا پان کیا — رنچا ردیہ ادھیاس۔ تو آتم گیان کیا
بیت راگ جب بھیئے (۳) جگت کی لوٹ کیا — نزن ورت جانیو جگت تو لاکھ کروڑ کیا
چاہ[۴] رجو سے بندھیو تو پھر مروڑ کیا — رنچا بھرانتی ساتھ تو برباد ہور کیا

(۱) ورا سا بھی جسم سے تعلق (۲) ضرورت (۳) گھاس کے تنکے کی مانند (۴) خواہش یا تمنا کی رسی سے بندھا ہوا

(۵) جھگڑا۔ فساد (۶) اور زیادہ



(۱۳۲) راگ بھیروی تال دادرا

(۱) یہ پیٹھ عجب ہے دنیا کی اور کیا کیا جنس اکٹھی ہے
یاں مال کسی کا میٹھا ہے اور چیز کسی کی کھٹی ہے
کچھ پکتا ہے کچھ بھنتا ہے۔ پکوان مٹھائی بھٹی ہے
جب دیکھا خوب تو آخر کو نہ چولھا بھاڑ نہ بھٹی ہے
غل شور بگولا آگ ہوا اور کیچڑ پانی مٹی ہے
ہم دیکھ چکے اس دنیا کو سب دھوکے کی سی ٹٹی ہے
(۲) کوئی تاج خریدے ہنس ہنس کر کوئی تخت کھڑا بنواتا ہے
کوئی رو رو ماتم کرتا ہے کوئی گور پڑا کھدواتا ہے

کوئی بھائی باپ چچا نانا کوئی بابا پوت کہاتا ہے
جب دیکھا خوب تو آخر کو نہیں رشتہ ہے نہیں ناتہ ہے (ٹیک)

(۳) کوئی بال بڑھائے پھرتا ہے کوئی سر کو گھوٹ منڈاتا ہے
کوئی کپڑے رنگے پہنے ہے کوئی ننگ منگا آتا ہے
کوئی پوجا کتھا بکھانے ہے کوئی روتا ہے کوئی گاتا ہے
جب دیکھا خوب تو آخر کو سب چھوڑ اکیلا جاتا ہے (ٹیک)

(۴) کوئی ٹوپی ٹوپ سجاتا ہے کوئی باندھ پھرے عمامہ[۲] ہے
کوئی صاف برہنہ پھرتا ہے نے پگڑی ہے[۳] نے پاجامہ ہے
کمخواب گزیں اور گاڑھے کا مت قضیہ ہے ہنگامہ ہے
جب دیکھا خوب تو آخر کو نہ پگڑی ہے نہ جامہ ہے (ٹیک)

(۱) کہے ہے سناوے ہے (۲) پگڑی (۳) نہیں ؎

(۱۳۳) راگ کھماچ - تال دادرا

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے (ٹیک)

(۱) دُنیا سے جبکہ اولیا[۱] اور انبیا[۲] اُٹھے
اجسام پاک اُنکے اِسی خاک میں رہے

(۱) بڑے بڑے پیغمبر - رشی - (۲) نبی - بڑے بڑے اوتار ؎

روحیں ہیں خوب جان میں روحوں کی ہیں مزے
یہ جسم سے تو اب یہی ثابت ہُوا مجھے (ٹیک)

(۲) وہ شخص تھے جو سات ولایت کے بادشاہ
حشمت میں جنکی عرش سے اونچی تھی بارگاہ
مرتے ہی اُنکے تن ہوئے گلیوں کی خاک راہ
اب اُن کے حال کی بھی یہی بات ہے گواہ (ٹیک)

(۳) کس کس طرح کے ہوگئے محبوب کج کلاہ[1]
تن جن کے مثلِ پھول تھے اور منہ بھی رشکِ ماہ
جاتی ہے اُن کی قبر پہ جس وم میری نگاہ
روتا ہُوں جب تو میں یہی کہہ کہہ کے دل میں آہ (ٹیک)

[1] ٹیڑھی ٹوپی والے معشوق

(۱۳۴) سائیں کی صدا (کافی)

(۱) یہ دُنیا جائے گذشتنی ہے
سائیں کی ہے یہ صدا بابا
یہاں جو ہے رُوے برفتنی ہے
تُو اِس میں دِل نہ لگا بابا

(۲) گیانی نہ رہے دھیانی نہ رہے
جو جو تھے لاثانی نہ رہے
تھے آخر کو فانی نہ رہے
اِس فانی کو کہاں بقا بابا

(۳) تھے کیسے کیسے شاہِ زمیں
تھے کیسے کیسے محل سنگیں

ہیں آج کہاں وہ مکان و مکیں نہ نشان رہا نہ پتا بابا

(۴) نہ وہ سُور[1] رہے نہ وہ بِیر[2] رہے نہ وہ شاہ رہے نہ وزیر رہے

نہ امیر رہے نہ فقیر رہے مولا کا نام رہا بابا

(۵) جو چیز یہاں ہے فانی ہے جو شے ہے آنی جانی ہے

دُنیا وہ رام کہانی ہے کچھ حال ہمیں نہ کھلا بابا

(۶) مال اعمال کو لاتے ہیں پھل ساتھ اپنے لیجاتے ہیں

جو دیتے ہیں سو پاتے ہیں ہے یُوں ہی تار لگا بابا

(۷) آنے جانے کا یہاں تار لگا دُنیا ہے اِک بازار لگا

دل اِس میں تُو نہ زِنہار لگا کب نکلا وُہ جو پھنسا بابا

(۸) یاں مرد وہی کہلاتے ہیں جو جا کر پھر نہیں آتے ہیں

جو آتے ہیں اور جاتے ہیں وُہ مرد نہیں اصلا بابا

(۹) کیوں عُمر عبث تُو نے کھوئی کچھ کرلے اب بھی خدا جوئی

میں کہتا ہُوں تجھ سے یہاں کوئی نہ رہا۔ نہ رہا۔ نہ رہا بابا

(۱۰) تہ کر تہ کر بستر اپنا باندھ اُٹھ کر رختِ سفر اپنا

دُنیا کی سرائے کو گھر اپنا تُو نے ہے غلط سمجھا بابا

(۱۱) کیا گھوڑے بیچ کے سویا ہے کیوں وقت رائگاں کھویا ہے

(۱) سورما (۲) بہادر ۔

جو سویا ہے وہ رویا ہے
جو کہتے ہیں مرد خدا بابا

(۱۲) جتنا یہ مال خزانہ ہے
اور تُو نے اپنا مانا ہے

سب چھوڑ کے یہاں سے جانا ہے
کرتا ہے اکٹھا کیا بابا

(۱۳) کیوں دل دولت میں لگایا ہے
سچ کہتا ہوں جھوٹی مایا ہے

یہ چلتی پھرتی چھایا ہے
کیا ہے اعتبار اِس کا بابا

(۱۴) دُنیا نہ کہو تُو میری ہے
غافل! دُنیا کب تیری ہے

سائیں کی جیسے پھیری ہے
پھرتا ہے تُوں اس جا بابا

(۱۵) یہ مُلک و مال۔ یہ جاہ و حشم
یہ خویش و اقارب جو ہیں ہم

سب جیتے جی کے ہیں ہمدم
پھر چلنا ہے تنہا بابا

(۱۶) جو نیک کمائی کرتے ہیں
جو سانسوں پار گزرتے ہیں

جو جیتے جی ہی مرتے ہیں
جینا ہے بس اُن کا بابا

(نوٹ) یہ غزل لالہ شوزج نراین صاحب مہر کی ہے اور نہایت ویراگ بھری سمجھنے سے باب ہذا میں شامل کردی گئی ہے ♦

غزل (۱۳۵)

(چیست دُنیا سر بسر پرسیدم از فرزانۂ
گفت یا خواب ست یا بادست یا افسانۂ

کیست آنکس کو بر و شیدا شود جاں میدہد
گفت یا دیو است یا غول است یا دیوانۂ

مطلب

(۱) مَیں نے ایک عقلمند سے پُوچھا کہ دُنیا کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ یا تو یہ خواب ہے یا ہَوا ہے۔ یا کہانی۔

(۲) پھر میں نے پُوچھا کہ وُہ کون ہے کہ جو اِس دُنیا پر شَیدا ہوتا جان دیتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ یا تو وہ دیو ہے۔ یا شیطان ہے۔ اور یا پاگل ؞

عشق (بھگتی)

(۱۳۶) راگ کھماچ۔ تال دادرا

کلیدِ عشق کی سینہ کو دیجئے تو سہی
مچا کے لُوٹ کبھی سیر کیجئے تو سہی

کرو شہید خودی کے سوار کو روکر
یہ جسم دُلدلِ[1] لیے یار کیجئے تو سہی

جلا کے خانہ و اسباب مثل نیرو[2] کے
مزا سرود کا شعلوں کا لیجئے تو سہی

ہے خم تو مَے سے لبالب یہ تشنہ کامی کیوں
لو توڑ مُہرِ خودی مَے بھی پیجئے تو سہی

اُڑا اپنی پتنگِ محبت کا چرخ سے بھی دُور
خرد کی ڈور کو اب چھوڑ دیجئے تو سہی

فراد کھائیں گے جو کہد و رام[3] ہیں ہی ہم تو
زمیں زماں کو بھی یُوں رام[4] کیجئے تو سہی

(۱) بغیر سوار یا مالک کے گھوڑا (۲) روم کے ایک بادشاہ کا نام ہے۔ جس نے ایک دفعہ اپنے مُلک کو آگ لگاکر خود پہاڑی پر چڑھ کر خوب رنگ رلیاں منائیں۔ اور جب آگ بھڑکنے پر معصوم بچوں و لوگوں کو جلتے اور تڑپھڑکتے دیکھا تو بڑی خوشی کی۔ (۳) یہ سوامی جی کا اپنا تخلص ہے (۴) تابعدار۔ غلام۔ فرماں بردار۔



(۱۳۷) راگ بہاگ۔ تال دادرا

عشق کا طُوفاں بپا ہے حاجتِ میخانہ نیست
خُوں شراب و دِل کباب و فرصتِ پیمانہ نیست

سخت مخموری ہے طاری خواہ کوئی کیا کچھ کہے
پست ہے عالم نظر میں وحشتِ دیوانہ نیست

الوداع اے مرضِ دُنیا! الوداع اے جسم و جان!
اے عطش[1]! اے جوع[2] چلو۔ اینجا کبوتر خانہ نیست

کیا تجلی ہے یہ نارِ حُسن شعلہ خیز ہے
مارے پَر ہی یہاں پر طاقتِ پروانہ نیست

مہر ہو مہ ہو دبستاں[3] ہو گلستاں کوہسار
موجزن اپنی ہے خوبی صُورتِ بیگانہ نیست

لوگ بولے گہن[4] نے سُورج کو پکڑا ہے غلط
خود ہیں تاریکی میں۔ بر من سایہ محجوبانہ نیست

اُٹھ میری جاں! جسم سے۔ ہو غرق ذاتِ رام میں
جسم بدریشور کی مُورت۔ حرکتِ فرزانہ نیست

(۱) پیاس (۲) بھوک (۳) مکتب (۴) سورج گرہن سے مراد ہے (۵) جیسے بدری نارائن جی کی مورت بالکل بحس و حرکت ہے۔ ایسے رام کا شریر اپنے انوبھو کے وقت بالکل بحس و حرکت تھا

(۱۳۸) جھنجوٹی۔ تال ٹھمری

بھاگ تنہاں دے اچھّے جنہاں نُوں رام ملے (ٹیک)

جد[1] "میں" سی تاں[2] دلبر ناسی۔ "میں" نکسی۔ پیا گھٹ گھٹ باسی

خصم[3] مرے۔ گھر وسے۔ بھاگ تنہاں دے اچھے۔ جنہاں نوں رام ملے

جد "میں" مار پچھاں[4] ول سٹیاں۔ پریم نگر چڑھ سیجے سُتیاں

عشق پلارے وسّتے[5]۔ بھاگ تنہاں دے اچھے۔ جنہاں نوں رام ملے

چادر پھوک شرع دی سیکاں۔ اکھیاں کھول۔ دلبر نوں ویکھاں

بھرم شبہے سب نسّے[6]۔ بھاگ تنہاں دے اچھے۔ جنہاں نوں رام ملے

ڈھونڈ ڈھونڈ کے عمر گنوائی۔ جاں گھر اپنے جھاتی پائی

رام سیجے[7] رام کھبے[8]۔ بھاگ تنہاں دے اچھے۔ جنہاں نوں رام ملے

(۱) جب (۲) تب (۳) خاوند۔ مُراد اہنکار سے ہے (۴) جب اہنکار کو مار کر میں نے پیچھے گرا دیا (۵) دِکھلا دے (۶) بھاگ گئے۔ دُور ہو گئے (۷) دائیں (۸) بائیں۔

(۱۳۹) راگ بھیرویں۔ تال دادرا

عقل کے مدرسے سے اُٹھ عشق کے میکدے میں آ

جامِ شرابِ بیخودی اب تو پیا جو ہو سو ہو

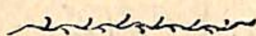
لاگ کی آگ لگ اُٹھی۔ پمبہ ساں سب جل گیا

رختِ وجود و جان و تن کچھ نہ بچا جو ہو سو ہو

ہجر کی جب مصیبتیں عرض کیں اس کے رُوبرو

نازو ادا سے مُسکرا کہنے لگا جو ہو سو ہو

عِشق میں تیرے کوہِ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو
عیش و نشاطِ زندگی سب چھوڑ دیا جو ہو سو ہو
دُنیا کے نیک و بد سے کام ہمکو نیاز کچھ نہیں
آپ سے جو گُذر گیا پھر اُسے کیا جو ہو سو ہو



(۱۷۰) راگ بھیروی۔تال دادرا

اَے دِل تو راہِ عشق میں مردانہ ہو۔مردانہ ہو
قُربان کر اپنی جان کو جانانہ ہو۔جانانہ ہو
تُو حضرتِ انساں ہے۔لازم تجھے عرفان ہے
ہرگز نہ تُو حیوان سا دِیوانہ ہو دِیوانہ ہو
ہر غم سے تُو آزاد ہو۔خورسند ہو اور شاد ہو
ہر دو جہاں کے فکر سے بیگانہ ہو بیگانہ ہو
کر ترک زُہد زاہدا مجلس نشیں رِندوں کا ہو
دیوانگی سے در گذر۔فرزانہ ہو۔فرزانہ ہو
مَیں تُوں کا منشہ عقل ہے لازم ہے تجھ کو عاقلا!
پی کر شراب بیخودی مستانہ ہو۔مستانہ ہو

(۱۴۱) لاؤنی سویا

سمجھ بُوجھ دِل کھوج پیارے! عاشق ہوکر سونا کیا
جن نینوں سے نیند گنوائی تکیہ لیف بچھونا کیا
رُوکھا سُوکھا رام کا ٹکڑہ چکنا اور سلونا کیا
پایا ہے تو کرلے شادی ہائی ہائی پر کھونا کیا
کہت کمال پریم کے مارگ[1] بیش[2] دیا پھر رونا کیا

(۱) راستہ (۲) سر

(۱۴۲) راگ کھماج۔ تال دادرا

اب تو میرا رام نام دُوسرا نہ کوئی (ٹیک)
ماتا چھوڑی پِتا چھوڑے۔ چھوڑے سگا سوئی
سادھو سنگ بیٹھ بیٹھ لوک لاج کھوئی۔ اب...
سنت دیکھ دوڑ آئی۔ جگت دیکھ روئی
پریم آنسو ڈار ڈار امر[1] بیل بوئی۔ اب....
مارگ[2] میں تارن[3] ملے سنت رام دوئی
سنت سدا شیش[4] پر رام ہردیہ ہوئی
انت میں سے تنت کاڈھیو پیچھے رہی سوئی
رانے بھیجو وِش[5] کا پیالہ پیتے مست ہوئی

(۱) ہمیشہ رہنے والی پریم کی شاخ (۲) رستہ (۳) تیرانے والا۔ پار کرنے والا (۴) سر۔ مستک (۵) زہر

اب تو بات پھیل گئی۔ جانے سب کوئی
داس میراں لعل گردھر ہونی سی سو ہوئی

(۱۴۳) راگ کالنگڑا۔ تال دھمالی

مائی میں نے گوبند لینا مول (ٹیک)
کوئی کہے مہنگا کوئی کہے سستا۔ لیا ترازو تول۔ مائی
کوئی کہے ہلکا کوئی کہے بھاری کوئی کہے انمول۔ مائی
بندرابن کی کُونج گلی میں لیا بجا کے ڈھول۔ مائی!.....
تن من دھن سب وار کے پھینکے۔ لیا مُفت کے بول۔ مائی
سارے برج میں چرچا پھیلی۔ میراں ملی گردھر دل کھول۔ مائی!...

(۱۴۴) راگ کھماج۔ تال دادرا

رام کی دِیوانی۔ میرا درد نہ جانے کوء (ٹیک)
(۱) گھائل کی گت گھائل جانے۔ جو کوئی گھائل ہوئے
شیش ناگ پہ سیج پیا کی۔ کسی بدھ ملنا ہوئے
(۲) درد کی ماری بن بن ڈولوں۔ بید ملا نہیں کوئے
میراں کی پیڑا پربھو[1] کیسے مٹیگی۔ بید سانولیا ہوئے

(۱) بھگوان کرشن سے مراد ہے۔

(۱۴۵) راگ کھماج۔تال دادرا

میرو تو گردھر گوپال۔ دُوسرا نہ کوئی (ٹیک)

(۱) جاکے سِر مور مُکٹ۔ میرو پتی سوئی
تات مات بھرات[1] بندھو۔ اپنا نہیں کوئی

(۲) چھوڑ دیئی کُل[2] کی کان۔ کیا کریگا کوئی
سنتن[3] ڈھگ بیٹھ بیٹھ۔ لوک لاج کھوئی

(۳) آنسوؤن جل سینچ سینچ۔ پریم بیل بوئی
اب تو بیل پھیل گئی۔ آنند پھل ہوئی

(۴) آئی ہیں بھگتی جان۔ جگت دیکھ موہی
داس میراں گردھر پربھو۔ تارو اب موہی

(۱) باپ ماں بھائی بندھو (۲) خاندان کی نسل (۳) سادھوؤں کے پاس۔

(۱۴۶) راگ کھماج۔ تال دادرا

میرو تو گردھر گوپال دُوسرا نہ کوئی
دوسرا نہ کوئی سادھو! دُوسرا نہ کوئی
(ٹیک)

(۱) پریم کی متھنیا ماتھی بھگتی سے بلوئی۔ گھِرت گھِرت کاڈھ لینو۔ چھاچھ پیوے کوئی
(۲) آنسوؤں جل سینچ سینچ پریم بیل بوئی۔ چھانڈ دی کُل کی ریت لاج سب گوئی

(۳) سنتن سنگ بیٹھ بیٹھ۔ لوک لاج کھوئی۔ داس میراں لال گردھر ہونی سی ہو ہوئی



(۱۴۷) ساکی - راگ جوگی

رانا جی! میں سانورے رنگ راتی (ٹیک)

(۱) جنکے پیا پردیش بست ہیں۔ لکھ لکھ بھیجت پاتی

میرو پیا میرے ہردیہ بست ہیں یہ کچھو کہیں نہ جاتی

(۲) جھوٹا سوہاگ جگت کا ری سجنی ہوے ہوے مٹ جاسی

ہیں تو ایک انیاشی وروں گی جاہے کال نہیں کھاسی

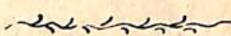
(۳) اور تو پیالہ پی پی ماتی۔ ہیں بن پئے ہی ماتی

یہ پیالہ ہے پریم ہری کا - چھکی رہوں دن راتی

(۴) میراں کے پربھو گردھر ناگر - کھول ملی ہری سے ہیں چھاتی

کوئی کہے کھری کہ کھوٹی - میری پریم کی ریتی سہاتی

(۱) بھگوان کرشن کے رنگ میں رنگی ہوئی۔ (۲) پیارے (۳) خط۔ چٹھی (۴) اے پیاری۔
(۵) جس کو یا جس سے (۶) مست ہوئی (۷) پسند آئی۔



(۱۴۸) ساکی۔ راگ جوگی

میں گردھر سنگ راتی گیتاں! میں گردھر سنگ راتی (ٹیک)

(۱) پنچ رنگ چونر رنگا دی سکھی
وا[۲] جھرمٹ میرا پیا ملیگا
(۲) سُرت[۳] نرت کا دیوا بنا کے
پریم ہٹی[۴] کا تیل منگا کے
(۳) جِسکے پیا[۵] پردیش بست ہیں
میراں کے پیا ہردیہ بست ہیں

ہیں جھرمٹ[۱] کھیلن جاتی
واہی کو گلے لگاتی
منسا[۴] کی کرلے باتی
جگ رہیو دن اور راتی
لکھ لکھ بھیجیں پاتی[۶]
نا کہیں آتی نہ جاتی

(۱) پیاری سکھیوں کے گروہ میں (۲) اُس گروہ میں (۳) دھیان - برتی (۴) من (۵) پیارے (۶) خط - پتر ؛

(۱۴۹) ساکی - راگ جوگی

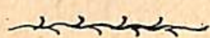
بھج من چرن کمل اوناشی (ٹیک)

(۱) جو تو[۱] ہے دیکھے دھرتی گگن بیچ[۲] تے تاتی سب اُٹھ جاسی
(۲) کہا بھیو تیرتھ برت کینے - کہا لئے کروٹ کاسی
گھر میں وستو دھری نہیں سوجھے - بن بن پھرت اُداسی
(۳) کہا[۳] بھیو جو بھگواں پہنے - گھر تج ہو سنیاسی
یوگی ہوئے یُکتی نہیں جانی - اُلٹ جنم کر پھاسی

(۱) جو بجھے (۲) وہ مایا جال (۳) کیا ہُوا ؛

(۴) عرض کروں ابلا[1] کر جوڑی[2]- ہری تمہاری داسی
میراں کے پربھو گردھر ناگر- کاٹو یم کی پھانسی

(۱) بھولی استری (۲) ہاتھ جوڑے



(۱۵۰) راگ دیش یا سوہنی- تال تیورا

یونہیں آمد آمدِ عشق کا مجھے دِل نے مژدہ سُنا دیا
خرد و حواس و شکیب نے وہیں کوچ[1] کُوچ بجا دیا
جسے دیکھنا ہی محال تھا نہ تھا جس کا نام و نشاں کہیں
سو ہر ایک ذرّے میں عشق نے مجھے اُسکا جلوہ دکھا دیا
کروں کیا بیاں میں ہمنشیں- اثر اُس کی لُطفِ نگاہ کا
کہ تعیّنات کی قید سے مجھے ایک دَم میں چھڑا دیا
وُہ جو نقشِ پاء کی طرح رہی تھی نمُود اپنے وجُود کی
سو کشش سے دامنِ ناز کی اُسے بھی زمیں سے مِٹا دیا
تیری ناصحا[2]! یہ چناں چنیں کہ ہے خود پسندی کے سب قریں
نہ دکھائی دیگی تجھے کہیں کبھی جو کسی نے سُجھا دیا
مجھے عشقِ دِل سے ہی کام تھا نہ کہ اُستخوانوں کا پھونکنا

(۱) چلنے کا نقارہ (۲) اے نصیحت کرنے والے

غضب ایک شیر کے واسطے تو نے نیستان[1] کو جلا دیا
یہ نہال شعلۂ حسن کا ترا بڑھ کے سر بفلک ہوا
میری کاہِ ہستی نے مشتعل ہو اُسے یہ نشو و نما دیا

(۱) جنگل ٭

(۱۵۱) راگ سوہنی۔ تال تیورا

خبرِ تحیّرِ عشق سُن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تُو رہا نہ تو مَیں رہا جو رہی سو بے خبری رہی
شاہِ بے خودی نے عطا کیا مجھے جب لباسِ برہنگی
نہ خِرد کی بخیہ[1] گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی
وہ جو ہوش و عقل و حواس تھے تیری یوں نگاہ نے اڑا دیئے
کہ شرابِ صد قدحِ[2] آرزو خُمِ دِل میں تھی سو بھری رہی
چلی سمتِ غیب سے اِک ہوا کہ چمن غرور کا جل گیا
وَلے شمع خانہ[3] جلا کے سب گُلِ سُرخ ساں ہی ہری رہی
وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نُسخۂ عشق کا

(۱) عقل کی چھان بین (۲) خواہشوں کے سو پیالوں کی شراب یعنی بے انتہا آرزو سے وصل کی شراب۔ (۳) گھر کا چراغ مُراد آتم دیو سے ہے ٭

کہ کتابِ عقل کی طاق پر جو دھری تھی یُوں ہی دھری رہی

تیرے جوشِ حیرتِ حُسن کا ہُوا اِس قدر سے اثر یہاں

نہ تو آئینے[۱] میں جِلا[۲] رہی نہ پری[۳] میں جلوہ گری رہی

کیا مست بادۂ[۴] عشق نے دِلِ بے نوائے سراج کو

نہ حذر رہا نہ خطر رہا۔ جو رہی سو بےخطری رہی

(۱) یہاں مُراد انتہ کرن یعنی قلب کے شیشے سے ہے (۵) چمک دمک یعنی صفائے قلب (۶) پرِی یا خیال سے مُراد ہے (۷) عشق الٰہی کی شراب یعنی پریم رس سے مُراد ہے۔

نوٹ) یہ غزل در اصل سراج کی ہے مگر سوامی جی نے تقریباً اسے آدھا بدلدیا ہے

(۱۵۲) راگ بھیروی۔تال غزل

تماشۂ جہاں ہے اور بھرے ہیں سب تماشائی

نہ صُورت اپنے دلبر سی کہیں اب تک نظر آئی

نہ اُس کا دیکھنے والا نہ میرا پُوچھنے والا

اِدھر یہ بےکسی اپنی۔ اُدھر اُس کی وہ تنہائی

مجھے یہ دُھن کہ اُس کے طالبوں میں نام ہو جائے

اُسے یہ کد[۱] کہ پہلے دیکھ لو ہے یہ بھی سودائی

(۱) ضِد۔ ہٹھ۔

مجھے مطلوب دیدار اُس کا اِک خلوت کے عالَم میں
اُسے منظور میری آزمایش میری رُسوائی۔
مجھے دھڑکا کہ آزُردہ نہ ہو مجھُ سے وہ کچھُ دِل میں
اُسے شکوہ کہ تُونے کیوں طبیعت اپنی بھٹکائی
مَیں کہتا ہُوں کہ تیرا حُسن عالم سوز ہے جاناں!
وُہ کہتا ہے کہ کیا ہو گر کرُوں مَیں زُلف آرائی
مَیں کہتا ہُوں کہ تجھُپر اِک زمانہ جان دیتا ہے
وُہ کہتا ہے کہ ہاں بے اِنتہا ہیں میرے شیدائی
مَیں کہتا ہُوں کہ دِلبر! مَیں نہیں ہُوں کیا تیرا عاشق
وُہ کہتا ہے کہ مَیں تو رکھتا ہُوں ایسی ہی رعنائی[1]
مَیں کہتا ہُوں کہ تُو نظروں سے میری کیوں ہُوا اوجھل
وُہ کہتا ہے یہی اپنی ادا مُجھکو پسند آئی
مَیں کہتا ہُوں تیرا یہ حُسن اور دیکھوں نہ مَیں اُسکو
وہ کہتا ہے کہ مَیں خود دیکھتا ہُوں اپنی زیبائی
مَیں کہتا ہُوں کہ حد پردہ کی آخر تابکے پردہ؟
وُہ کہتا ہے کہ کوئی جب تک نہ ہوا پنا شناسائی

(۱) بانکپن یا خوبصورتی ÷

مَیں کہتا ہُوں کہ اب مجھُ کو نہیں ہے تابِ فُرقت کی
وُہ کہتا ہے کہ عاشق ہو کے کیسی ناشکیبائی
مَیں کہتا ہُوں کہ صُورت اپنی دِکھلا دیجیئے مُجھکو
وہ کہتا ہے کہ صُورت میری کِسکو دیگی دکھلائی
مَیں کہتا ہُوں کہ جاناں! اب تو میری جان جاتی ہے
وُہ کہتا ہے کہ دِل میں یاد کر کیونکر بھتی وہ آئی
مَیں کہتا ہُوں کہ اِک جھلکی ہے کافی میری تسکیں کو
وہ کہتا ہے کہ بامِ طُور[1] پر بھتی کیا نِدا آئی
مَیں کہتا ہوں کہ مجھ بے صبر کو کس طور صبر آئے؟
وہ کہتا ہے کہ میری یاد کی لذّت نہیں پائی
مَیں کہتا ہُوں یہ دامِ عشق بے ڈھب تُو نے پھیلایا
وہ کہتا ہے کہ میری خود پسندی میری خودرائی[2]

(۱) اُس پہاڑ کی چوٹی پر سے مُراد ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شعلہ کی شکل میں خدا کے درشن ہُوئے اور جس سے وہ پہاڑ کوہِ طُور مشہور ہُوا۔ (۲) اپنی تجویز۔ میری مرضی یا ترنگ ؞

(۱۵۳) راگ کونبھ یا پرج - تال دھمال

ہمن ہیں عشق کے ملتے ہمن کو دولتاں کیا رے
نہیں کچھ مال کی پرواہ - کسی کی منتاں کیا رے
ہمن کو خشک روٹی بس - کمر کو ایک لنگوٹی بس
سرے پر ایک ٹوپی بس - ہمن کو عزتاں کیا رے
قبا شالا: وزیروں کو - زری زربفت امیروں کو
ہمن جیسے فقیروں کو جگت کی نعمتاں کیا رے
جنھوں کے سخن سیانے ہیں - اُنہیں کو خلق مانے ہے
ہمن عاشق دیوانے ہیں - ہمن کو مجلساں کیا رے
کیوہم درد کا کھانا - پیو ہم ہسم کا بانا
ولی بس شوق من بھانا - کسی کی مصلحتاں کیا رے

(۱) شاعر کا نام ہے۔

(۱۵۴) راگ گارا - تال دادرا

ہم کوئے درِ یار سے کیا ٹل کے جائیں گے
ہم نہ پتھر ہیں پھسلنے کہ پھسل جائیں گے
وصلِ صنم کو چھوڑ کر کیا کعبہ جائیں گے

وہاں بھی وہی صنم ہے تو کیا منہ دکھائیں گے
ہم اپنے کوئے یار کو کعبہ بنائیں گے
لیلیٰ بنیں گے ہم اُسے مجنوں بنائیں گے
غیروں سے مت ملو کہ ستمگر بنائیں گے
ہم سے ملا کرو تمہیں دلبر بنائیں گے
آسن جمائے بیٹھے ہیں در سے نہ جائیں گے
ہم کہکشاں بنیں گے تمہیں ماہ رُو بنائیں گے

(۱۵۵) راگ گارا۔ تال دھمال

کُندن کے ہم ڈلے ہیں جب چاہے تُو گلالے | باور نہ ہو تو ہمکو لے آج آزمالے
جیسی تیری خوشی ہو سب ناچ تُو نچالے | سب چھان بین کرلے ہر طور دل جمالے

راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تیری رضا ہے
یاں یُوں بھی واہ وا ہے اور وُوں بھی واہ وا ہے

یا دِل سے اب خوش ہو کر کر ہمکو پیار پیارے | یا تیغ کھینچ ظالم ٹکڑے اُڑا ہمارے
جیتا رکھے تو ہمکو یا تن سے سر اُتارے | اپنو فقیر عاشق کہتے ہیں یُوں پکارے

ٹیک

اب در پہ اپنے ہمکو رہنے دے یا اٹھا دے | ہم اس طرح بھی خوش ہیں رکھ یا ہوا بنا دے

عاشق ہیں پر قلندر رچا ہے جہاں بٹھاوے | یا عرش پر چڑھاوے یا خاک میں رلاوے

(۱۵۶) راگ سندھورا۔تال دیپ چندی

ارے لوگوں! تمہیں کیا ہے؟ یا وہ جانے یا میں جانوں
وہ دل مانگے تو حاضر ہے۔ وہ سر مانگے تو بے سر ہوں
جو مکھ موڑوں تو کافر ہوں یا وہ جانے یا میں جانوں
وہ میری بغل (میں) چھپ رہتا۔میں اسکے ناز سبھی سہتا
وہ دو باتیں مجھے کہتا یا وہ جانے یا میں جانوں
وہ میرے خون کا پیاسا۔میں اس کے درد کا مارا
دونوں کا پنتھ ہے نیارا یا وہ جانے یا میں جانوں

(۱۵۷) راگ سندھورا۔تال دیپ چندی

رہا ہے ہوش کچھ باقی اسے بھی اب نبیڑے جا
یہی آہنگ(۱) اے مطرب پیہر تک اور چھیڑے جا
مجھے اس درد میں لذت ہے اے جوش جنوں اچھا
مرے زخم جگر کے ہر گھڑی ٹانکے ادھیڑے جا

(۱) راگ۔سُر تال۔

اَرے ہٹ ناخدا! پتوار مُڑ لے۔ ٹُوٹ پر طوفاں

اَڑا ڑا دھم۔ اڑڑا ڑا دھم کراروں کو تھپیڑے جا

اُکھڑتا دم۔ کلیجہ مُنہ کو آتا۔ زار بیتابی

یہی ساحل پہ آتا ہے لگے ہیں پار بیڑے جا

ہے نالہ زار نے پایا سُراغِ ناقۂ لیلیٰ

مبادا قیس[1] آ پہنچے حُدی[2] کو زور چھیڑے جا

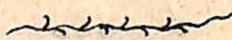
کہاں لذّت کہاں کا درد؟ طُوفاں کیسا؟ زخمی کون؟

حقیقت پر پہنچتے ہی مِٹے کیا خوب جھیڑے[3] جا

ہیں ہم تُم داخِل دفتر خُم[4] مے میں ہے دفتر گُم

نہ مُجرِم مُدّعی باقی۔ مِٹے کیا خوش بکھیڑے جا

(۱) مجنوں (۲) اُونٹ کو ہانکنے کی آواز (۳) جھگڑے وغیرہ (۴) شراب کا مٹکا۔ یعنی پریم رس کے بھنڈار ہیں۔ مُراد حقیقی عشق کی شراب سے ہے۔



(۱۵۸) راگ گارا۔ تال دھمال

کس کس ادا سے تُو نے جلوہ دِکھا کے مارا

آزاد ہو چلے تھے بندہ بنا کے مارا

خود بول اُٹھا اناالحق خود بن کے شرع تُو نے

اِک مردِ حق کو ناحق سُولی چڑھا کے مارا

کیوں کوہکن پہ تُو نے یہ سنگ ریزیاں کیں

لی اُس کی جانِ شیریں تیشہ اُٹھا کے مارا

پہلے بنا کے پُتلا۔ پُتلے میں جان ڈالی

پھر اُس کو خود قضا کی صورت میں آکے مارا

گردن میں قمریوں کی اُلفت کا طوق ڈالا

بُلبُل کو پیارے! تُو نے گُل بن کے خود ہی مارا

آنکھوں میں تیری ظالم چھریاں چھُپی ہُوئی ہیں

دیکھا جدھر کو تُو نے پلکیں اُٹھا کے مارا

غُنچے میں آکے مہکا۔ بُلبُل میں جا کے چہکا

اس کو ہنسا کے مارا اُسکو رُلا کے مارا

(۱) فرہاد سے مُراد ہے ÷

(۱۵۹) راگ تلنگ۔تال دادرا

ایک ہی دِل تھا سو وہ بھی دلبر لے گیا اب کیا کروں

دُوسرا پاتا نہیں کس کو کہوں اب کیا کروں

لے چکا تھا جانِ جاں کو تو پہلے ہاتھ سے

پھر بھی حملے کر رہا کس کو کہوں اب کیا کروں

ہم تو در پر منتظر تھے تشنۂ دیدار کے

پہنچتے بسمل کیا کس کو کہوں اب کیا کروں

یاد داشت کے لئے رہتا تھا فوٹو جسم و جاں

وہ بھی زایل کر دیا کسکو کہوں اب کیا کروں

یار کے منہ پر جھروکے سے نظر اِک جا پڑی

دیکھتے گھائل ہوئے کس کو کہوں اب کیا کروں

آپ کو خود قتل کر پھر آپ ہی اِک رہ گئے

واہ نزاکت آپ کی کسکو کہوں اب کیا کروں

(۱۶۰) راگ رام کلی

سیّونی۔ میں پریتم پیا کو مناؤنگی۔ اِک پل بھی اُسے نہ رساؤنگی (ٹیک)

نیں ہردیہ کا کروُنگی بچھونا۔ پریم کی کلیان بچھاؤنگی۔ سیّونی! میں

تن من دھن کی بھینٹ دھروُنگی۔ ہوں میں خوب مٹاؤنگی۔ سیّونی

بن پیا دکھ بہت ہووت ہے بھوجوناں بھرماؤنگی۔ سیّونی! میں

بھید کھید کو دور چھوڑ کر۔ آتم بھاؤ رجھاؤنگی۔ سیّونی! میں

(۱) پتی۔ مالک۔ خاوند۔ کُل (۲) ناراض کرونگی (۳) اہنکار۔ خودی (۴) بہت دفعہ پیدایش۔ بار بار جنم

جے[1] کہیا پیا نہیں مانے میرا۔ میں آپ گلے لگ جاؤنگی۔ سیّونی!
پیا گلے لاگی ہوئی بڈ[2] بھاگی۔ جنم مرن چھٹ جاؤنگی۔ سیّونی!
رام پیا مورے پاس بست ہیں۔ میں آپ پیا ہو جاؤنگی سیّونی!

(۱) اگر (۲) خوش نصیب ؂

(۱۶۱) راگ بِرج۔ تال رُوپک

جس کو شُہرت بھی ترستی ہو وہ رُسوائی[1] ہے اور
ہوش بھی جس پر پھڑک جائیں وُہ سودا[2] اور ہے
بن کے پروانہ ترا آیا ہُوں میں اے شمعِ طُور
بات وُہ پھر چھڑ نہ جائے یہ تقاضا اور ہے
دیکھتا ذوقِ تکلم[3]! یہاں کوئی مُوسیٰ نہیں
جو مِری آنکھوں میں پھرتا ہے وہ شیشہ اور ہے
یُوں تو اَے صیّاد! آزادی میں ہیں لاکھوں مزے
دام کے نیچے پھڑکنے کا تماشہ اور ہے
جان دیتا ہُوں تڑپ کر کُوچۂ اُلفت میں مَیں
دیکھ لو تُم بھی کوئی دم کا تماشا اور ہے

(۱) بدنامی (۲) پاگل پن (۳) اشتیاقِ کلام ؂

تیرے خنجر نے جگر ٹکڑے کیا اچھا کیا
کچھ میرے پہلو میں لیکن چلبلا سا اور ہے
بھیس بدلے محفلِ اغیار(۱) میں بیٹھے ہیں ہم
وہ سمجھتے ہیں یہ کوئی اوپرا سا اور ہے

(۱) غیر لوگوں کی مجلس

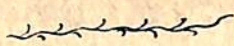
(۱۶۲) راگ بھیروی - تال دادرا

(۱) عاشق جہاں میں دولت و اقبال کیا کرے
ملک و مکان و تیغ و تبر ڈھال کیا کرے
جس کا لگا ہو دل وہ زر و مال کیا کرے
دیوانہ جاہ و حشمت و اجلال کیا کرے
بے حال ہو رہا ہو سو وہ حال کیا کرے
گاہک ہی کچھ نہ لیوے تو دلّال کیا کرے

(۲) مرنے کا ڈر ہے اُن کو جو رکھتے ہیں تن میں جاں
اور وہ جو مر گئے تو اُنہیں موت پھر کہاں
محتاج پتھروں کو ترستے ہیں ہر زماں
اور جن کے ہاتھ کانِ جواہر لگے میاں

وہ پھر اِدھر اُدھر کے دُرّو لعل کیا کرے
گاہک ہی کچھ نہ لیوے تو دلّال کیا کرے

(۳) پالا ہے جن سواروں نے یاں خر کو آشکار
کُتّے کی پیٹھ پر نہیں چڑھ سکتے زینہار
اور جو پھلانگ مار کے ہو چرخ پر سوار
وہ فیل و اسپ و زر و سیاہ لال کیا کرے
دیوانہ جاہ و حشمت و اجلال کیا کرے
گاہک ہی کچھ نہ لیوے تو دلّال کیا کرے



(۱۶۳) راگ دیش۔ تال تین

گُم ہُوا جو عشق میں پھر اُس کو ننگ و نام کیا؟
دَیر کعبہ سے غرض کیا۔ کُفر کیا اسلام کیا؟
شیخ جی جاتے ہیں میخانہ سے منہ کو پھیر پھیر
دیکھئے مسجد میں جا کر پائیں گے انعام کیا؟
مولوی صاحب سے پوچھے تو کوئی ہے جسم کیا؟
رُوح کیا ہے دم ہے کیا؟ آغاز کیا انجام کیا؟
دم کو لے کر سم و بکمٌ بے صبر سا بیٹھ رہے

(۱) چپ چاپ یا بہرہ گونگا

کوچۂ دِلدار میں واعظ سے ہم کو کام کیا؟
یار میرا مجھ میں ہے میں یار میں ہوں بالضرور
وصل کو یہاں دخل کیا اور ہجر نافرجام کیا؟
تجھ میں میں اور مجھ میں تو آنکھیں ملا کر دیکھ لے
اور گر دیکھے نہ تو تو مجھ پہ ہے الزام کیا؟
پختہ مغزوں کے لئے ہے رہنما میرا سخن
حافظا! حاصل کریں گے اس سے مردِ[1] خام کیا؟

(۱) کچے دماغ کے لوگ ۔

(۱۶۴) راگ بھیروی تال دیپک

جو مست ہیں ازل کے اُن کو شراب کیا ہے
مقبول خاطروں کو پُرسے کباب کیا ہے؟
کیوں مُنہ چھپاؤ ہم سے تقصیر کیا ہماری
ہر دم کی ہمنشینی پھر یہ حجاب کیا ہے
ہو پاس تم ہمارے ہم ڈھونڈتے ہیں کس کو
مُنہ سے اُٹھا دکھانا زیرِ نقاب کیا ہے

(۱۶۵) غزل۔ راگ سوہنی

جس پریم رس چاکھا نہیں۔ امرت پیا تو کیا ہُوا
جس عِشق میں سر نہ دیا مُجگ مُجگ جِیا تو کیا ہُوا

مشہور ہُوا پنتھ میں۔ ثابت نہ کیا آپ کو
عالم و فاضل ہوے کے دانا ہُوا تو کیا ہُوا

اَوروں نصیحت ہے کرے اور خود عمل کرتا نہیں
دل کا کفر ٹوٹا نہیں حاجی ہُوا تو کیا ہُوا

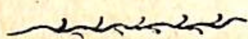
دیکھی گلستاں بوستاں مطلب نہ پایا شیخ کا
ساری کتابیں یاد کر حافظ ہُوا تو کیا ہُوا

جب تک پیالہ پریم کا پی کر مگن ہوتا نہیں
تار منڈل باجتے ظاہر سُنا تو کیا ہُوا

جب پریم کے دریاؤ میں غرقاب یہ ہوتا نہیں
گنگا جمن گوداوری نہاتا پھرا تو کیا ہُوا

پریتم سے کنچت پریم نہیں۔ (۱)پریتم پکارت دن گیا
مطلوب حاصل نہ ہُوا رو رو مُوا تو کیا ہُوا

(۱) پریتم۔ پیارا۔ دلبر ؎



(۱۶۶) راگ بروا

اب میں اپنے رام کو رجھاؤں ۔ بہ[1] بھجن گن گاؤں (ٹیک)
(۱) ڈالی چھیڑوں نہ پتہ چھیڑوں ۔ نہ کوئی جیو ستاؤں
پات پات میں پربھو بستا ہیں ۔ واہی کو سیس نواؤں (ٹیک)
(۲) گنگا جاؤں نہ جمنا جاؤں ۔ نا کوئی تیرتھ نہاؤں
اڑسٹھ تیرتھ گھٹ کے بھیتر ۔ تن ہی میں مل مل نہاؤں (ٹیک)
(۳) اوشد کھاؤں نہ بوٹی لاؤں ۔ نا کوئی بید بلاؤں
پورن بید ملے اِبناسی ۔ واہی کو نبض دکھاؤں (ٹیک)
(۴) گیاں کٹھارا کس کر باندھوں ۔ سُرت کمان چڑھاؤں
پانچوں چور بسیں گھٹ بھیتر ۔ تن کو مار گراؤں
(۵) یوگی ہووں نہ جٹا بڑھاؤں ۔ نہ انگ بھبھوت رماؤں
جو رنگ رنگے آپ بدھاتا ۔ اور کیا رنگ چڑھاؤں
(۶) چندر سورج دوؤ سم کر راکھو ۔ رنج من سیج بچھاؤں
کہت کبیر سنو بھائی سادھو ۔ آوا گمن مٹاؤں۔

(۱) بیٹھ کر (۲) سر جھکاؤں۔



(۱۶۷) راگ سندھڑا تال ڈھائی

عِشق ہووے تو حقیقی عِشق ہونا چاہیئے
اِس سِوا جتنے ہیں عاشق اُن پہ رونا چاہیئے

عَیش و عِشرت میں گزارا روز سارا گرچہ تُم
رات کو حق[1] یاد کرکے تب تو سونا چاہیئے

بیج بو کر پھل اُٹھایا خُوب تُم نے ہے یہاں
عاقبت کے واسطے بھی کچھ تو بونا چاہیئے

یہاں تو سوئے شوق سے تُم بستر کمخواب پر
سفر بھاری سر پہ ہے وہاں بھی بچھونا چاہیئے

ہے غنیمت عُمر یارو۔ جان کو جانو عزیز
رائگاں اور مُفت میں اسکو نہ کھونا چاہیئے

گرچہ دِلبر ساتھ ہے۔ بِن جُستجُو مِلتا نہیں
دُودھ سے ماکھن جو چاہو تو بلونا چاہیئے

یادِ حق دن رات رکھ جنجالِ دُنیا چھوڑ دے
کچھ نہ کچھ تو لُطفِ خالص تجھ میں ہونا چاہیئے

(۱) اپنی اصلی ذات۔ ایشور ٭

(۱۶۸) راگ سندھڑا- تال ڈھائی

پریت نہ کی سروپ سے تو کیا کیا کچھ بھی نہیں
جان دلبر کو نہ دی پھر کیا دیا کچھ بھی نہیں

ملک گیری میں سکندر سے ہزاروں مر مٹے
اپنے پہ قبضہ نہ کیا- کیا کیا؟ کچھ بھی نہیں

دیوتاؤں نے سوم رس پیا تو پھر بھی کیا ہوا
پریم رس گر نہ پیا- تو کیا پیا؟ کچھ بھی نہیں

ہجر میں دلبر کے ہم جو عمر پائی خضر کی
یار اپنا نہ ملا تو کیا جیا؟ کچھ بھی نہیں

(۱۶۹) راگ مانڈ- تال چپچل

آؤنگا نہ جاؤنگا- مرونگا نہ جیونگا
ہری کے بھجن پیالہ- پریم رس پیونگا } ٹیک

(۱) کوئی جاوے مکے کوئی جاوے کاشی
دیکھو رے لوگو! دوہاں گل[1] پھانسی (ٹیک)

(۲) کوئی پھیرے مالا کوئی پھیرے تسبیح
دیکھو رے سادھو! یہ دونوں ہیں قصبی[2]

(۱) گلہ میں (۲) پیشہ ور۔

(۳) کوئی پُوجے مڑھیاں کوئی پوجے گوراں
دیکھو رے سنتو! میں لُٹ گئی چوراں (ٹیک)
(۴) کہت کبیر سُنو میری لوئی
ہم نہیں مرنا رووے نہ کوئی (ٹیک)

(۱) قبریں (۲) کبیر کی عورت کا نام ہے۔

(۱۷۰) راگ آسا

کھیڈن دے دِن چار نی! وطن تُساڈے مُڑ نہیں او آؤنا (ٹیک
چولا چُنڑی ساؤں ماپیاں دِتڑا۔رُوپ دِتا کرتار نی! وطن تُساڈڑے۔۔
(۱) انبڑ بھولی کتیا لوڑے بہٹ پیہیاں پُونیاں۔بھٹ پئے گوڑے
ترکلے دے دُل چار نی! وطن تُساڈے مڑ نہیں او آونا
رَل مِل سیاں کھیڈن چلیاں۔کھیڈ کھیڈ ندری نوں کنڈا پڑیا
وِسر گیا گھر بار نی! وطن تُساڈے مُڑ نہیں او آونا

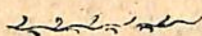
(۱) ماں (۲) کاتا ہوا سُوت مانگے (۳) رُوئی کی پُونی (۴) رُوئی کا گُچھا
(۵) چرخے کا تکلہ (۶) کانٹا چُبھ گیا (۷) بھُول گیا ÷

(۱۷۱) راگ آسا

کرساں میں سوئی شنگار نی! جس روچ پیا میرے بس آوے (ٹیک)

جس بھوش وچ ہووے نہ دوش - سوئی میرے درکارنی ! جس وچ ...
گجریاں وتّگاں نوں ہن شنگّاں - کچا کچ اُتارنی ! جس وچ ....
نام دا ناماں - پریم دا دھاگا - پادان گل وِچ ہارنی ! - جس وچ ..
یا داگی پچھے ہیں نِرلجّے - جھانجر پیا دا پیارنی ! جس وچ ....

(۱) لاج و شرم سے رہت حالت ؂



(۱۷۴) راگ پیلو - تال دیپ چندی

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے (ٹیک)

(۱) غلط ہے کہ دیدار کی آرزو ہے
تیرا جلوہ اَے جلوہ گر کو بکو ہے[1]
غلط ہے کہ مجھکو تیری جستجو ہے
حضوری ہے ہر وقت تو رُو برو ہے (ٹیک)

(۲) ہر اک گل میں بُو ہو کے تو ہی بسا ہے
چمن فیض و قدرت سے تیرے ہرا ہے
صداہائے[2] بلبل میں تیری ہی نوا[3] ہے
بہارِ گلستاں میں جلوہ تیرا ہے (ٹیک)

(۳) نباتات میں تو نمو[4] ہے شجر کی
تو حیواں میں طاقت ہے سیر و سفر کی
جمادات میں آبرو بحر و بر کی
تو انساں میں قوت ہے نطق و نظر[5] کی (ٹیک)

(۴) گھٹا تو ہی اٹھتا ہے گھنگھور ہو کر
نہاں تو ہی طوفاں میں ہے زور ہو کر
چھپا تو ہی ہے بحر میں شور ہو کر
عیاں تو ہی موجوں میں جھکجھور ہو کر (ٹیک)

(۱) کوچہ بکوچہ میں (۲) آوازوں میں (۳) سُر - گیت (۴) نشو و نما (۵) بولنے دیکھنے کی طاقت

(۵) تری ہے صدا رعد میں گر کڑک ہے
یہ قوسِ قزح ہی میں تیری جھلک ہے
تری ہے ضیا برق میں گر چمک ہے
جواہر کے رنگوں میں تیری ڈلک ہے (ٹیک)

(۶) زمین و آسماں تجھ سے معمور ہیں سب
تجلّی سے کون و مکاں نور ہیں سب
زمان و مکاں تجھ سے بھرپور ہیں سب
نگاہوں میں میری جہاں طور ہیں سب (ٹیک)

(۷) حسینوں میں تو حسن و ناز و ادا ہے
مجاز و حقیقت میں جلوہ ترا ہے
تو عشاق میں عشق و صدق و صفا ہے
جہاں جایئے ایک تو رہنما ہے (ٹیک)

(۸) مکاں تیرا ہر ایک اے لامکان ہے
نہ خالی زمیں ہے نہ خالی زماں ہے
نہاں ہر جگہ تیرا اے بے نشاں ہے
کہیں تو نہاں ہے کہیں تو عیاں ہے (ٹیک)

(۹) تیرا لامکاں نام زیبا نہیں ہے
کہیں ماسوا میں نے دیکھا نہیں ہے
مکاں کونسا ہے تو جس جا نہیں ہے
مجھے غیر کا وہم ہوتا نہیں ہے (ٹیک)

(۱۰) زمین و زماں نور سے ہیں منوّر
جہاں میں دل راستاں ہے تیرا گھر
مکین و مکان ذات کے تیرے مظہر
ادھر اور ادھر سے میں اس گھر میں آ کر (ٹیک)

(۱) بجلی کی گرج (۲) روشنی ۔ چمک (۳) اندر دھنش (۴) تیز چمک (۵) سب مقام ۔ دنیا (۶) کوہِ طور کی طرح چمکیلے (۷) عاشق بھگت (۸) جگہ (۹) جائے ظہور (۱۰) سچے پرشوں ۔

(۱۷۳) راگ گارا ۔ تال دادرا

(۱) ہر آن میں ہر بات میں ہر ڈھنگ میں پہچان

عاشق ہے تو دلبر کو ہر اِک رنگ میں پہچان (ٹیک)

تنہا نہ اسے اپنے دلِ تنگ میں پہچان

ہر باغ میں ہر دشت میں ہر سنگ میں پہچان

بے رنگ میں بارنگ میں نیرنگ میں پہچان

ہر تال میں ہر راگ میں ہر آہنگ میں پہچان

نت روم میں اور ہند میں اور زنگ میں پہچان

عاشق ہے تو دلبر کو ہر اِک رنگ میں پہچان (ٹیک)

(۲) منزل میں مقامات میں فرسنگ میں پہچان

ہر راہ میں ہر ساتھ میں ہر سنگ میں پہچان

ہر عزم ارادہ میں ہر اُمنگ میں پہچان

ہر دھوم میں ہر صُلح میں ہر جنگ میں پہچان

ہر آن میں ہر بات میں ہر ڈھنگ میں پہچان

عاشق ہے تو دلبر کو ہر اِک رنگ میں پہچان (ٹیک)

(۳) ہنستا ہے کوئی شاد کسی کا ہے بُرا حال

روتا ہے کوئی ہو کے غم و درد میں پامال

ناچے ہے کوئی شوخ بجاتا ہے کوئی تال

پہنے ہے کوئی چیتھڑے اوڑھے ہے کوئی شال

کرتا ہے کوئی ناز دکھاتا ہے کوئی مال
جب غور سے دیکھا تو اُسی کی ہے یہ سب چال
ٹیک

(۱۴۷) راگ بھیروی۔تال غزل

(۱) کہا جو ہم نے در سے کیوں اُٹھاتے ہو
کہا کہ اِس لئے تم یاں جو گُل مچاتے ہو
(۲) کہا لڑاتے ہو کیوں ہم سے غیروں کو ہر دم
کہا کہ تم بھی تو ہم سے نگہ لڑاتے ہو
(۳) کہا جو حالِ دل اپنا تو اُس نے ہنس ہنس کر
کہا غلط ہے یہ باتیں جو تم بناتے ہو
(۴) کہا جتاتے ہو کیوں ہم کو ہر روز ناز و ادا
کہا تم بھی تو چاہت ہمیں جتاتے ہو
(۵) کہا کہ عرض کریں ہم پہ جو گذرتا ہے
کہا خبر ہے ہمیں۔ کیوں زباں پہ لاتے ہو
(۶) کہا کہ رُوٹھے ہو کیوں ہمسے کیا سبب اسکا
کہا سبب ہے یہی تم جو دِل چھپاتے ہو
(۷) کہا کہ ہم نہیں آنے کے یہاں۔ تو اُسنے نظیر

کہا کہ سوچو تو کیا آپ سے تمُ آتے ہو؟



(۱۷۵) راگ بہاگ

ٹُک بُوجھ کون چھُپ آیا ہے (ٹیک)

(۱) اِک نُقطہ میں جو پھیر پڑا
تب عَین غَین کا نام دھرا
جب نُقطہ دُور کیا تب پھر
عَین ہی عَین کہایا ہے (ٹیک)

(۲) تُسِیں عِلم کتاباں پڑھ دے ہو
کیوں اُلٹے معنی کردے ہو
بے مُوجب عَیبیں لڑدے ہو
کیہا اُلٹا وید پڑھایا ہے (ٹیک)

(۳) دُوئی دُور کرو کوئی شور نہیں
ہندو تُرک سبھی کوئی ہور نہیں
سب سادھ لکھو کوئی چور نہیں
گھٹ گھٹ میں آپ لکھایا ہے (ٹیک)

(۴) نا میں مُلّا۔ نا میں قاضی
نا میں شیخ سیّد نہ حاجی
بُلھیا! شَوہ نال لائی بازی
انہد شبد کہایا ہے (ٹیک)

(۱) آپ (۲) کہا (۳) اور (۴) جانو (۵) اپنے تئیں۔ مالک کے ساتھ۔

(۱۷۶) کافی

عِشق دی نوِیُوں نوِیں بہار

جاں میں سبق عشق دا پڑھیا۔ مسجد کولوں جیوڑا ڈریا

(۱) جب میں (۲) سے (۳) من۔ دل۔

ڈیرے جا ٹھاکر دے وڑیا
جان ہیں رمز عشق دی پائی
اندروں باہر ہوئی صفائی
ہیر رانجھے دے ہو گئے میلے
رانجھا یار مُبّل[۵] وچ کھیلے
بید قرآن پڑھ پڑھ تھکّے[۶]
نا[۷] رب تیرتھ ناں رب مکّے
پھوک مُصلّے تے بھن سُٹ لوٹا
عاشق کہندے دے دے ہوکا
عمر گنوائی وچ مسیتی
کدے نماز وحدت نہ کیتی
عشق بُھلایا سجدہ تیرا
بلّھا ہوندا چُپ بُھنیرا[۱۱]

جتھے[۱] وجدے ناد[۲] ہزار عشق دی
مینا طوطا مار گوای
جتول[۳] ویکھاں یار و یار عشق دی
بُھلّی[۴] ہیر ڈھونڈیندی بیلے
سُدھ نہ رہی اور عشرت سمبھال عشق دی
سجدیاں کردیاں گھس گئے متھے
جن پایا تس نور جمال عشق دی
نہ پھڑ تسبیح عاصا سوٹا[۸]
ترک حلالوں کھا مردار عشق دی
اندر بھریا مال پلیتی[۹]
ہُن[۱۰] کی کرنا ہیں شور پکار عشق دی
ہُن کیوں اینویں پاویں جھیڑا
پر عشق کریندا مار و مار عشق دی

(۱) جہاں (۲) آواز یا گھنٹے (۳) جس طرف (۴) جنگل (۵) بغل میں (۶) نہیں۔ نہ (۷) ڈنڈا (۸) مُراد یہ ہے کہ بکروں کو حلال کرکے کھانا چھوڑ دے البتہ اپنے نفس (اہنکار) کو مُردہ کرکے کھا ٭
(۹) مکروہ خیالات سے مُراد ہے (۱۰) اب کیا کرتا ہے (۱۱) بہت ٭

(۱۷۷) کافی

کھو پردہ کس توں راکھیدا
پہلاں آپے ساجن ساجی دا
ہُن آیا آپ نظارے نوں
شاہ شمس دی کھل لہایو
ذکریئے سر کلوتر دھرایو
ہُن ساڈے وَل دھایا ہے
کتے بُلہا نام دھرایا ہے

کیوں اوہلے بہ بہ جھاکیدا (ٹیک)
ہُن دسدا ہیں سبق نمازی دا
وِچ لیلے بن بن جھاکیدا۔کھوپردا
منصور نوں چا سُولی دوایو
کی لیکھا رہیا باقی دا۔کھو پردا۔۔
نہ رہندا چھپا چھپایا ہے
وِچ اوہلا رکھیا خاکی دا۔کھو پردا۔۔

(۱) اب (۲) چمڑا (۳) اُستروائی (۴) آرہ سے مراد ہے (۵) کہیں (۶) بدن یا جسم سے مراد ہے

(۱۷۸) کافی

ہُن کس تھیں آپ چھپائی دا
کِتے مُلاں ہو بلیندے ہو
کِتنے رام دوہائی دیندے ہو
"میں" میری ہے کہ تیری ہے
ڈھیری بھسم کی کھیری ہے
کِتے بسیر چوڑا پائی دا
کِتے آدم حوا بن آئیدا
باہر ظاہر ڈیرا پایو
جگ تے اپنا آپ لکھایو

ہُن کس تھیں آپ چھپائی (ٹیک)
کِتے سنت فرض دسیندے ہو
کِتنے ماتھے تلک لگائی دا۔ہُن
پر انت بھسم کی ڈھیری ہے
ڈھیری نوں ناچ نچائی دا۔ہُن کس۔۔
کِتے جوڑا شان ہنڈائی دا
کِتے بُھتھوں بھی بُھل جائیدا۔ہُن کس
آپے ڈھوں ڈھوں ڈھول بجایو
پھر عبداللہ دے گھر دھائی دا۔ہُن۔۔

(۱) مجھ سے۔

جو یاد تساڈی کردا ہے
اوہ مویا بھی تیتھوں ڈردا ہے
بندرابن میں گئو چراویں
مکے داین حاجی آویں
منصور تساں ول آیا ہے
میرا بیرنہ بابل جایا ہے؟
بلھا شوہ اہن ا صیح سنبھالتے ہو
رکتے آتے ہو کتے جاتے ہو

اوہ مویاں توں اگے مردا ہے
مت مویاں نوں مار کھائی داہین۔۔
لنکا چڑھ کے ناد بجاویں
واہ واہ رنگ وٹائی داہین۔۔۔
تسیں شولی پکڑ چڑھایا ہے
تسیں خون دیو میرے بھائیدا ہین۔۔
ہر صورت نال بچھاتے ہو
ہن تیتھوں بھل نہ جائیدا ہین۔۔

(۱) آپ کی (۲) مرنے سے بھی پہلے (۳) تمہاری طرف (۴) جانباز۔ بہادر۔ بھائی۔ (۵) باپ سے پیدا ہوئی۔ یہاں مراد ایشور روپی باپ سے ہے۔ (۶) اب۔

(۱۷۹) کافی

اکو الف تیرے درکار (ٹیک)

علموں بس کریں اویار
علم نہ آوے وچ شمار
جاندی عمر نہیں اعتبار
پڑھ پڑھ علم لگاویں ڈھیر
کردے چانن وچ انھیر
پڑھ پڑھ شیخ مشائخ ہویا
جاندی وار نین بھر رویا
پڑھ پڑھ علم ہویا بورانا
اینہہ کی کیتا یار! بھانا

اکو الف تیرے درکار
علموں بس کریں اویار۔ اکو الف
قرآں کتاباں چار چوفیر
باہجوں رہبر خبر نہ سار۔ اکو الف
بھر بھر پیٹ نیند بھر سویا۔
ڈوبا وچ آرار نہ پار۔ علموں
بے علماں نوں کٹ اٹ کھانا
کریں ناہیں کدے انکار۔ علموں

(۱) چاروں طرف (۲) اندھیرا (۳) بغیر (۴) آر نہ پار یعنی دونوں کنارہ (۵) پنڈت یا قاضی مراد ہے۔

پڑھ پڑھ نفل نماز گذاریں　　اُچیاں بانگاں چانگاں ماریں
منبر چڑھ کے وعظ پکاریں　　تینوں کیتا حرص خوار۔ علموں..
پڑھ پڑھ مُلّاں ہوئے قاضی　　اللہ علماں باجھوں راضی
ہووے حرص دِنوں دن تازی　　نفع نیّت وِچ گزار۔ علموں..
پڑھ پڑھ مسئلے روز سناویں　　کھاناں شک شبہ دا کھاویں
دسّیں ہور تے ہور کماویں　　اندر کھوٹ باہر سچیار۔ علموں..
پڑھ پڑھ علم نجوم وچارے　　گن دا راساں بُرج ستارے
پڑھے عزیمتاں منتر جھاڑے　　ابجد گنے تعویذ شمار۔ علموں بس..
علموں پئے قضیئے ہور　　اکھیں والے انھے کور
پھڑے سادھ تے چھوڑے چور　　دوہیں جہانیں ہویا خوار۔ علموں بس..
علموں پئے ہزاروں پھستے　　راہی اٹک رہے وِچ رستے
ماریا ہجر ہویا دل خستے　　پیا وِچھوڑے دا سر بھار۔ علموں بس..
علموں میاں جی کہاویں　　تنبا چُک چُک منڈھی جاویں
دھیلا لے کے چھُری چلاویں　　نال قصایاں بہت پیار۔ علموں بس..
جھبتا علم عزازیل پڑھیا　　جھُگّا جھانجا اُس دا سڑیا

(۱) اُونچی بانگیں (۲) تجھے لالچ نے خوار کیا (۳) علم بغیر۔ (۴) گفتگو اور عمل میں اور (۵) جھوٹ، غلط (۶) سچ (۷) منتر۔ ٹونا کرنا (۸) الف۔ بے ؎

گل وچ طوق لعنت دا پڑیا
جد ہیں سبق عشق دا پڑھیا
گھمن گھیراں دے وچ اڑیا

آخر گیا وہ بازی ہار۔ علموں بس۔۔۔
دریا دیکھ وحدت دا ڈریا
شاہ عنایت کیتا پار۔ علموں بس۔۔

(۱۸۰)

لیلیٰ عشق لیا درگاہوں[1] کپڑے مُول نہ دھوئے
رانجھن رانجھن ہیر کوکیندی[2] نین انجھو بھر روئے
گردھر کہہ کہہ میراں کُٹھی رانا راج دونوں ہی کھوئے
شیریں ٹُٹ[3] محلوں موئی۔ ایتے راہ سجن دے ہوئے
ایہ[4] وں ودھ کرو تے اچھی[5] ساہدو رناں[6] جیہے تے ہوئے

(۱) نصیب سے۔ قدرتاً جنتے ہی (۲) کوک مارتی ہوئی۔ پکارتی ہوئی (۳) اتنے۔ یہ (۴) اس سے بڑھکر (۵) بہتر۔ عمدہ (۶) عورتوں کی مانند ؛

(۱۸۱) غزل

وہی اک شعلہ ہے تربت[1] بھی ہے اور شمع تربت بھی
مزا مرنے کا کچھ پروانۂ[2] آتش بجاں تک ہے

(۱) قبر (۲) وہ پروانہ کہ جس نے اپنی جان آگ پر نثار کر رکھی ہو۔

نہ سیکھی تُو نے مُرغِ رنگِ[1] گُل سے رمزِ آزادی
یہ قیدِ بوستاں بُلبُل! خیالِ آشیاں[2] تک ہے

چمن[3] افروز ہے صیّاد میری خوشنوائی تک
رہی بجلی کی بیتابی سو میرے آشیاں تک ہے

وہ مشکِ خاک ہُوں فیضِ پریشانی سے صحرا ہُوں
نہ پُوچھو میری وسعت کی زمیں سے آسماں تک ہے

جرس[4] ہُوں میں صدا خوابیدہ ہے میرے رگ و پے میں
یہ خاموشی میری وقتِ رحیلِ کارواں[5] تک ہے

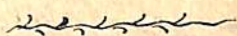
سکُونِ دل سے سامانِ کشودِ[6] کار پیدا کر
کہ عقدہ خاطرِ گرداب کا آبِ رواں تک ہے

نہیں منت پذیرِ چشمِ رونا شمعِ سوزاں کا۔ سمجھ غافل گدازِ دل میں آزادی کہاں تک ہے

(۱) پھُول کے رنگ کا پرندہ۔ مُراد بُلبُل سے ہے (۲) گھر یا گھونسلے کے خیال تک ہے یعنی جب تک گھونسلے میں واپس لوٹنے کا خیال بُلبُل کو نہیں آتا تب تک وہ باغ میں پھرتی رہتی ہے (۳) باغ روشن ہے یعنی جب تک بُلبُل خوش آواز سے باغ میں چہل پہل کرتی گاتی پھرتی ہے تب تک باغ روشن ہے۔ لیکن جونہی گھر لوٹنے کا خیال آیا تو یہ روشنی بھی اِسی طرح بند پڑ جاتی ہے جیسی کہ بیتاب بجلی کی روشنی (۴) گھنٹہ یعنی ایسا گھنٹہ میں ہُوں جسکی آواز میرے رگ و پے میں خاموش ہے باہر سنائی نہیں دیتی (۵) قافلہ کا کوچ یہاں مُراد قوائے و اعضا رُوپی قافلہ سے ہے (۶) کشادگی کار اہم مراد انکشافِ راز سے ہے (۷) بھنور کے دل کی گرہ مراد بھنور کا پڑنا (۸) جلتی ہُوئی شمع کا رونا آنکھ کا احسان اُٹھانے والا نہیں ہے۔ اے غافل! تو یہ سمجھ کہ دل کے سوز و گداز کی وسعت کہاں تک ہے ۞

جوانی ہے تو ذوقِ آرزو بھی لطفِ[1] ارماں بھی
ہمارے گھر کی آبادی قیامِ میہماں[2] تک ہے

(۱) اُمنگ۔تمنا۔ (۲) مہمان (یعنی جسم میں رُوح) کی موجودگی تک گھر (جسم) کی آبادی ہے +



(۱۸۲)

ایک ہی ساغر میں کچھ ایسا پلادے ساقیا[1]!
بے خبر دُنیا و دِیں سے تیرا متوالا تو ہو
ہاتھ خالی مردمِ دِیدہ بُتوں سے کیا ملیں
موتیوں کی پنجۂ مژگاں میں اِک مالا تو ہو
ناخنِ خار آ کے خود عقدہ ترا کردے گا وا
پہلے پائے[2] شوق میں پیدا کوئی چھالا تو ہو

(۱) اے پریم روپی شراب پلانے والے (۲) اشتیاق کا پاؤں یعنی ملنے کا از حد شوق :



(۱۸۳) راگ دیش تال تین

دیکھا نہ شب جو یار کو نورِ ضیا سے کار کیا؟
مُردہ کی قبرِ تار[1] کو آب وگیا[2] سے کار کیا؟

(۱) اندھیری قبر :(۲) گیا مخفف ہے گیاہ کا یعنی گھاس اور پانی۔

اچھّی ہے آہِ سرد ہی۔ خوب ہے رنگِ زرد ہی
ٹھیک ہے دِل میں درد ہی۔ ہمکو دَوا سے کار کیا؟
چاہے کوئی بھلا کہے۔ خواہ پڑا بُرا کہے
بلّا چُھٹا جو جسم سے۔ بیم و رجا[1] سے کار کیا؟

احمقِ کور[2] ہی کو ہے۔ اُلفتِ ما سوائے حق
کعبۂ دِل میں یہ زنا! بُوئے وفا سے کار کیا؟
نیکی بدی خوشی غمی زینہ تھیں بامِ یار کا
زینہ جلا دو اب یہاں پائیں[3] بیا سے کار کیا
اِتنا لحاظ کر لیا۔ دُنیا ترا پرے بھی ہٹ
ناچوں ہُوں ساتھ رام کے شرم و حیا سے کار کیا؟

(۱) ڈر اور اُمید (۲) اندھا۔ بیوقوف (۳) نیچے آنے یعنی نیچے اُترنے سے کیا مطلب ؟



(۱۸۴) راگ پہاڑی۔ تال چلنت

فنا ہے سب کے لئے مجھ پہ کچھ نہیں موقوف
یہی ہے فکر اکیلا رہے گا تُو باقی
کُوئیں میں قید ہُوئے جبکہ حضرتِ یوسف
رہی نہ عشقِ مجازی کی آبرو باقی

ذبح کرے ہے پروں کو تو کھول دے صیاد
کہ رہ نہ جائے تڑپنے کی آرزو باقی
گلے لپٹ کے جو سویا وہ رات کو گلرو
تو بھینی بھینی مہینوں رہی ہے بُو باقی
لگا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تُو باقی
رُکے نہ ہاتھ ہے جب تک رگِ گلو باقی

(۱۸۵)

کرتی کا ڈھنگ نرالا ہے (ٹیک)

(۱) کوئی دِگمبر کوئی پِیتمبر کوئی پہنے شال دوشالہ ہے
(۲) کوئی ابدھوت کوئی سنیاسی - کوئی گڈریا گوالہ ہے
کوئی اندھا کوئی لُولہا لنگڑا کوئی گورا کوئی کالا ہے (ٹیک)
(۳) کوئی بھُوکا پیاسا ویاکل ہے - کوئی مد[1] پی پی متوالہ[2] ہے
کوئی مارگی بھنگی چرسی ہے - کوئی پیوے پریم پیالہ ہے
(۴) جب تک بھرے نہ من کا منکا - کیا تسبیح کیا مالا ہے
نِسندن[3] بھجے جو ہری کو اپنی چند سعیٔ کرنے والا ہے ٹیک

(۱) شراب (۲) شرابی (۳) رات دن ؛

(۱۸۶) راگ سارنگ

پربھوا تم کیسے دین دیال (ٹیک)

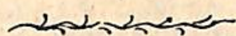
(۱) مین رہے پانی کے بھیتر
پنچھی اُڑیں ہوا کے اندر
پشو پھریں دھرتی کے اوپر
سب کے تم رکھوال (ٹیک)

(۲) اجگر نہیں کسی کے چاکر
پنچھی کام کریں نہیں ملکر
منش جاتی کا تم پرتر بھر
سب کے تم پرتی پال ڈٹیک

(۳) چار پدارتھ کے تم دایک
ہے سوامی نایکن کے نایک
پرتی پالک سب بدھی سہایک
تم سم کون کرپال (ٹیک)

(۴) دیا درشٹی کرونا ندھی کیجئے
بھگتی دان مہر کو دیجئے
مایا موہ کپٹ ہر لیجئے
ہوئے اتینت نہال (ٹیک)

(۱) اژدہا (۲) پرورش کنندہ (۳) دینے والے (۴) پرورش کنندہ (۵) لیڈروں کے لیڈر (۶) تمہارے برابر (۷) رحم کے سمندر (۸) خوش-مبارک



(۱۸۷) راگ مارو (محلہ ۹)

ہری کا نام سدا سکھ دائی (ٹیک)

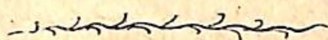
(۱) جا کو سمر اجامل اُدھریو
گنکا ہوں گتی پائی

(۲) پنچالی کو راج سبھا میں
رام نام سدھی آئی

(۱) تیرا - پار گیا (۲) دروپدی

تاکو دکھ ہر یو کرونا مئے	اپنی بیچ بڑھائی (ٹیک)
(۳) جو نر لیش کرپا ندھی گایو	تاکو بھیو سہائی
کہو نانک ہیں یہی بھروسے	گہی آن شرنائی

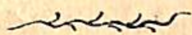
(۱) اے رحیم (۲) مہان (۳) پکڑی (۴) اسکی شرن ٭



(۱۸۸) راگ کانڑا۔ محلہ ۹

بسر گئی سب تات پرائی	جب سے سادہ سنگت میں پائی
ناکوئی بیری نہیں بیگانہ	سکل سنگ ہم کو بن آئی
جو پر بھو کینو سو بھل مانیو	یہ سومتی سادھو سے پائی
سب ہیں رم رہیا پر بھو ایکے	پیکھ پیکھ نانک بگسائی

(۱) دوسرے کی محبت (۲) بھلا۔ اچھا (۳) ٹھیک بدھی (۴) دیکھ دیکھ (۵) آنند ہوا



(۱۸۹) راگ سارنگ (محلہ ۵)

ٹھاکر تم شرنائی آیا (ٹیک)

(۱) اتر گیا میرے من کا سنشہ جب سے درشن پایا

(۲) ان بولت میری برتھا جانی	اپنا نام جپایا

(۱) شک شبہ (۲) بغیر میرے بولے (۳) میری حالت ۔

دُکھ ناٹھے سُکھ سہج سمائے | آنند. آنند گن گایا
(۳) باہنہ[1] پکڑ گڈھ لینو اپنے | گرہ اندھ کُوپ سے مایا
کہو نانک گورو بندھن کاٹے | بچھرت آن ملایا

(۱) بازو پکڑ

(۱۹۰) راگ بسنت (محلہ ۹)

مائی میں دھن پایو ہری نام (ٹیک)

(۱) من میرو دھاون سے چھوٹیو | کر بیٹھو بشرام
(۲) مایا ممتا تن سے بھاگی | اُپجیو نرمل گیان
لوبھ موہ یہ پرس[2] نہ ساکے | گہئی[3] بھگتی بھگوان
(۳) جنم جنم کا سنشے[4] چُوکا | رتن نام جب پایا
ترشنا سکل بناسی من سے | نج سُکھ ماہی سمایا
(۴) جا کو ہوت دیال کرپا ندھی | سو گوبند گن گاوے
کہو نانک یہ بِدّھی[5] کی سمپے[6] | کوؤ گورمکھ پاوے

(۱) بھٹکنے (۲) چھو نہ سکے (۳) پکڑ لی (۴) شک، شبہ (۵) اس طرح کی (۶) سمپتی - دولت

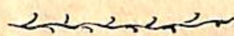
(۱۹۱) راگ بلاول (محلہ ۵)

پربھو جی! تُو میرے پران ادھارے[1] (ٹیک)

(۱) پران کا آدھار یعنی سہارا

(۱) نمسکار ڈنڈوت بندنا	انیک بار جاؤں وارے
(۲) اُٹھت بیٹھت سووت جاگت	یہ من تجھے چتارے
(۳) سُکھ دُکھ اِس من کی بِرتھا	تجھ ہی آگے سارے
(۴) توں میری اوٹ بل بُدھ دھن تُھن	پیکھ نانک سُکھ چرنارے

(۱) کئی بار (۲) چنتن کرے (۳) حالت۔ کہانی (۴) کھولے۔ سُناوے (۵) آسرہ۔ سہارا۔ (۶) دیکھ (۷) آپکے چرنوں میں



(۱۹۲) راگ سُوہی (محلہ ۵)

کوئی آن ملاوے جی میرا پریتم پیارا (ٹیک)

(۱) ہاؤں تِس پہ آپ بِچائی	درشن ہری دیکھن کے تائیں (ٹیک)
(۲) کرپا کرے تاں ست گورو میلے	ہر ہر نام دھیائیں (ٹیک)
(۳) جے سُکھ دیں تاں تجھے ارادھیں	دُکھ بھی تجھے دھیائیں (ٹیک)
(۴) جے بُھکھ دے تاں اِت ہی راجی	دُکھ وِچ سُکھ منائیں (ٹیک)
(۵) تن من کاٹ کاٹ سب ارپیں	وِچ اگنی آپ جلائیں (ٹیک)
(۶) پنکھا پھیریں پانی ڈھوواں	جو دیوے سو کھائیں (ٹیک)
(۷) نانک غریب ڈھے پیا دوارے	ہری میل لیہو بڑیائی (ٹیک)

(۱) میں (۲) قربان ہوں (۳) اگر (۴) دھیا دیں۔ یاد کریں (۵) اس میں بھی (۶) پانی بھروں (۷) گر پڑا (۸) تمہارے دروازے پر (۹) مہانتا۔ بڑائی۔

(۱۹۳)

رچت چرن کمل کا آشرا۔چیت چرن کمل سنگ جوڑیئے
من لوچے[1] برائیاں۔گورو شبدی یہ من جوڑیئے
بانہہ[2] جنہاں دی پکڑیئے۔سر دیجئے بانہہ نہ چھوڑیئے
گورو تیغ بہادر بولیا۔دھر[3] پیئے۔دھرم نہ چھوڑیئے

(۱) دیکھے یاسوچے (۲) ہاتھ-بازو (۳) گردن دیجئے۔



(۱۹۴) راگ رام کلی (محلہ ۹)

سادھو! کون جگت[1] اب کیجئے (ٹیک)

(۱) جاتے[2] درمتی سکل بناسے رام بھگتی من بھیجے[3]
(۲) من مایا ہیں ارجھ[4] رہیو ہے بوجھے نہ کچھو گیانا
کون نام جگ[5] جاکے سمرے پاوے پد نروانا[6]
(۳) بھئے دیال کرپال سنت جن تب یہ بات بتائی
سرب دھرم مانو تینہی[7] کئے جینہی[8] پربھو کیرتی گائی
(۴) رام نام نر نش[9] باسر میں نمش[10] ایک اردھارے[11]
جم کو تراس[12] مٹے نانک تینہی اپنو جنم سنوارے

(۱) یکتی-تجویز (۲) جس سے مورکھتا چلی جاوے (۳) رام بھگتی میں من بھیگ جاوے (۴) پھنس رہا (۵) دنیا (۶) مکتی کا درجہ (۷) اس نے (۸) جس نے (۹) رات دن (۱۰) پلک بھر (۱۱) دل میں دھارن کرے۔

(۱۲) خوف۔

(۱۹۵) راگ سورٹھ (محلہ ۹)

پرانی! کَون اُپائے کرے (ٹیک)

(۱) جا تے بھگتی رام کی پاوے　جم کو تراس ہرے
(۲) کَون کرم - وِدیا کھو کیسی　دھرم کَون یُگتی کرے
کَون نام گورُو جا کے سمرے　بھو ساگر کو ترے
(۳) کلگو میں ایک نام کرپا نِدھی　جاہٰی جیے گتی پاوے
اور دھرم تا کے سم ناہیں　یہ وِدھی وید بتاوے
(۴) سُکھ دُکھ رہت سدا نِرلیپی　جا کو کہت گسائیں
سو تُم ہی میں بسے نِرنتر　نانک درپن نیائیں

(۱) جس سے (۲) یُکتی (۳) کلجگ (۴) برابر

(۱۹۶)

ہر کی گتی نہیں کوئی جانے (ٹیک)

(۱) یوگی یتی - تپی پچ ہارے　اور بہو لوگ سیانے
(۲) اپنی مایا آپ پسارے　آپے دیکھن ہارا
نانا رُوپ دھرے بہو رنگی　سب سے رہت نیارا
(۳) امِت - اپار - الکھ نرنجن　جن سب جگت بھرمایا

(۱) تھک ہارے (۲) عقلمند (۳) طرح طرح کے رُوپ (۴) علحٰدہ ۔

سکل بھرم تیج نانک ہیں | تو چرن تاہیں چت لایا

(۱۹۷) راگ رام کلا

اُودھو! سو مُورت ہم دیکھی (ٹیک)

(۱) شِو سنک آدِک سکل مُنی دُرلبھ | برہم اِندر نہیں دیکھی
(۲) کھوجت پھرت جگیو جگ یوگی | یوگ جُگت سے نیاری
سِدھ سمادھی سکت نہیں درشی | موہنی مُورت پیاری
(۳) نِگم اگم ہو نکل نیتیؔ گاویں | رہت سدا دربای
تل بھر پار اوار نہیں پاویں | کہہ کہہ نیتیؔ پکاری
(۴) ناتھ۔ یتی اور یوگی جنگم | ڈھُونڈ رہے بن ماہیں
بھیشؔ دھرے دھرتی بھرم ہارے | تنھوںؔ درشی ناہیں
(۵) سو ہم گھر گھر ناچ نچائیؔ | تِنک تِنک دِدھی دے کے
رام داس ہم رنگی شیام رنگ | جاہو یوگ گھر لے کے

(۱) پتہ (۲) یہ نہیں ہے یہ نہیں ہے۔ ایسا شرتی کہہ اُٹھی (۳) پوشاک (۴) اُنہیں (۵) دہی

(۱۹۸) راگ رام کلی

اُودھو! کرمن کی گتی نیاریؔ (ٹیک)

(۱) عجیب

(۱) سب ندیاں جل بھر بھر بہیّاں	ساگر کس بدھی کھاری
(۲) اُجوّل پنکھ دیئے بگلے کو	کویل کِت گُن کاری
سُندر نیَن مِرگا کو دینے	بن بن پھرت اُجاری (ٹیک)
(۳) مُورکھ مُورکھ راجے کر دینے	پنڈت پھریں بھکھاری
سُورداس پربھو ملوے کی آشا	چھِن چھِن بیتت بھاری

(۱) سفید (۲) کس کارن (۳) کالی (۴) اُجاڑ جنگلوں (۵) بھگت سُورداس کا نام ہے۔

---

(۱۹۹)

سب دن ہوت نہ ایک سمان (ٹیک)

(۱) اک دن راجا ہریشچندر کی سمپتی میرو سمان

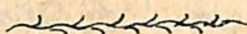
(۲) اک دن جائے شوپچ گرہ سیوت	امبر ہرت مشان (ٹیک)
(۳) اک دن راجا راج یدھشٹر	انوچر شری بھگوان
اک دن دروپدی نگن ہوت ہے	چیر دوشاسن تان (ٹیک)
(۳) اک دن سیتا رُدن کرت ہے	مہا بپت اُدیان
اک دن رام چندر مل دوؤ	بچرت پشپ بمان

(۱) سمیرو پہاڑ کے برابر (۲) بھنگی کے گھر (۳) شمشان میں مُردوں کے کپڑے اُتارتا ہے۔

(۴) بھاری مصیبت سے بھرا (۵) بن۔

(۴) پرکٹ ہے پُورب کی کرنی	تیج من شوک اجان
سُورداس گُن کہاں لگ برنوں[1]	بدھی بکے انک پران[2]

(۱) کہاں تک کہوں (۱) جس ریتی سے نصیب میں لکھا ہے اُس ریتی کے بہتیرے پران۔

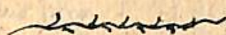


(۲۰۰)

پربھو! تُمری گتی کہت نہ آوے (ٹیک)

(۱) جُوں گُونگا میٹھے پھل کا رس	انتر گت ہی کھاوے
(۲) پرم سواد سب ہی جو نرنتر	امِت[1] توش[2] اُپجاوے
من بانی کو اگم اگوچر	سو جانے جو پاوے
(۳) رُوپ ریکھ۔ گُن جات جُگت بِن	نرالمب[3] من دھیاوے
سب بِدھ اگم بچارہی تانتے	سُورداس کیا گاوے

(۱) انمنت۔ بیحد (۲) ترپتی۔ سیری۔ سنتوش (۳) بنا آشرہ کے۔



(۲۰۱)

پربھو جی! من مایا وش[1] کینو (ٹیک)

(۱) لابھ ہانی کچھو سمجھت ناہیں	جیون پتنگ تن دینو

(۱) مایا کے ادھین۔

(۲) گرہ دیپک مین تیل۔ توُل۔ تیا[۱] — ست[۳] جوالا انی زور
میں مٹی رہین مرم نہیں جانوں — پڑی[۴] اوھک گری دوڑ (ٹیک)
(۳) بھوتک دوس بیتے یا جگ میں — بھرمت پھرے منی رہین
سور شیام سندر جو سمرے — کیوں ہووے گتی دین

(۱) روئی کی بتی (۲) بیوی استری (۳) بیٹا (۴) اس طرف دوڑ دوڑ کر بہت گرتا پڑتا پھوں (۵) بہت سے۔ کوئی کا نام ہے

(۲۰۲)

اب موری راکھو لاج ہری! (ٹیک)

(۱) تم جانت سب انتریامی — کرنی کچھو نہ کری
(۲) اوگن موسوں بسرت[۱] ناہیں — پل چھن گھڑی گھڑی
جگ پرپنچ کی پوٹ باندھکر — اپنے سیس دھری
(۳) دارا دھن ست موہ سمندر — شدھ بدھ سب بسری
سور پتت کو بیگ[۲] ابارو — نیا جات[۳] بھری

(۱) مجھ سے (۲) بھولتے نہیں (۳) سنسار سمندر کے بہاؤ سے پار کیجیے (۴) کشتی۔

(۲۰۳)

سوئی اب کیجیے دین دیال! (ٹیک)

(۱) جاتے ہیں کھشن چرن نہ چھوڑوں
(۲) اندریہ اجت۔ بدھی وشیارت
کام کرودھ۔ مار۔ لوبھ مہابھے
(۳) یوگ۔ یگ۔ جپ۔ تپ۔ تیرتھ۔ برت
کہا کروں کہئے بھانت رجھاؤں
(۴) شن۔ سمرتھ۔ سروگیہ۔ کرپاندھی
کرپاندھان سور کی وہ گتی

کرنا ساگر بھگتی رسال
من کی دن دن الٹی چال
نشار ن ناتھ بھر مت بے حال (ٹیک)
ان ہیں ایک ہو انگ نہ بھال
تم کو ہے کرپال (ٹیک)
اشرن شرن ہرن جگ جال
کاسوں کہے کرن یہ کال

(۱) جس سے (۲) پلک بھر (۳) بے قابو اندریہ (۴) وشیوں میں پھنسی ہوئی بدھی (۵) رات دن۔
(۶) سادھن روپی انگ (۷) اپنے نصیب میں (۸) کیا (۹) کس طرح (۱۰) نر آشرے کے آشرے

(۲۰۴)

پربھوجی! میرے اوگن چت نہ دھرو (ٹیک)

(۱) سمدرشی پربھو نام تمہارو
(۲) اک ندیا اک نالے کہاوت
جب مل کر اک بھئی درشنا
(۳) اک لوہا پوجا میں راکھو
گن اوگن پارس نہیں جانے

چاہو تو پار کرو
میاو ہی نیر بھرو
سرسری نام پڑو (ٹیک)
اک رگرہ بدھک پڑو
کنچن کرت کھرو

(۱) جل (۲) ایک رنگی (۳) گنگا (۴) قصائی کے گھر۔

(۴) یہ مایا بھرم جال نوارو	شور شیام سگرو
اب کی بیر پربھو موکو بھی تارو	نہیں پرن[1] جات ٹرو

(۱) آپکا اقرار ٹوٹا جاتا ہے۔

(۲۰۵) الف

(۱) جنکے ہردیہ ہری نام بسے	تن اور کا نام لیا نہ لیا
جنکے من پربھو کے رنگ رنگے	تن تن کا وستر سیا نہ سیا
(۲) جنکے گھر ایک سپوت جیا[1]	تن لاکھ کپوت جیا نہ جیا
جنکے دوارے پر گنگ بہے	تن کوپ کا نیر پیا نہ پیا
(۳) جن بات کری پرمارتھ کی	تن ہاتھ سے دان دیا نہ دیا
تلسی جن چرن[2] گہے ہری کی	تن اپنے دیو[3] سیا نہ سیا۔

(۱) جنم لیا (۲) پکڑے (۳) سیوا پوجا کی۔

(۲۰۵) ب

(۱) پریم مئے سنسار

پریم مئے ہے سارا سنسار (ٹیک)

پریم ہی کا سارا پرسار[1] ہے۔ مت کہو اسے اَسار[2]

(۲) پریم وار ہے پریم پار ہے	پریم ہی ہے منجھ دھار
بیڑا پڑا پریم ساگر ہیں	پریم سے ہوگا پار

پریم مئے ہے سارا سنسار

(۱) پھیلاؤ (۲) بے بنیاد۔

(۳) پریم ہی ہے سوارتھ پرمارتھ | سکل پدارتھ سار
پریم ولگ جو ہے تیرے من میں | وُہ ہے پریم بکار
پریم مئے ہے سارا سنسار

(۴) ہو جا نڈر ۔ چھوڑ دے گڑبڑ | پکڑ پریم کی دھار
پریم کے بل سے کیول ہو گا | نربل تیرا نستار
پریم مئے ہے سارا سنسار

(۱) پریم سے الگ یا علیحدہ۔ (۲) روگ ۔ مرض (۳) ناطاقتور (۴) پار ۔ مکتی ۔

(۲۰۶) کافی

تُو ہیں ہیں میں ناہیں وے سجناں | تُو ہوں ہیں میں ناہیں (ٹیک)
جاں سووان تاں تُوں نالے سوویں | جا چلاں تاں تُوں راہیں ۔ تُو ہوں
جاں بولاں تاں تُوں نالے بولیں | چپ کراں من ماہیں ۔ تُو ہوں ہیں
سہک سہک کے ملیا دلبر | جِند ڑی گھول گنواہیں ۔ تُو ہوں

(۱) جب (۲) تب (۳) ساتھ (۴) جان ۔

(۲۰۷) راگ سوہنی

جو دِل کو ہم مٹا چکے ہیں (ٹیک) مذاقِ الفت اٹھا چکے ہیں

وہ اپنی ہستی مٹا چکے ہیں
خُدا کو خود ہی میں پا چکے ہیں

نہ سُوئے کعبہ جُھکاتے ہیں سر
نہ جاتے ہیں بُتکدہ کے در پر

اُنھیں ہیں دیر و حرم برابر
جو تُم کو قبلہ بنا چکے ہیں

نہ ہم سے پیارے چھُڑاؤ داماں
نہ دیکھو باغ و بہار و رضواں

کب اُنکو پیارے ہیں حُور و غلماں
جو تُم کو پیارا بنا چکے ہیں

سُنا رہی ہے یہ دِل کی مستی
مِٹا کے اپنا وجودِ ہستی

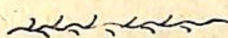
مرینگے یارو طلب میں حق کی
جو نامِ طالب لکھا چکے ہیں

نہ بول سکتے کچھ بھی زباں سے
نہ یاد اُن کو ہے جسم و جاں سے

گُزر گئے ہیں وہ ہر مکاں سے
جو اُس کے کُوچہ میں آ چکے ہیں

گر اور اپنا بھلا جو چاہو
یہ رام اپنے سے کہہ سُناؤ

بھلا رکھو یا بُرا بناؤ
تُمہارے اب ہم کہا چکے ہیں



(۲۰۸) غزل

(۱) تا سُرمہ صفت شودہ نگردی تہِ سنگ
ہرگز بہ صفا چشمِ نگارے نرسی

(۲) تا شانہ صفت سرنہ نہی در تہِ آرہ
ہرگز بہ سرِ زُلفِ نگارے نرسی

(۳) تا ہمچو دُرِ سُفتہ نگردی یا تار
ہرگز بہ بناگوشِ نگارے نرسی

(۴) تا خاکِ تُرا کوزہ نسازند کلالاں
ہرگز بہ لبِ لعلِ نگارے نرسی

(۵) تاہمچو قلم سر نہ نہی در تہِ کارد | ہرگز بہ سرِ انگشتِ نگارے نرسی
(۶) تاہمچو حنا سُودہ نگردی تہِ سنگ | ہرگز بہ کفِ پائے نگارے نرسی

مطلب

(۱) جب تک تُو (یعنے تیری جُزوی خودی) سُرمہ کی طرح (گیان روپی) پتھر کے نیچے گھِس نہیں جائیگا۔ تب تک تُو اپنے پیارے کی صاف آنکھ تک بھی نہیں پہنچ سکے گا

(۲) جب تک تُو کنگھی کی طرح آرے کے نیچے سر نہ رکھے گا۔ تب تک اپنے پیارے کی زُلف تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔

(۳) جب تک کہ موتی کی طرح تُو تار سے نہ چھِد جائے گا۔ تب تک اپنے پیارے کے کان تک بھی نہیں پہنچ سکے گا ÷

(۴) جب تک کہ شراب فروش تیری مٹّی کا کوُزہ نہ بنالیں تب تک تُو اپنے پیارے کے لعل سے لبوں تک بھی نہیں پہنچ سکے گا۔

(۵) جب تک کہ تُو قلم کی طرح چاقو کے نیچے سر نہیں رکھے گا۔ تب تک تُو اپنے پیارے کی اُنگلیوں کے سروں (یعنی پوروں) تک نہیں پہنچ سکے گا۔

(۶) جب تک کہ مہندی کی طرح تُو پتھر کے نیچے نہ پیسا جائے گا۔ تب تک تُو اپنے پیارے کے پاؤں کے تلوے تک نہیں پہنچ سکے گا۔

(۲۰۹) غزل

(۱) نہ حرفِ شکوہ میخوانم نہ وصل از ہجر میدانم

دلِ بے آرزو و افسانہ و افسوں چہ میداند

(۲) زبانِ بلبلاں آنانکہ میدانند میدانند
کہ زاغِ شومِ دشمن نالۂ موزوں چہ میداند

(۳) طپیدن ہا چہ میداند دلِ افسردۂ زاہد
ادائے کاوشِ نشتر رگِ بیخوں چہ میداند

(۴) فلاطوں علتِ بیتابیٔ مجنوں چہ میداند
تو ایں حکمت زلیلیٰ پرس۔ افلاطوں چہ میداند

(۵) گرامی خم نشینی دیگر است و خم چشی دیگر
تو اسرارِ خم از من پرس۔ افلاطوں چہ میداند

(۶) تغافل ہائے یوسف با زلیخا دیدم و گفتم
کہ طفلِ ناز پرور لذتِ شبخوں چہ میداند

مطلب

(۱) نہ تو میں کوئی شکایت کی بات کہتا ہوں۔ نہ وصل و ہجر میں تمیز کرتا ہوں بے خواہش دِل منتر جنتر (ٹونا) بھلا کیا جانتا ہے۔

(۲) بلبلوں کی زبان جو شخص کہ جانتے ہیں وُہی سمجھتے ہیں۔ اور بد بخت دشمن کوا (بلبل کا) موزوں نالہ بھلا کیا جانتا ہے۔

(۳) پرہیزگار کا بجھا ہُوا دِل تڑپنے کو بھلا کیا جانتا ہے (یعنی نہیں جانتا)

نشتر کے چُبھنے کی اَدا بے خُون رگ بھلا کیا جانتی ہے؟

(۴) افلاطون مجنُوں کی بیتابی کا سبب بھلا کیا جانتا ہے۔ اِس حِکمت کو تُو لیلیٰ سے پُوچھ۔ افلاطُون بھلا کیا جانتا ہے؟

(۵) اَے گراؔمی مٹکے پر بیٹھنا اَور ہے اور شراب پینا اَور ہے (یعنی عشق کا نام لینا اور ہے اور عشق کرنا اَور ہے) تو مٹکے کا بھید مُجھ سے پُوچھ، افلاطُون کیا جانتا ہے

(۶) مَیں نے یُوسف کی لاپرواہیاں زُلیخا کے ساتھ دیکھیں اور کہا کہ ناز پرور لڑکا شبخُون کا مزا کیا جان سکتا ہے؟



(۲۱۰) غزل

(۱) اے دِل اینجا کوئے جانان است از جاں دم مزن
از دِل و جان و جہاں در پیشِ جاناں دم مزن

(۲) جاں ندارد قیمتے بِسیار از جاں وا مگو
گرچہ جاں در باختی در راہِ جاناں دم مزن

(۳) گر ترا دردے است از وَے ہیچ از درماں مگو
دردِ اورا بہ ز درماں داں ز درماں دم مزن

(۴) چوں یقین آمد رہا کُن قصۂ شک و گماں
چوں عیاں بنمُود رُخ دیگر ز برہاں دم مزن

(۵) عِلم بے دِیناں گزار و جہل را حکمت مخواں
از خیالات و فسونِ اہلِ یوناں دم مزن
(۶) بالبِ میگوں و رُوئے خوب ۔ زُلفِ دل کشش
از شراب و شاہد و شمع و شبستاں دم مزن
(۷) کفر و ایماں را بہ پیشِ زُلف و رُویش کن رہا
پیشِ زُلف و رُوئے او از کفر و ایماں دم مزن
(۸) چونکہ با او بر نیاری بُودلی از وصلش مگو
چونکہ بے او ہم نمی باشی ز ہجراں دم مزن
(۹) مہرِ تاباں چونکہ ہست از عکس رُویش تابشے
معرفی در پیشِ او از مہرِ تاباں دم مزن

مطلب

(۱) اے دل یہاں اپنے پیارے کی گلی ہے اپنی جان کا بھی دم مت مار (یعنی جان سے بھی دریغ مت کر) اور اپنے پیارے کے آگے جان و جہان اور دل کا دم مت مار۔یعنی اپنے پیارے کے آگے اِنکو بھی عزیز مت سمجھ۔
(۲) جان (بہ نسبت اپنے پیارے کے) زیادہ قیمت نہیں رکھتی ہے۔ اِس لئے اُس جان کا افسوس مت کر۔ اگر تُو اپنے پیارے کے راستہ میں جان پر کھیلتا ہے تو چُپ رہ (تو اس کام پر بھی شیخی مت کر) ؛

(۳) اگر تجھ کو (اپنے پیارے کی محبّت میں) کچھ تکلیف ہے تو اُس کے علاج کی بابت کچھ ذکر نہ کر۔ اُس کی تکلیف کو (یعنی اس کی محبّت میں جو تکلیف ہو اُس کو) بھی علاج سے بہتر سمجھ۔ اور علاج کے بارے میں ذکر نہ کر یعنے چُپ رہ ٭

(۴) جب تجھ کو یقین ہوگیا تو شک وشبہ کا قصہ چھوڑ دے۔ جب اُس (پیارے) نے اپنا چہرہ دکھلا دیا پھر جیل و حُجّت نہ کر ٭

(۵) لانذہبوں کا علم (خیال) چھوڑ۔ اور بے وقُوفی کو حکمت مت کہو۔ اور اہلِ یُونان (بے دینوں) کے خیالات وحکایات کا بھی دم مت مار ٭

(۶) شراب جیسے ہونٹ۔ خوبصورت چہرہ۔ دِلکش زُلف۔ شراب اور معشوق اور شمع و شبستان کے بارہ میں بھی ذکر نہ کر ٭

(۷) کُفر اور ایمان کو اُس کے چہرہ اور زُلف کے سامنے چھوڑ دے اور اُس پیارے کے زُلف و چہرہ کے سامنے کُفر و ایمان کا ذکر مت کر ٭

(۸) چونکہ تو اُس (پیارے) پر سبقت نہیں لے جاسکے گا اس لئے اُس کے وصل کا ذکر مت کر۔ چونکہ تُو اِس پیارے کے بغیر بھی نہیں رہ سکے گا۔ اِس لئے ہجر کا بھی ذکر مت کر ٭

(۹) چونکہ منوّر آفتاب اُس (پیارے) کے چہرہ کی تجلّی کی ایک چمک ہے اس لئے اَے مغربی اُس کے سامنے مہرِتاباں (منوّر آفتاب) کا بھی ذکر مت کر۔

(۲۱۱) غزل راگ سندھڑا۔تال ڈھائی

(۱) در دبستانِ محبت ابجد از خود رفتگی است
معنیٔ بسم اللہ آں فہمد کسے کو بسمل است

(۲) رہ نوردانِ محبت را پیام از ما رساں
کاندریں رہ یک قدم از خود گزشتن منزل است

(۳) تا نخواہد سوخت از ما بر نخواہد داشت دست
عشق بس مارا چو آتش در قفا اُفتادہ است

(۴) گر نماند در دلم پیکاں گناہِ تیر نیست
آتشِ سوزانِ من آہن گداز اُفتادہ است

مطلب

(۱) محبت کے مکتب میں ابجد (الف ب) کیا ہے؟ آپے سے باہر یعنی بیخود ہو جانا
بسم اللہ کے معنی وُہ جانتا ہے جو پہلے خود بسمل ہو چکا ہو۔

(۲) محبت کا رستہ طے کرنے والوں کو (مسافروں کو) ہماری طرف سے
پیغام پہنچا دو۔کہ اِس راستے میں اپنے سے ایک قدم گزُرنا ہی منزل ہے۔

(۱) عشق (پریم الٰہی) ہمارے پیچھے آگ کی مانند ایسا پڑا ہے کہ جب تک
یہ جلا نہ لے گا تب تک ہم سے ہاتھ نہ اُٹھائے گا۔

(۲) اگر میرے دِل میں پیکان دلوک تیر) نہ رہے (کچھ اثر نہ کرے) تو تیر کا قصور نہیں۔ کیونکہ میری (محبت سے) بھڑکی ہوئی آگ لوہے کو بھی پگھلا دیتی ہے۔



(۲۱۲) غزل

(۱) شُد فدائے پائے جاناں جانِ من	مصحفِ رُویش بوُد قرآنِ من
(۲) در سرم ہر دم ہیر آزادگی ست	قیدِ تن باشد کنوں زندانِ من
(۳) سجدۂ مستانہ ام باشد نماز	دردِ دِل با او بوُد ایمانِ من

مطلب

(۱) میری جان پیارے کے پاؤں پر فدا ہو گئی۔ اِس لئے اُس کے چہرہ کی کتاب (چہرہ کا دیدار کرنا) میرا قرآن ہے۔

(۲) میرے دماغ میں ہر وقت آزادی کا خیال ہے۔ بدن کی قید اب مُجھے جیلخانہ معلوم ہوتی ہے۔

(۳) میری نماز میرا مستانہ سجدہ ہے اور اُس کے ساتھ دِل کا درد میرا ایمان ہے یعنی اُس کے پریم میں دردِ دِل میرا ایمان ہے۔



(۲۱۳) غزل راگ سندھڑا تال ڈھائی

(۱) کافرِ عشقم مُسلمانی مرا درکار نیست

ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زُنّار نیست

(۲) ما اسیراں را تماشائے چمن درکار نیست
داغہائے سینۂ ما کمتر از گلزار نیست

(۳) عاشقاں را روزِ محشر با قیامت کار نیست
کارِ عاشق جُز تماشائے جمالِ یار نیست

(۴) از سرِ بالین من برخیز اے ناداں طبیب!
دردمندِ عشق را دارو بجُز دیدار نیست

(۵) شاد باش اے دِل کہ فردا بر سرِ بازارِ عشق
مژدۂ قتل است گرچہ وعدۂ دیدار نیست

(۶) ناخدائے کشتئ ما گر نباشد گو مباش
ما خُدا داریم مارا ناخُدا درکار نیست

(۷) خلق میگوید کہ خسرو بُت پرستی مے کند۔
آرے آرے میکنم۔ باخلق وعالم کار نیست

مطلب

(۱) بَیں عشق (پریم) کا کافر ہوُں مجھ کو اب مُسلمانی کی ضرورت نہیں۔میری ہرایک رگ بمانند تار ہوگئی ہے۔لہذا۔زُنار (یگیوپت) کی ضرورت نہیں۔
(۲) ہم جیسے قیدیوں کو باغ کی سیر کی ضرورت نہیں۔ ہمارے سینہ کے داغ

گلزار سے کم نہیں ہیں۔

(۳) پریمی جنون (عاشقوں) کو قیامت کے دِن قیامت (پرلے) سے کچھ سروکار نہیں ہے محبِ صادق (پریمی) کا کام اپنے پیارے کے حُسن کے نظارے (دیدار) کے سوائے اور نہیں ہے۔

(۴) میرے سرہانے سے اَے نادان طبیب! اُٹھ کھڑا ہو۔ عشق (پریم) کے بیمار کی دوا سوائے (اپنے پیارے کے) دیدار کے اور کوئی نہیں ہے۔

(۵) اَے دِل خوش ہو کہ کل پریم کی گلی (کوچۂ محبت) میں قتل کی خوشخبری ہے۔ اگرچہ دیدار کا کوئی اقرار نہیں ہے +

(۶) ہماری کشتی (وجود) کا اگر ملاح نہیں ہے تو نہ ہو۔ ہمارے ساتھ خُدا ہے اِس لئے ہمیں نا خُدا (ملّاح) کی ضرورت نہیں۔

(۷) خلق کہتی ہے کہ خسرو بُت پرستی کرتا ہے۔ ہاں ہاں میں بُت پرستی کرتا ہُوں۔ مجھے خلقت اور جہان سے کچھ سروکار نہیں ہے۔

(۲۱۴) غزل۔ راگ سندھڑا۔ تال ڈھائی

(۱) دوش آں صنم بیگانہ وش بگذشت از من چُوں پری
کردم سلامش لیکن او دادہ جوابِ سرسری

(۲) گفتم چرا بیگانۂ؟ گُفتا کہ تو دیوانۂ
من کیستم تو کیستی در خود چرا می ننگری

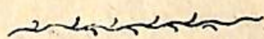
(۳) تو اوّلی و آخری تو باطنی و ظاہری
تو قاصدی و مقصدی تو ناظری و منظری

مطلب

(۱)، کل رات وہ پیارا غیروں (بیگانوں)، کی طرح میرے پاس سے مانند پری کے گذر گیا۔ میں نے اُسکو سلام کیا۔ لیکن اُس نے معمولی (سرسری) جواب دیا۔

(۲)، میں نے کہا کہ تو بیگانہ (غیر) کیوں بن گیا؟ اُس (پیارے) نے جواب دیا کہ تُو پاگل ہو گیا ہے۔ میں کون ہوں تُو کون ہے۔ یہ اپنے اندر تُو کیوں نہیں دیکھتا ہے؟

(۳)، تُو ہی اوّل ہے تُو ہی آخر۔ تُو ہی ظاہر اور تُو ہی باطن ہے تُو ہی قاصد۔ تُو ہی مقصد۔ تُو ہی دیکھنے والا اور تُو ہی قابلِ نظارہ ہے۔



(۲۱۵) غزل۔ راگ سندھڑا۔ تال ڈھائی

(۱) گفتمش خواہم کہ بینم مر تُرا اے نازنیں
گفت گر خواہی مرا بینی برو خود را بہ بیں

(۲) گفتمش با تو نشستن آرزو دارم بسے
گفت گر باشد تُرا ایں آرزو با خود نشیں

(۳) گُفتمش کاں نقش گوئی بر مثالِ نقشِ تو
گفت ظاہر شُد بہ نقشِ خویشتن نقش آفریں

(۴) گُفتمش گوئی کہ آدم جمعِ کُلِ عالم است ؟
گفت جمعِ عالم است و جمعِ ربّ العالمین

(۵) گُفتمش ہم من تو ام ہم جُملہ تو۔ خندید وگفت
بر تو و بر دیدنت بادا ہزاراں آفریں

مطلب

(۱) مَیں نے اُس سے کہا کہ اَے پیارے! میں تُجھکو دیکھنا چاہتا ہُوں۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ اگر تُو مُجھے دیکھنا چاہتا ہے تو جا اپنے آپ کو دیکھ ÷

(۲) مَیں نے اُس سے کہا کہ مُجھے تیرے پاس بیٹھنے کی بہت خواہش ہے اُس نے یہ جواب دیا کہ اگر تُجھے یہ تمنا ہے تو جا اپنے ساتھ بیٹھ (مَیں وہاں ہی ہُوں)

(۳) مَیں نے اُس سے کہا کہ تُو ایسا نقش بتا جو تیرے نقش کے مانند ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ اپنے (میرے) نقش سے اصلی نقاش (پرماتما) صاف ظاہر ہُوا ہُوا ہے۔

(۴) مَیں نے اُس سے کہا کیا تُو یہ کہتا ہے کہ آدمی کُل جہان کا مجمُوعہ ہے ؟ اُس نے جوابدیا کہ وہ جہان کا مجمُوعہ ہے اور رب العالمین کا مجموعہ

بھی ہے؟ (یعنی خدا کی ذات وصفات کا بھی بھنڈاریہ آدمی ہے)

(۵) میں نے اُس سے کہا کہ پھر میں ہی تو ہوں اور سب بھی تو ہے۔ پتپھر وہ ہنسا اور بولا کہ تیرے پر اور تیرے ایسے دیکھنے پر ہزار ہزار شاباش! ٭

(۲۱۶) غزل

(۱) آں ماہ مُشتری است ببازار آمدہ
خود راز دستِ خویش خریدار آمدہ

(۲) محبُوب گشتہ است محُبِ جمالِ خویش
مطلُوبِ خویش راست طلبگار آمدہ

(۳) زد حلقہ دوش بر درِ دِل یارِ معنوی
گفتم کہ کیست؟ گفت کہ در باز کُن توئی

(۴) نقّاش گشتہ نقش و نگار است بیگمان
مانی[۱] نہاں شُدست دریں نقشِ مانوی

مطلب

(۱) وہ پیارا (معشوقہ) خود بازار میں خریدار ہوکر آیا ہُوا ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنی ہی خریداری کر رہا ہے۔

[۱] مصوّر کا نام ہے۔

(۲) اپنے ہی حُسن کا عاشق (وہ پریمی ہی) خود معشوق (پیارا) ہو گیا ہے۔ اور اپنے مطلوب کا خود ہی طلبگار بن رہا ہے ٭

(۳) میرے دلی دوست (یارِ غار) نے کل رات کو دل کے دروازے پر کُنڈی کھڑکھڑائی۔ میں نے پُوچھا کہ کون ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ دروازہ کھول تُو ہی ہے ٭

(۴) نقاش (دانشور) ہی بے شک یہ کُل نقش و نگار ہو گیا ہے اور اس مانوی نقش میں اصلی مصوّر (مانی[1]) خود چھپا ہُوا ہے ٭

[1] یہ مانی چین کا ایک مشہور مصوّر گذرا ہے ٭



غزل (۲۱۷)

(۱) باز آمدم باز آمدم تا وقت را میموں کنم
باز آمدم باز آمدم تا دردِ دل افزوں کنم

(۲) باز آمدم باز آمدم تا بہر بیمارانِ دل
از اشکِ چشم و آہِ شب وز خوں جگر معجوں کنم

(۳) باز آمدم باز آمدم دِل برآں دِلبر نہم
وز ہر چہ جز دِلبر بوَد از شہرِ دِل بیروں کنم

(۴) باز آمدم باز آمدم چیزے ندارم جز الف

قدِ الف پیدا شود چوں راست پُشتِ نُوں کنم

(۵) باز آمدم باز آمدم دِل دادۂ شوریدۂ
خود را اگر لیلیٰ کناں آں یار را مجنوں کنم

(۶) گُفتم شہا در ہجرِ تو بس قطرہ ہا باریدہ ام
گُفتا چہ غم ہر قطرہ را من لوُلوئے مکنوں کنم

(۷) گُفتم شہا چوں حاضری فردا چہ حاجتِ وعدہ را
گُفتا برَو خود را بِبیں تا وعدۂ اکنُوں کنم

(۸) گُفتم شہا در پردہ ہا خود را چرا داری نہاں
گُفتا کہ گر بیرُوں شَوَم سیصد چو تو مجنُوں کنم

مطلب

(۱) مَیں پھر واپس آیا ہُوں۔ مَیں پھر واپس آیا ہُوں تاکہ وقت کو مبارک بناؤں۔
مَیں پھر واپس آیا ہُوں مَیں واپس آیا ہُوں تاکہ دِل کا درد بڑھاؤں ÷

(۲) مَیں پھر واپس آیا ہُوں تاکہ دِل کے بیمار کے لئے اپنی آنکھ کے آنسوؤ
رات کی آہ و زاری اور جِگر کے خُون سے معجون بناؤں۔

(۳) مَیں بار بار واپس آیا ہُوں تاکہ دِل کو اُس دِلبر (پیارے) سے لگاؤں۔
اور جو کچھ ماسوائے دِلبر ہو اُسکو دِل کے شہر سے باہر نکال دُوں۔

(۴) مَیں بار بار واپس آیا ہُوں تاکہ سوائے الف (وحدت) کے اور کوئی چیز

رکھوں۔ اور جب میں نون (انانیت) کی پیٹھ کو سیدھا کروں تو الف جیسا سیدھا قد پیدا ہو جائے ÷

(۵) میں بار بار واپس آیا ہوں کیونکہ میں دلدادہ اور شوریدہ ہوں مگر اپنے آپ کو لیلیٰ بنائے ہوئے ہوں تاکہ اس یار (پیارے) کو مجنوں بناؤں۔

(۶) میں نے کہا اے بادشاہ! تیری جدائی میں میں نے بہت سے آنسو گرائے ہیں۔ اس نے جواب دیا کچھ فکر نہ کر میں تیرے (آنسوؤں) کے ہر ایک قطرے کو پوشیدہ موتی (دُرِ ناسفتہ) بنا دونگا۔

(۷) میں نے کہا کہ اے بادشاہ! جبکہ تو حاضر ہے تو کل پر وعدہ پورا کرنیکی کیا ضرورت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جا اپنے تئیں دیکھ تاکہ میں ابھی کا وعدہ (وعدۂ دیدار فی الفور) پورا کروں۔

(۸) میں نے کہا اے بادشاہ! تو اپنے تئیں پردوں میں کیوں پوشیدہ رکھتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر میں باہر ظاہر ہو جاؤں تو تجھ جیسے تین ہزار (کمئی لوگوں) کو مجنوں بنا دوں۔

(۲۱۸) غزل

(۱) رفتم بہ طبیب و گفتم از دردِ نہاں
گفتا کہ ز غیر دوست بر بند زباں

(۲) گفتم کہ غذا؟ گفت ہمیں خونِ جگر
گفتم پرہیز؟ گفت از ہر دو جہاں

(۳) خونِ دلِ خود خور کہ شرابے بہ ازیں نیست
دنداں بہ جگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست

(۴) در کنز و ہدایا نتواں یافت خدا را
در مصحفِ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

مطلب

(۱) میں ایک حکیم کے پاس گیا اور اپنے اندرونی درد کا ذکر کیا اُس نے جواب دیا اپنے دوست (پیارے) کے ذکر کے سوائے اور کوئی ذکر نہ چھیڑ۔ کیونکہ اس درد کا صرف یہی علاج ہے۔

(۲) میں نے پوچھا (اس دوا کیساتھ) غذا کیا ہوگی؟ اُس نے جواب دیا کہ یہی جگر کا خون۔ پھر میں نے پوچھا کہ پرہیز کیا؟ اُس نے جواب دیا کہ دونوں جہانوں (کی خواہشات وغیرہ) سے پرہیز کر۔

(۳) اپنا خالص خون پی کیونکہ اس سے بہتر کوئی شراب نہیں ہے۔ دانت جگر میں مار کیونکہ اس سے بہتر کوئی کباب نہیں ہے۔

(۴) مُستند و متبرک کتب (خزانۂ کلام) میں خدا پایا نہیں جاتا۔ دِل کی کتاب (آئینہ) میں دیکھ کیونکہ اُس سے بڑھکر اور کوئی کتاب نہیں ہے۔



(۲۱۹) غزل۔ راگ بھیروی۔ تال تین

(۱) میار اَے بخت! بہرِ غرقِ ما در شور دریا را

پرِ ماہی مگرداں بادبانِ کشتیٔ مارا

(۲) لباسِ ما سُبکساراں تعلّق بر نمی تابد

بوَد ہمچوں حباب از بخیہ خالی پیرہن مارا

(۳) دمِ جان بخشِ تو تا زنگِ حیرت ریخت در عالم

ز مہر آئینہ در پیشِ نفس دیدم مسیحا را

(۴) اگر لب از سخن گوئی فرو بندیم جا دارد

کہ نبوَد از نزاکت تابِ لبستن مستیٔ مارا

(۵) شوَد از شعلۂ آوازِ قُلقُل بزم مے روشن

مرت گردم مکُن خاموش ساقی شمعِ مینا را

(۶) غنی ساغر بکف جمشید پیشِ مے فروش آمد

کہ شاید در بہائے بادہ گیرد مُلکِ دُنیا را

مطلب

(۱) اے نصیب ہمارے غرق کرنے کے لئے دریا کو طوفان میں مت لا (اے بخت! ہم کو ڈبونے کے لئے خواہشاتِ دُنیوی کے دریا میں طوفان مت برپا کر) اور اے مچھلی کے پر! ہماری کشتی کے بادبان کو مت پھیر ÷

(۲) ہم ہلکے (آزاد از تعلقاتِ دُنیا) لوگوں کا لباس تعلّق کی تاب نہیں لا سکتا ہے یعنی تعلقات کی طرف راغب نہیں ہو سکتا اور ہمارا کُرتہ بُلبلہ

کی طرح بخیہ سے خالی دلا تعلّق) ہے ٭

(۳) جب سے تیرے جاں بخش دم نے دُنیا میں حیرت (تعجّب) کا رنگ بکھیر ڈالا ہے تو اُس وقت سے مَیں نے مسیحا کو تیری محبت کی وجہ سے (آئینہ درپیشِ نفس) متحیر دیکھا ہے۔ یعنی اَے معشوقِ حقیقی! چونکہ تیرے دمِ جاں بخش نے مریضانِ محبّت کو شفا دی ہے اِس لئے تیری محبّت کی وجہ سے اب مسیح (جس کو معجزہ تھا کہ مُردہ کو زندہ کر دیتا تھا) متحیر ہو رہا ہے چونکہ اب اُس کا معجزہ بے سُود ہے ٭

(۴) اگر تُو کہے تو ہم بات کرنے سے لب بند رکھیں (چُپ رہیں) مگر کیا یہ واجب ہے؟ کیونکہ تیری نزاکت کی وجہ سے ہم کو معنی دراز چھپانے کی تاب نہیں۔ یعنی قدرتاً ہمارے مُنہ سے تیری تعریف ضرور نکلے ہی گی۔ اور تیرا راز ظاہر کئے بغیر نہ رہیں گے۔

(۵) چونکہ شراب کی محفل (شراب کی) صُراحی کی آواز کے شعلہ سے روشن ہو جاتی ہے۔ اِس لئے اَے ساقی! مَیں تجھ پر قُربان جاؤں کہ شیشۂ شراب کی شمع کو مت بجھا۔ یعنی اَے مُرشدِ کامل! شرابِ محبّتِ الٰہی کا دَور دپیم کھرا جاری رہے۔ برائے خدا اسے چشم زدن کے لئے کبھی بند نہ کر ٭

(۶) اَے غنی! جمشید اپنے پیالہ (جامِ جہاں نما) کو ہتھیلی پر رکھے ہُوئے شراب فروش کے پاس آیا کہ شاید شراب کے بدلے وہ شراب فروش مُلکِ

دُنیا کو لیلے۔ یعنی عشقِ الٰہی کی شراب اسقدر قیمت رکھتی ہے کہ جمشید اُسکے لینے میں مالکِ دُنیا کو یا اپنے اُس پیالے کو جس میں کہ تمام جہان کا نظارہ دکھائی دیتا تھا بے دریغ دیتا ہے۔



(۲۲۰) بھیروی۔ تال تین

(۱) اَلَا یا ایہاالساقی مئے باقی بچش از ما
که روز افزوں شوَد عِشقت کُند آسانْت مُشکلها

(۲) به حُسنِ مَوجِ خیز من که شُد طُرفه نقابِ من
ز موجِ خُوبئے بجرم چه شور اُفتاد در دِلها

(۳) شبِ مہتاب و بادِ خوش۔ لبِ دریا صنم در بر
چساں دانند حالِ ما غَرِیقانِ متوجّہا

(۴) مرا در منزلِ جاناں ہمه عَیش و ہمه شادی
جرس بیہوده می نالد کُجا بندیم محملها

(۵) ہمه کارم ز بے کامی به خوش کامی کشید آخر
نہاں چوں ماند ایں رازے که بوده شمعِ محفلها

(۶) حضوری چه ہمی خواہی ازو غائب نهٔ اَے جاں
توئی عقبیٰ۔ توئی مولیٰ۔ توئی دُنیا و ما فیہا

(۷) بہ صدقِ دِل اناالحق گو چُنینت رام فرماید
کہ در یک دم زدن گردد وصال و قطعِ منزلہا

مطلب

(۱) خبردار اَے ساقی (باقی دلافانی) شراب ہم سے چکھ۔ تاکہ تیرا عشق (پریم) روز بروز ترقّی کرتا رہے۔ اور تیری مُشکلوں کو آسان کر دیوے۔ (یہاں مجذوبِ عشقِ الٰہی اپنے مرشد سے کہتا ہے کہ ہم سے پریم بُوند چکھ تاکہ تمام عُقدہائے دِلی کھُل جائیں۔ اور انکشافِ رازِ حقیقی ہو جاوے)

(۲) میری لہراتی ہُوئی خوبصُورتی کی وجہ سے جو کہ میرا ایک عجیب پردہ بن گئی ہے اور میرے بحرِ عشق کی خوبصُورتی کی لہر سے دِلوں میں کتنا ہی شور برپا ہو گیا ہے یعنی کتنے ہی دِل بیقرار ہو گئے ہیں۔

(۳) جب چاندنی رات اور خوشگوار ہَوا۔ دریا کا کنارہ اور پیارا پہلو میں ہو تو ہماری ایسی حالت کو لہروں میں ڈُوبے ہُوئے لوگ (دُنیا کی ہَوا و ہَوس میں گرفتار) کیا جانیں ؟

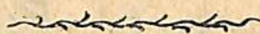
(۴) مُجھ کو پیارے کی منزل میں نہایت آرام و نہایت خوشی ہے۔ گھنٹہ بیفائدہ شور مچاتا ہے۔ ہم محمل کہاں باندھیں ۔ یعنے ہم کو تو یہاں ہی پیارے کا وصال ہو گیا اس میں ہمیں نہایت خوشی ہے۔ اب واعظ (ناصح) کا شور مفت میں ہے۔ ہم یہاں سے نہیں ٹل سکتے۔ یا اب سالِک کا شور

بے فائدہ ہے۔ ہمکو آنا جانا باقی نہیں رہا)

(۵) میرے تمام کام جو کہ نا مکمل تھے اب مکمل ہو گئے۔ یہ بھید کیونکر چھپا رہ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اب محفلوں کی شمع ہو گیا ہے (میری کُل خواہشات پیارے کے ملنے سے پوری ہو گئیں ہیں۔ یہ بات اب چھپی نہیں رہسکتی)

(۶) اَے پیارے! تُو حضوری کیا چاہتا ہے؟ تو اُس سے پوشیدہ نہیں (کیونکہ وہ ہر ایک کے اندر موجود ہے) تُو ہی آخرت ہے تُو ہی مولا ہے تُو ہی دُنیا و مافیہا ہے ؂

(۷) رامؔ یہ تجھے حکم دیتا ہے کہ سچے دِل سے انالحق کہو کیونکہ ذراسی دیر میں انا الحق کا ایک دم مارنے میں (انا الحق کو ایک دفعہ بھی کہنے سے) پیارے کا وصال ہو جائے گا۔ اور منزلیں (مرادیں) طے ہو جائیں گی۔



(۲۲۱) غزل

(۱) در عشق نہ جسمم و نہ جانم ۔ چیزے عجبم نہ ایں نہ آنم

(۲) افزوں ز زمان و در زمانم ۔ بیروں ز مکان و در مکانم

(۳) ہر جا کہ روم خرابِ عشقم ۔ من کعبہ و بُت کدہ نہ دنم

(۴) من بے خبر از نشان و نامم ۔ باللہ مطلب دگر نشانم

(۵) با آنکہ نہانم از دو عالم ۔ در ہر نظرے بہ بیں عیانم

(۶) من جامِ جہاں نمائے عشقم	من مردمِ دیدۂ جہانم
(۷) ہم صورتِ آفتابِ ذاتم	ہم معنئ سرّ کُن فکانم
(۸) چوں شمس زیر توے کہ دارم	گہ ظاہرم و گہے نہانم

مطلب

(۱) اُس پیارے کی محبت میں نہ میں جسم ہُوں نہ میں جان ہوں (یعنی میرا جسم و جان سے کوئی تعلق نہیں) میں ایک عجیب چیز ہُوں نہ یہ ہُوں نہ وُہ ہُوں (یعنی نہ یہ جسم ہُوں نہ وُہ جان ہُوں)

(۲) زمانہ سے پرے ہُوں اور زمانہ میں بھی ہُوں۔ مکان سے باہر اور مکان میں ہُوں (یعنے ہر طرح سے لامحدُود ہُوں)

(۳) جس جگہ کہ میں جاتا ہُوں عشق کا متوالا ہُوں۔ اِس لئے میں کعبہ اور مندر کی تمیز نہیں رکھتا

(۴) میں نام و نشان سے بے خبر ہُوں۔ خدا کی قسم میری مراد (غرض) اور نشان سے ہے (یعنی دُنیوی نام و نشانِ فانی سے بیخبر ہُوں مگر ایک لافانی ولاثانی ہستی ہُوں)

(۵) باوجودیکہ میں ہردو جہان سے پوشیدہ ہُوں۔ لیکن ہر نظر سے مجھے ظاہر دیکھ لے۔

(۶) میں پریم کا جہان نُما پیالہ ہُوں اور میں جہان کی آنکھ کی پُتلی ہُوں۔

(۷) میں حقیقی آفتاب کی صورت ہوں اور میں کُن فکان[1] دایشور اِچھا) کے بھید کا مطلب ہوں۔

(۸) سورج کی طرح جو روشنی کہ میں رکھتا ہوں اُس سے میں کبھی ظاہر ہوتا ہوں اور کبھی پوشیدہ۔

---

[1] کُن فکان کی تشریح: کُن = ہو جا۔ فَ = پس۔ کان = ہو گئی۔ یعنی روز ازل میں پرماتما نے کہا کہ دُنیا ہو جا۔ تب دُنیا ہو گئی۔



(۲۲۲) غزل

(۱) اَے عاشقاں! اَے عاشقاں! من عاشقِ دیرینہ ام
اے صادقاں! اے صادقاں! من عاشقِ دیرینہ ام

(۲) آدم نبُود و من بُدم حوّا نہ بُود و من بُدم
عالم نہ بُود و من بُدم۔ من عاشقِ دیرینہ ام

(۳) با نوح در کشتی بُدم با یُوسف اندر قعرِ چاہ
اندر دمِ عیسیٰ بُدم۔ من عاشقِ دیرینہ ام

(۴) آندم کہ فرعونِ لعیں در آبِ دریا غرق شُد
در حربِ موسیٰ من بُدم۔ من عاشقِ دیرینہ ام

(۵) آنجا کہ احمد برگذشت از چار و پنج و ہفت و ہشت

بر ہشتمینش من بُدم ۔ من عاشقِ دیرینہ ام

(۶) آنجا کہ نورِ عاشقاں از عالمِ عُلوی گذشت

آنجا ہمہ خود من بُدم ۔ من عاشقِ دیرینہ ام

(۷) اے آفتاب! اَے آفتاب! گرمی مکُن گرمی مکُن

خود یک زُباں خاموش کُن ۔ من عاشقِ دیرینہ ام

(۸) شاہِ حقیقت بُودہ ام ۔ دریائے حکمت بُودہ ام

مَولا کہ باشد پیشِ من ۔ من عاشقِ دیرینہ ام

مطلب

(۱) اے عاشقو! اے بھگتو! مَیں سب سے پورانا عاشق ہُوں ۔ اے طالبانِ صادق! اے سچّے جگیا سوؤ! مَیں سب سے پُورانا عاشق ہُوں ۔

(۲) جس وقت حضرتِ آدم نہ تھا اُس وقت مَیں تھا ۔ جس وقت کہ حوّا نہ تھا اُس وقت بھی مَیں موجود تھا ۔ اور جس وقت دُنیا موجود نہ تھی اُس وقت بھی مَیں تھا (یعنی دُنیا کی ہستی سے پہلے بھی مَیں تھا) مَیں تو سب سے پُورانا عاشق (دیرینہ) ہُوں ۔

(۳) کشتی میں حضرت نُوح کے ساتھ مَیں ہی تھا ۔ کنوئیں کی تہ میں حضرت یوسفؑ کے ساتھ مَیں ہی تھا ۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے جاں بخش دم میں مَیں تھا ۔ مَیں تو سب سے پُورانا عاشق ہُوں ۔

(۴) جس وقت حضرت موسیٰ کی لڑائی میں ملعون فرعون دریا میں غرق ہُوا۔ اُس وقت بھی میں تھا۔ میں تو سب سے پہلے کا عاشق ہُوں۔

(۵) جس جگہ کہ حضرت احمد چوتھے پانچویں ساتویں اور آٹھویں آسمان سے گُزرا۔ اُس آٹھویں آسمان پر میں ہی تھا۔ میں تو سب سے پہلے کا عاشق ہُوں۔

(۶) جس جگہ کہ عاشقوں کا نُور عالمِ عُلوی سے گُزر گیا وہاں سب کچھ خود میں ہی تھا میں تو سب سے پُورانا عاشق ہُوں۔

(۷) اے سُورج! اے گرمی مت کر چُھپکے ہو جا۔ میں تو سب سے پہلے کا عاشق ہُوں

(۸) حقیقت کا بادشاہ میں ہُوں اور دانائی کا دریا میں ہُوں۔ مولا میرے آگے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ میں تو سب سے پہلے کا عاشق ہُوں ✣

(۲۲۳) غزل بھیروی تال تین

(۱) بفسُردنم ہمہ تن اَلَم بہ تردّد آبلہ در قدم
چو غبارِ نالہ فسُردنم۔ چو سرشکِ ننگ روانیم

(۲) نہ نشیمنے کہ کُنم مکاں نہ پرے کہ بر پرم از میاں
نہ کُنی بہ عشوۂ امتحاں ستم آشیانِ رہائیم

(۳) بہ جہانِ جادہ رسیدہ ام ہمہ ہزار پردہ دریدہ ام
ثمرِ نہالِ حقیقتم۔ چمنِ بہارِ خُدائیم

(۴) سرِ کعبہ گرمِ فسُونِ من۔ دلِ دَیر جوششِ خونِ من
مگذر ز سیرِ جنونِ من کہ قیامتِ ہمہ جائیم

مطلب :- (۱) مُرجھانے میں تو تمام بدن مجسّم غم ہے۔ چلتے چلتے پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ رونے کے غبار کی طرح میرا مُرجھانا ہے اور شرم کے آنسوؤں کی طرح میرا چلنا ہے۔

(۲) نہ کوئی گھونسلا (گھر) ہے کہ جہاں ٹھہر جاؤں۔ اور نہ پر ہی ہے کہ

جس سے مَر جاؤں۔ اَے ہے ظلم ہے کہ تُو عشوۂ امتحان کی خاطر میری رہائی کی صورت نہیں بننے دیتا۔

(۲) اُنو بھو (انکشافِ ذات) کے جہاں میں مَیں پہنچ گیا ہُوں۔ اور تین ہزار پردے پھاڑے ہیں۔ اب حقیقت کے درخت کا پھل مَیں ہُوں اور خدائے بہار کا بلغ مَیں ہُوں۔

(۴) میرا دھیان کرتے ہی (میرا منتر جپتے ہی) کعبہ کا سر جلنے لگتا ہے۔ اور بُتخانے کا دِل میرے خون کا اُبال ہے۔ یعنی دیوتاؤں کے دلوں میں میرا خون جوش مارتا ہے۔ میرے جنُون کی سیر سے الگ مت ہو کیونکہ مَیں تمام جگہ کی قیامت ہُوں۔ یعنی میرے دیکھنے سے تمام جگہ پر قیامت ہو جاتی ہے ؎

(۲۲۴) غزل بھیروی تال تین

(۱) دردِ مارا در جہاں درماں مُبادا بے شُما
مرگ مُبادا بے شُما و جاں مُبادا بے شُما

(۲) سینہ ہائے عاشقاں جُز از شما روشن مباد
گلبنِ جانہائے ما خنداں مبادا بے شما

(۳) ہر چہ باشد بے شُما ہرگز مُبادا آں ِ من

زمہریرِ سرد باشد آں مُبادا بے شُما

(۴) بشنو از ایمان کہ می گوید بآوازِ بلند

با دو زُلفِ کافرت کاہیاں مُبادا بے شُما

مطلب

(۱) اَے پیارے! تیرے سوائے اِس دُنیا میں ہمارے دردکا علاج مت ہوجیو۔ بغیر تیرے ہماری موت ہو اور بِلا تیرے ہماری جان مت ہُوجیو۔

(۲) عاشقوں کا سینہ سوائے تیرے روشن مت ہو۔ ہماری جانوں کے پھُول سوائے تیرے روشن مت ہُوجیو۔ ہماری جانوں کے پھُول سوائے تیرے ہرگز نہ کھلیں ؛

(۳) جو کچھ بھی تیرے بغیر ہو وہ میری شے ہرگز نہ ہو۔ اگر کوئی......

(یہاں مطلب خبط نظر آتا ہے لہذا نہیں دیا گیا)

(۴) ایمان سے سُن جو کچھ آوازِ بلند سے (شاہ) کہتا ہے کہ تیری دو کافر زُلفوں کے ساتھ میرا یہ ایمان بغیر تیرے مت ہو جیو ؛



غزل (۲۲۵)

(۱) اَے آنکہ ہستی روزِ شب در آرزوئے وصلِ او

در آرزوے او چرا نگذشتی از ہر آرزو؟

(۲) با واعظِ خود بیں بگو۔ بگذر ز گفت و وعظِ او

کز راہِ وعظ و گفتگو نتواں رسیدن سوئے او

(۳) گر طالبِ آں گوہری بشکن صدف تا بنگری

ور مائلِ آں بادۂ بشکن صُراحی و سبُو

(۴) در کُنجِ جاں داری نہاں گنجے کہ ارزد در جہاں

تا چند گردی در بدر تا چند پوئی کو بکو

مطلب:- (۱) اے طالب! تُو جو اُس کے وصل کی آرزُو میں رات دن (مُبتلا) ہے۔ تو اُس کی آرزُو میں تُو ہر ایک آرزُو کو کیُوں ترک نہیں کر دیتا۔

(۲) خود بیں (اہنکاری) واعظ سے کہو کہ (اُس کی دیپارے کی) وعظ اور گُفتگُو سے تُو در گذر کر" کیونکہ وعظ اور گُفتگُو کے راستے سے اُس تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

(۳) اگر تُو اُس گوہر (حقیقی موتی) کا طالب (جگیاسُو) ہے تو سیپ کو توڑ ڈال تاکہ تُو دیکھ لیوے۔ اور اگر تُو اُس شراب کا چاہنے والا ہے تو صُراحی اور مٹھایا کو توڑ ڈال (یعنی اگر تُو یارِ غار کو ملنا چاہتا ہے تو اہنکار اور انانیت کو دُور کر)۔

(۴) جو خزانہ کہ جہان میں بچتا ہے وہ تیری جان کے کونہ میں (گوشۂ دِل میں) پوشیدہ ہے تُو اُس کے پیچھے کب تک در بدر اور کوچہ بکُوچہ پھرتا رہیگا۔

(۲۲۶) غزل

(۱) مرا در دِل بغیر از دوست چیزے در نمی گنجد

بخلوت خانۂ سلطاں کسے دیگر نمی گنجد

(۲) درونِ قصرِ دل دارم یکے شاہے کہ گر گاہے

ز دل بیروں زند خیمہ بہ بحر و بر نمی گنجد

مطلب

(۱) میرے دِل میں سوائے دوست (پیارے) کے اور کوئی چیز نہیں سماتی ہے کیونکہ بادشاہ (مالکِ کل) کے خلوت خانہ میں کسی اور کی گنجایش نہیں ہے

(۲) میرے دِل کے محل میں ایک ایسا بادشاہ جلوہ گر ہے کہ اگر وہ کبھی دل سے باہر نکل کر خیمہ گاڑ دے تو سمندر و خشکی پر نہ سما سکے ❖



معرفتِ ذات (آتم گیان)

(۲۲۸) راگ کانڑا تال مُغلئی

قفس ایک تھا آئینوں سے بنا — لٹکتا گُل تازہ مرکز میں تھا

تھا پھول ایک پر عکس ہر طرف تھے — تھے معشوق سب بُلبُلِ[1] بینا کے

گُل عکس کی طرف بُلبُل چلی — چلی تھی نہ دم بھر کہ ٹھوکر لگی

جسے پھول سمجھی تھی سایہ ہی تھا — یہ جھپٹی تو تڑ شیشہ سر پہ لگا

جو دائیں کو جھانکا وُہی گُل کھلا — جو بائیں کو دَوڑی یہی حال تھا

مقابل اُڑی مُنہ کی کھائی وہاں — جو نیچے گری چوٹ آئی وہاں

قفس کے تھا ہر سمت شیشہ لگا — کھلا پھول تھا وسط میں واہ وا

اُٹھا سر کو جس آن پیچھے مُڑی — تو خنداں تھا گُل آنکھ اُس سے لڑی

جھجکنے لگی اب بھی دھوکا نہ ہو — ہے سچ مُچ کا گُل تو فقط نام کو

چلی آخرش کرکے دل کو دلیر — ملا گُل۔ لگی اِک نہ دم بھر کی دیر

ملا گُل ہُوئی مست و دِلشاد تھی — قفس تھا نہ شیشے وہ آزاد تھی

یہی حال انسان تیرا ہُوا — قفس میں ہے دُنیا کے گھبرا ہُوا

بھٹکتا ہے جس کے لئے در بدر — وہ آرام ہے قلب میں جلوہ گر

[1] قیدِ بُلبُل ÷ (نوٹ) سوامی جی کی یہ ترمیم شدہ غزل ہے۔

(۲۲۹) راگ پیلو۔

پڑی جو رہی ایک مُدت زمیں میں — چھُری تیز آہن کی مٹّی نے کھائی
کرے کاٹنا پھانسنا کس طرح اب؟ — زمیں سے تھی نکلی زمیں نے مِلائی
ہُوا جب زمیں خود۔ یہ لوہا تو بس پھر — نہ آتش سہی سر پہ نے چوٹ آئی
چھُری ہے یہ دِل اسکو رہنے دو بیخود — یہاں تک کہ مِٹ جائے نامِ جُدائی
پڑا ہی رہے ذاتِ مُطلق میں بیخود — خبر تک نہ لوہے اِسی میں بھلائی
مُیرا تیرا کا چیرنا پھاڑنا سب — اُڑے ہو دُوئی کی نہ مُطلق سمائی
نہ غُصّہ جلائے مصیبت کی نے چوٹے — مِٹے سب تعلّق خُدائی خُدائی
جیسے مان بیٹھے تھے گھر یار بھائی — وہ گھر سے بھُلانے کی تھی ایک بھائی
بھُلا گھر کو منزل میں گھر کرلیا جب — تو رنج بادشاہی کی کردی صفائی
ہَوا کے بگولوں سے جب دِلکو باندھا — چھُٹی نااُمیدی کی مُنہ پر ہَوائی
کنول مردمِ چشم۔ سُورج بطِ آب — تعلّق کی آلودگی تھی نہ رائی
جو سچ پُوچھو سَیر و تماشا بھی کب تھا — نہ تھی دُوسری شے نہ دیکھی دکھائی
تھی دولت کی دُنیا میں جس کی دوہائی — جو کھولا گرہ کو تو پائی نہ پائی
کئے ہرسہ حالت کے گرچہ نظارے — وَلے رام تنہا تھا مُطلق اکائی

(۲۳۰) راگ تلنگ۔ تال کیروا

کہاں جاؤں؟ کسے چھوڑوں؟ کسے لے لُوں؟ کروں کیا مَیں؟

مَیں اِک طوفاں قیامت کا ہُوں پُر حیرت تماشہ ہیَں
مَیں باطن ہیَں عیاں-زیر و زبر چپ راست پیش و پس
جہاں ہیَں-ہر مکاں ہیَں-ہر زماں ہُونگا سدا۔ تھا ہیَں
نہیں کچھ جو نہیں ہیَں ہُوں اِدھر ہیَں ہُوں اُدھر ہیَں ہُوں
مَیں چاہُوں کیا؟ کسے ڈھونڈُوں؟ سبھوں ہیں تانا بانا ہیَں
وہ بحرِ حُسن و خوبی ہُوں-حباب ہیں قاف اور کیلاس
اُڑا اِک موج سے قطرہ-بنا تب مہر آسا ہیَں
زر و نعمت میری کرنوں ہیں دھوکا تھا سراب ایسا
تجلّیٔ نُور ہے میرا کہ رام احمد ہُوں عیسیٰ ہیَں
(۱) مرگِ تِرشنا کا جل



(۲۳۱) سوال

میرا رَم آرام ہے کس جا
کیا وہ اس اِک شلا پہ بیٹھا ہے
دیکھ کر اُس کو جی کرُوں ٹھنڈا
کیا وُہ محدُود اور یک جا ہے؟

جملہ معترضہ

واہ کیا چاندنی ہیں گنگا ہے
صاف باطن سے آب سیمیں پر
لطف راوی کا آج لائی ہے
دُودھ ہیروں کے رنگ رنگا ہے
میٹھی میٹھی سرُوں سے گا گا کر
یُوں پتہ رام کا سُناتی ہے

(۲۳۲) جواب

دیکھو موجود سب جگہ ہے رام ٭ ماہ۔ بادل ہُوا ہے اُسکا دھام
بلکہ ہے ٹھیک ٹھیک بات تو یہ ٭ اُس میں ہے بُود باشِ عالم سے
وہ اموُرت ہے مُورتی اُس کی ٭ کس طرح ہو سکے؟ کہاں؟ کیسی؟
کُلِ شئی محیط ہے آکاش ٭ مُورتی میں نہ آسکے آکاش
جو ہے اُس ایک ہی کی مُورت ہے ٭ جس طرف جھانکیں اُسکی صورت ہے

(۲۳۳) غزل

مست ڈھونڈے ہے ہو کے متوالا
کچھ پتہ دو کہاں ہے متوالا؟
گنگی کرتی پھرے ہے گنگ گنگ گنگ
"ہائے گنگا کا پاؤں کیونکر سنگ؟"
منہ سے گھونگٹ اُٹھا کے وہ پیارا
"وہ کھوجتا ہے کدھر گیا پیارا؟"
بھانگ پی پی کے بھنگ کہتی ہے
"بُوٹی شو کی کدھر گئی ہے اے"
مستی پُوچھے ہے مست نینوں سے

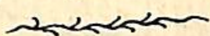
ہیں کہاں پر وہ نشہ کے ڈورے

رات بھر تاکتا پھرا تارا

پھاڑ آنکھوں کو "ہے کہاں تارا؟"

رام بن بن کو چھان تھک ہارا

"میرا آرام۔ رام ہے کس جا؟"



(۴۳۲) راگ بھیروی۔ تال پشتو

سرود و رقص و شادی دم بدم ہے ۔ تفکر دُور ہے اور غم کو رم[1] ہے

غضب خوبی ہے بیروں از رقم ہے ۔ یقیناً جان تیری ہی قسم ہے

مبارک ہو طبیعت کا یہ کھلنا ۔ یہ رس بھینی او ستھا جامِ جم[2] ہے

پیئے جاؤ دمادم جام بھر کر ۔ تمہارا آج لاکھوں پر قلم ہے

گلوں سے پُر ہُوا ہے دامنِ شوق ۔ فلک خیمہ ہے کیواں[3] پر علم[4] ہے

تیرے دیدوں پہ بھولے سے ہو شبنم ۔ کبھی دیکھا سنا سورج پہ نم ہے

رکھیں آگے کو کیا کیا ہم نہ اُمید ۔ کہ مارا گرگِ[5] غم پہلا قدم ہے

دکھایا ہے پر کرتی لے تاراج پورا ۔ صلے میں اُڑ گئی اے ہے ستم ہے

(۱) دُور بھاگا ہُوا (۲) بادشاہ جمشید کا پیالۂ مستی (۳) سنیچر تارا (۴) جھنڈا
(۵) چیتا روپی بھیڑیا۔

غلط گفتم شکایت کی نہیں جا
نہ کہتا تھا تُمھیں کیا رام پہلے

ملی آ پُرسش میں-عدل وکرم ہے
صباحِ عید آئی رات کم ہے

---

(۲۳۵) راگ شنکر آبھرن تالی کیروا

جان تُوں دِل ڈِیاں چشماں کھولیں
ہُیں مولا کہ ماریں چیخ
ہُو اللہ ہُو اللہ بولیں
اللہ شاہ رگ تھیں نزدیک

جامِ شرابِ وحدت والا
پی میں واری لا کے ڈِیک
پی پی ہر دم رہو متوالا
اللہ شاہ رگ تھیں نزدیک

گِر جا تسبیح جنجو توڑیں
ذات پاک نُوں لانہ لیک
دِین دُنی وَلوں مُنہ موڑیں
اللہ شاہ رگ تھیں نزدیک

جے تینوں رام مِلن دا چاہ
نام لو ہے دا دھریا پیک
لائے چھاتی لگا داغ
اللہ شاہ رگ تھیں نزدیک

سُن سُن سُن لے رام دوہائی
مالکِ کُل تُوں، منگ نہ بھیک
بے انتا کیوں انت ہے جائی
اللہ شاہ رگ تھیں نزدیک

نہ دُنیا دی کھیہ اُڑا
چھڈ رونا ہسّ گاؤتے گیت
ہا ہا کار نہ شور مچا
اللہ شاہ رگ تھیں نزدیک

(۱) دل کی آنکھیں (۲) ایکدم (۳) طرف سے (۴) وصّبا۔ داغ (۵) شوق (۶) سو قصہ ہاتھ ملا ہے

ے خاک۔

چُک سُٹ پردہ دُوئی والا	اکھیاں وِچّوں گَلڈ چھاڑ جالا
تُوں ہی تُوں نہیں ہور شریک	اللہ شاہ رگ ہِتیں نزدیک

(۱) دُوسرا اور۔

(۲۳۶) پرج تال چلنت

دریا سے حُباب کی ہے یہ صدا	تُم اور نہیں ہم اور نہیں
مُجھ کو نہ سمجھ اپنے سے جُدا	تُم اور نہیں ہم اور نہیں
جب غُنچہ چمن میں صُبح کِھلا	جھٹ کان میں گُل کے یہ کہنے لگا
ہاں آج یہ عُقدہ ہے ہم پہ کُھلا	تُم اور نہیں ہم اور نہیں
آئینہ مُقابل رُخ جو رکھا	جھٹ بول اُٹھا یُوں عکس اُسکا
کیوں دیکھ کے حیراں یار ہُوا	تُم اور نہیں ہم اور نہیں
دانے نے بھلا خرمن سے کہا	چُپ رہ اِس جا نہیں چُون وچرا
وحدت کی جھلک کثرت میں دِکھا	تُم اور نہیں ہم اور نہیں
ناسُوت[1] میں آکے یہی دیکھا	ہے میری ہی ذات سے نشوونما
جیسے پنبہ سے تار کا ہو رِشتہ	تُم اور نہیں ہم اور نہیں
تو کیوں سمجھاتے مجھے غیر بتا	اپنا رُخ زیبا نہ ہم سے چھُپا
چک پردہ اُٹھا ٹک سامنے آ	تُم اور نہیں ہم اور نہیں

(۱) بیداری۔ جاگرت

(۲۳۷) راگ بھیروی تال تین

ہے دَیر و حرم میں وہ جلوہ کُناں پر اپنا تو رکھتا وہ گھر ہی نہیں
مَیں دیکھوں ہُوں سب ہے سرپہ وہی پر اپنا تو رکھتا وہ سر ہی نہیں
یہ ستم[1] ہے کہ اُسکے ہے چشم کہاں؟ پر ایسی کسی کی نظر ہی نہیں
ہے نُور کا اُس کے ظہور کھُلا پر ہے وہ کہاں یہ خبر ہی نہیں
کوئی لاکھ طرح سے بھی مارے مجھے پر میرا تو کٹتا یہ سر ہی نہیں
وہ مکان ہے میرا تنہائی میں یاں شمس[2] و قمر کا گُذر ہی نہیں
نہ تو آب و ہَوا نہ ہے آتش یاں کوئی میرے سوائے تو بشر ہی نہیں
درِ دِل کو ہلا۔ کر درشن آ کہیں کرنا تو پڑتا سفر ہی نہیں
جس کے قبضہ میں گنج ہے وحدت کا کوئی اُس سے تو دولت ور ہی نہیں

(۱) ظلم تعجب (۲) سورج۔ چاند۔

(۲۳۸) غزل۔ راگ ضلع سندھوڑا

اگر ہے شوق ملنے کا اَپس[1] کی رمز پاتا جا
جلا کر خود نمائی کو بھسم تن پہ لگاتا جا
پکڑ کر عشق کا جھاڑو صفا کر دِل کے حُجرے کو
دُوئی کی دھول کو لے کے مصلّے پہ اُڑاتا جا

(۱) اپنی ذات کی

مصلے پھاڑ تسبیح توڑ کتاباں ڈال پانی میں
پکڑ کر دست مستوں کا نجانّہ کو تو پاتا جا
نہ جا مسجد نہ کر سجدہ نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا
وضو کا توڑ دے کوزہ شرابِ شوق پیتا جا
ہمیشہ کھا۔ ہمیشہ پی۔ نہ غفلت سے رہو اِکدم
اپس توں خود خدا ہو کے خدا خود ہو کے رہتا جا
نہ ہو ملّاں۔ نہ ہو قاضی۔ نہ خِلکا پہن شیخوں کا
نشے میں سیر کر اپنی خودی کو توں جلاتا جا
کہے منصور سُن قاضی! نوالا کفر کا مت پی
انالحق کہو شبعُتی سے توں یہی کلمہ پکاتا جا

(۱) سرورِ ذات

(۲۳۹) غزل

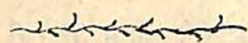
اب موہے پھر پھر آوت ہانسی (ٹیک)
سُکھ سروپ ہووے سُکھ کو ڈھونڈے۔ جل میں مین پیاسی۔ اب...
سبھی تو ہیں آتم چیتن۔ اج اکھنڈ ابناسی۔ اب...

(۱) مچھلی (۲) جنم رہت۔ لا، پیدائش (۳) لاتقسیم

کرت نہیں نشچہ سروپ کا۔ بھاجت متھرا کاشی ٭ اب مو ہے .....

کھن بھنگرتا دیکھ جگت کی۔ پھر بھی دھارت اُداسی ٭ اب موتا...

زربھئے رام۔۔ رام کرپا سے کاٹی لاکھ چوراسی ٭ اب مو ہے ....



(۲۴۰) راگ دھناسری تال دادرا

جسکو کہتے ہیں خدا ہم ہی تو ہیں ۔ مالکِ ارض و سما ہم ہی تو ہیں

عاشقانِ حق جسے ہیں ڈھونڈتے ۔ عرش پر وہ دلربا ہم ہی تو ہیں

طور(۱) کو سُرمہ کیا اک آن میں ۔ نُور موسیٰ کو دکھا ہم ہی تو ہیں

تشنۂ دیدار لب کے واسطے ۔ چشمۂ آبِ بقا ہم ہی تو ہیں

نار میں مہ ہیں کواکب(۲) میں سدا ۔ مہر میں جلوہ نما ہم ہی تو ہیں

بوستانِ نور سے بہرِ خلیل ۔ نار کو گلشن کیا ہم ہی تو ہیں

نوحؑ کی کشتی کو طوفان سے بچا ۔ پار بیڑا کر دیا ہم ہی تو ہیں

مرد و زن پیر و جواں وحش و طیور(۳) ۔ اولیاء و انبیا ہم ہی تو ہیں

خاک و باد و آب و آتش اور خلا ۔ جملہ ما و جملہ ما ہم ہی تو ہیں

عقدۂ وحدت پسندوں کے لئے ۔ ناخنِ مشکل کشا(۴) ہم ہی تو ہیں

مرغِ دل باغِ جہاں میں جبکہ یہ ۔ دامِ غفلت میں پھنسا ہم ہی تو ہیں

(۱) کوہ طور سے مراد ہے (۲) ستارے (۳) حیوان و پرندے مراد ہے (۴) مشکل گرہ (بھید) کے کھولنے والے۔ یہاں مرشدِ کامل سے بھی مراد ہے

کون کِس کو سر جھکاتا اپنے آپ | جو جھکا جِسکو جھکا ہم ہی تو ہیں
نیک و بد کیا پیر و مُرشد طالبِ حق | باہمہ اور بے ہمہ ہم ہی تو ہیں

(۱۴۲) راگ شام کلیان یا راگ جھنجوٹی- تال دادرا

خدائی کہتا ہے جس کو عالم | سو یہ بھی ہے اِک خیال میرا
بدلنا صورت ہر ایک ڈھب سے | ہر ایک دم میں ہے حال میرا
کہیں ہوں ظاہر کہیں ہوں باطن | کہیں ہوں دید اور کہیں ہوں حیرت
نظر ہے میری نصیب مجھ کو | ہوا ہے مِلنا محال میرا
طلسم اسرارِ گنج مخفی | کھوں نہ سینے کو اپنے کیونکر
عیاں ہوئے حالِ ہر دو عالم | ہوا جو ظاہر کمال میرا
حجابِ خورشید ذاتِ معنی | ہوا ظہورِ نمودِ صورت
مِٹا جو دُنیا سے نام آدم | ہوا ہے مجھ کو وصال میرا
ہمیشہ آنکھوں کو بند رکھنا | جمالِ معنی کا دیکھنا ہے
جو گوشِ کر ہے وہ ہے سماعت | جو بے زبانی ہے قال میرا
اَلَسْتُ قالو بلیٰ کی رمزیں | نہ پوچھ مجھ سے اَے یار ہرگز
ہوں(۱) آپ مشغول آپ شاغل | جواب خود ہے سوال میرا

(۱) بہرہ پن-

(۲۴۲) راگ جھنجوٹی تال دادرا

میں نہ بندہ نہ خُدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
دونوں عِلّت سے جُدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

شکلِ حیرت ہُوئی آئینۂ دِل سے پَیدا
معنئ شانِ صفا تھا مجھے معلوم نہ تھا

آپ ہی آپ ہُوں یاں[1] طالب و مطلوب ہے کون
مَیں جو عاشق ہُوں کہا تھا مجھے معلوم نہ تھا

وجہ معلوم ہُوئی تجھ سے نہ ملنے کی صنم
مَیں ہی خود پردہ بنا تھا مجھے معلوم نہ تھا

بعدِ مُدّت جو ہُوئے وصل کھُلا رازِ وطن[2]
واصلِ حق میں سدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

(۱) یہاں سے مُراد ہے - (۲) شاعر کا بھی تخلص ہے

(۲۴۳) راگ جھنجوٹی - تال دادرا

{ شمع رُو جلوہ کُناں تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا
{ صاف پردہ میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

(۱) گُل میں بُلبُل میں - ہراِک شاخ میں ہر پتّے میں

جا بجا اُس کا نشاں تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

(۲) ایک مدت دیر و حرم میں ہے ڈھونڈا ناحق

وہ درِ قلب نہاں تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

(۳) سچ تو یہ ہے کہ سوا ذات کے جو کچھ تھا حیات

وہم تھا۔ شک تھا گماں تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

(۴) ہے غلط ہستیٔ موہوم کو جو سمجھے ستے

ہر وطن اپنا جہاں تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا

(۱) کلپت وستو۔ فرضی شے (۲) شاعر کا بھی تخلص ہے۔

---

(۲۴۴) غزل

مالکِ ہردو جہاں ہیں ہی تو ہوں۔ میں ہی تو ہوں

ظاہر و باطن سبھی میں ہی تو ہوں۔ میں ہی تو ہوں

لذتِ دُنیا کی مجھ کو کچھ نہیں ہے آرزو

دونوں جہاں کی نعمتیں میں ہی تو ہوں۔ میں ہی تو ہوں

حقِ دُنیا کا مجھ میں خواب تھا مثلِ خیال

بیدار ہو دیکھا ذرا۔ میں ہی تو ہوں میں ہی تو ہوں

مجوب اسم و جسم میں تھا۔ ہستی و علم و سرور

پردۂ جہل اُٹھ گیا۔ مَیں ہی تو ہُوں مَیں ہی تو ہُوں

کچھ نہیں مجھ سے سوا۔ دُنیا۔ خُدا۔ رُوحیں تمام
ہر جُزو کُل کی اصلیت مَیں ہی تو ہُوں مَیں ہی تو ہُوں

چشمۂ اُلفت مجھے حاصِل ہُوا لا انتہا
مُجھ سے جُدا۔ ہرگز نہیں۔ مَیں ہی تو ہُوں مَیں ہی تو ہُوں

اُڑ گئی جڑ سے دُوئی۔ رُخصت ہُوئی وحدانیت
معدُوم ہے دانش جہاں۔ مَیں ہی تو ہُوں مَیں ہی تو ہُوں

عالِم دُنیا میں ہر سُو تاباں ہے میرا ہی نُور
مہر و ماہ میں روشنی۔ مَیں ہی تو ہُوں مَیں ہی تو ہُوں

(۲۴۵) راگ کافی۔ تال غزل

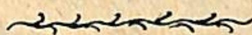
مجھ کو دیکھو۔ مَیں کیا ہُوں ۔ تن تنہا آیا ہُوں
مطلعِ نُورِ خُدا ہُوں۔ تن تنہا آیا ہُوں

مجھ کو عاشق کہو معشوق کہو۔ عشق کہو
جابجا جلوہ نُما ہُوں۔ تن تنہا آیا ہُوں

مَیں ہی مسجُودِ ملائک ہُوں بہ شکلِ آدم

مظہرِ خاصِ خدا ہوں۔تن تنہا آیا ہوں
لامکاں اپنا مکاں ہے۔سو تماشہ کے لئے
مَیں تو پردہ میں چھپا ہوں۔تن تنہا آیا ہوں
ہوں بھی۔ہاں بھی اناالحق۔ہے یہ تو منزل اپنی
شمسِ[۱] عرفاں کی ضیا ہوں۔تن تنہا آیا ہوں
کِسکو ڈھونڈوں۔کسے پاؤں۔مَیں بتاؤ صاحب؟
آپ ہی آپ میں چھپا ہوں۔تن تنہا آیا ہوں

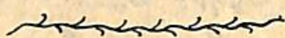
(۱) گیان کے سورج کی روشنی ہوں ۔



(۲۴٦) راگ۔تلنگ۔تال کیروا

مَیں ہوں وہ ذات ناپیدا کنار و مطلق و بیچار
کہ جس کے سمجھنے میں عقلِ کُل بھی طفلِ ناداں ہے
کوئی مجھ کو خدا مانے۔کوئی بھگوان جانے ہے
میری ہر صفت بنتی ہے میرا ہر نام شایاں ہے
کوئی بتخانہ میں پوجے۔حرم میں۔کوئی گرجا میں
مجھے بتخانہ و مسجد کلیسا تینوں یکساں ہے
کوئی صورت مجھے مانے۔کوئی مطلق پہچانے ہے

کوئی خالق پکارے ہے کوئی کہتا یہ انساں ہے
میری ہستی میں یکتائی دوئی ہرگز نہیں بنتی
سوائے میرے نہ تھا۔ ہوگا۔ نہ ہے۔ یہ رمزِ عرفاں ہے



(۲۴۷) راگ سندھورا یا دھناسری۔ تال تین

نہ دشمن ہے کوئی اپنا نہ ساجن ہی ہمارے ہیں
ہماری ذاتِ مطلق سے ہوئے یہ سب پیارے ہیں
نہ ہم ہیں دیہہ۔ من۔ بدھی۔ نہیں ہم جیو نہ ایشر
وے اِک گُن ہماری سے بنے یہ روپ سارے ہیں
ہماری ذاتِ نورانی۔ رہے اِک حال پر دائم
کہ جس کی چمک سے چمکیں یہ مہر و ماہ ستارے ہیں
ہر اِک ہستی کی ہے ہستی۔ ہماری ذات پر قائم
ہماری نظر پڑنے سے نظر آتے نظارے ہیں
برنگِ مختلف نام و شکل جو دِکھ رہے ہے
ہمارے طور کے شعلہ سے اُٹھتے یہ شرارے ہیں

(۲۴۸) راگ گارا۔ تال دھمالی

باغِ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں۔

گر یار ہیں تو ہم ہیں۔ اغیار ہیں تو ہم ہیں
دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل
گر وار ہیں تو ہم ہیں۔ اور پار ہیں تو ہم ہیں
وابستہ ہے ہمیں سے گر جبر ہے دگر قدر
مجبور ہیں تو ہم ہیں۔ مختار ہیں تو ہم ہیں
میرا ہی حسن جگ میں۔ ہر چند موج زن ہے
تس پر بھی تیرے تشنۂ دیدار ہیں تو ہم ہیں
پھیلا کے دامِ اُلفت گھِرتے گھِراتے ہم ہیں
گر صید ہیں تو ہم ہیں۔ صیاد ہیں تو ہم ہیں
اپنا ہی دیکھتے ہیں۔ ہم بندوبست یارو
گر داد ہیں تو ہم ہیں۔ فریاد ہیں تو ہم ہیں

(۲۴۹) راگ بھیروی غزل

دِل کو جب غیر سے صفا دیکھا ۔۔۔ آپ کو اپنا دلربا دیکھا
پی لیا جامِ بادۂ وحدت ۔۔۔ خویش و بیگانہ آشنا دیکھا
جس نے ہے ذات اپنی کو جانا ۔۔۔ آپکو حق سے کب جُدا دیکھا
رمز رہبر کو اپنے جب دیکھا ۔۔۔ نہ کوئی غیر و ماسوی دیکھا

کر کے بازار گرم کثرت کا
آپ کو اپنے میں چھپا دیکھا
غیر کا اسم گرچہ ہے مشہور
نہ نشاں اُسکا نہ پتہ دیکھا
جب سے درشن ہے رام کا پایا
اَے رام! کیا کہوں کہ کیا دیکھا

(۲۵۰) راگ بھیروی غزل

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا
کہیں بندہ کہیں خُدا دیکھا
صُورتِ گل میں کھِکھلا کے ہنسا
شکلِ بُلبُل میں چہچہا دیکھا
کہیں ہے بادشاہِ تختِ نشیں
کہیں کاسہ[1] لئے گدا دیکھا
کہیں عابد بنا کہیں زاہد
کہیں رِندوں کا پیشوا دیکھا
کر کے دعوی کہیں انا الحق کا
برسرِ دار وہ کِھچا دیکھا
دیکھتا آپ ہے سُنتے ہے آپ
نہ کوئی اُسکے ما سواء دیکھا
بلکہ یہ بولنا بھی تکلّف ہے
ہم نے اُسکو سُنا ہے یا دیکھا

(۱) فقیری پیالہ۔

(۲۵۱) راگ بھیروی تال تین

دیا اپنی خودی کو جو ہمنے اُٹھا
وہ جو پردہ سا بیچ میں تھا نہ رہا
رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشیں
کوئی دوسرا اُس کے سواء نہ رہا

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہُنر
پڑی اپنی بُرائیوں پہ جو نظر
تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا
ظفر آدمی اُسکو نہ جانیئے گا
گو ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خُدا نہ رہی
جسے طیش میں خوفِ خُدا نہ رہا

(۲۵۲) کافی

کی کردا[1] مئی کی کردا
کوئی پُچھو کھاں دِلبر کی کردا (ٹیک)
اِکسے گھر وِچ وسدیاں رسدیاں
نہیں ہوندا وِچ پردا۔ کی کردا۔۔
وِچ مسیت نماز گزارے
بُتخانے جا وڑدا[2]۔ کی کردا۔۔
آپ اِکو کئی لاکھ گھراں وِچ
مالک ہے گھر گھر دا۔ کی کردا۔۔
میں جِتول[3] دیکھاں اُتول[4] اوہی
ہر اِک دی سنگت کردا۔ کی کردا۔۔
موسے تے فرعون بنا کے
دو ہو کے کیوں لڑدا۔ کی کردا۔۔
بُلہا شوہ دا عشق بگھیلا[5]
رت[6] پیندا ماس چردا۔ کی کردا۔۔

(۱) کیا کرتا ہے (۲) جا داخل ہوتا ہے (۳) جدھر (۴) اُدھر (۵) بگھیاڑ (۶) خون۔

(۲۵۳) راگ کھماچ۔ تال دادرا

بِنا گیان جیو کوئی مُکتی نہیں پاوے (ٹیک)

(۱) چاہے دھار مالا چاہے باندھ مرگ چھالا
چاہے تلک چھاپ۔ چاہے بھسم تُو رماوے (ٹیک)

(۲) چاہے رچ کے مندر مٹھ۔ پتھروں کے لاوے ٹھٹھ
چاہے جڑ پدارتھوں کو سیس نتیہ نواوے (ٹیک)

(۳) چاہے بجا گال چاہے شنکھ اور بجا گھڑیال
چاہے ڈھپ چاہے ڈورو جھانجھ تُو بجاوے (ٹیک)

(۴) چاہے پھرے تُو گیا۔ پریاگ۔ کاشی میں جا پران تیاگ
چاہے گنگا جمنا۔ چاہے ساگر میں نہاوے (ٹیک)

(۵) دوارکا اور رامیشور بدری ناتھ پربت پر
چاہے جگناتھ میں تُو جُھوٹھو بھات کھاوے (ٹیک)

(۶) چاہے جٹا سیس بڑھا۔ جوگی ہو چاہے کان پھڑا
چاہے یہ پاکھنڈ رُوپ لاکھ تُو بناوے۔ (ٹیک)

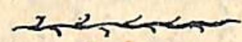
(۷) گیانیوں کا کرلے سنگ مُورکھوں کی تج دے بھنگ
پھر تجھے ٹھیک مُکتی کا سادھن آوے (ٹیک)

(۲۵۴) راگ کھماچ۔ تال دادرا
بکّے گیاں۔ گل[1] مکدی[2] ناہیں۔ جے[3] نہ منوُ مکایئے

(۱) بات (۲) ختم نہ ہوگی (۳) اگر

گنگا گیاں کچھ گیان نہ آوے	بھاویں سو سو ٹُبّے لائیے
گیا گیاں کچھ مُکتی نہ ہووے	بھاویں لکھ لکھ پنڈ بٹ پائیے
پریاگ گیاں شانتی نہ آوے	بھاویں بہہ بہہ مُونڈ منڈ لئیے
دیالداس جیہڑی وستو اندر ہووے	او ہنوں باہر کیونکر پائیے۔

(۱) جا ہئیے (۲) غوطے (۳) جو شئی (۴) اُسکو۔



(۲۵۵) راگ ضلع یا پیلو تال دیپ چندی

کیا خُدا کو ڈھونڈتا ہے یہ بڑی کچھ بات ہے
تُو خُدا ہے تُو خُدا ہے تُو خُدا کی ذات ہے
کیا خُدا کو ڈھونڈتا ہے یہ بڑی کچھ بات ہے
پاس ہے پاتا نہیں جیوں پھُولن میں باس ہے
پھرے بھولا اِک مرگ۔اور کستوری وا کے پاس ہے
پاس ہے پاتا نہیں۔پھر پھر سُونگھے گھاس ہے
تجھ میں ہے اِک بولتا۔وُہی خُدا تُو آپ رے
بے نرائن ہردیہ بھیتر تُون تیرو تیاس رے

(۱) خوشبو (۲) اُس کے (۳) تحقیق کہ اَنُبھو کرنا +

(۲۵۶) ٹھُمری - راگ ضلع جھنجوٹی

جہاں دیکھت وہاں رُوپ ہمارو (ٹیک)

(۱) جڑ چیتن کو بھید نہ پیکھت
آتم ایک اکھنڈ نہارو
پِرتھی جل تیج - پون - آکاشی
کارن - سُوکھشم سِتھول وِچارو (ٹیک)
(۲) نرناری - پشُو - پنچھی بِھیتر
مجھ بِن کوئی نہ جاگن ہارو
رکیٹ پتنگ - پشاچ - پدارتھ
سروَر - تروَر - جنگل پہاڑو (ٹیک)
(۳) ہیں سب میں سب ہی میرے مہیں
نام رُوپ نِرنجن دھارو
ناتھ کرپا نرسنگ بھیو اب
ویاپ رہیو ہم سے جگ سارو

(۱) دیکھو (۲) زمین (۳) چشمہ (۴) درخت

(۲۵۷)

آتم چیتن چمک رہیو - کر نِڈر ہو کر دیدار

(۱) تُوں ہر مانند آپ ہے
جھُوٹیں ہیں سُت دار
(۲) چمڑی میں ہِت جو کریں
وہی پُورے چمار
ناشوان جگ دیکھ کے
سمجھت ناہیں گنوار
(۳) دُرلبھ نرتن پائے کے
کیوں نہ کرت وِچار
تن مندر ادبھُت بنیو
تُون ٹھاکر سردار
(۴) وِشیوں میں پھنس پھنس مرے
جان کھوے بیکار

(۱) بیٹا - بیوی (۲) موہ - محبت

جو سُکھ چاہیں تو تیاگ دے | پر دھن[1] اور پر نار[2]۔

(۱) دوسرے کی دولت (۲) دوسرے کی بیوی۔

(۲۵۸) راگ بہاگ تال دادرا

مقراضِ موج دامنِ دریا کتر گئی
وحدت کا ٹکڑا پھٹ گیا ساری ستر گئی (ٹیک)

(۱) دریائے بیخودی پہ جو بادِ خودی چلی
کثرت کی موج ہو کے وہ سارے بکھر[1] گئی

(۲) اسم و صفت کے شوق نے ایسا کیا رذیل
گمنامی بے صفاتی کی ساری قدر گئی

(۳) جامۂ وجود پہن کے بازارِ دہر[2] میں
ذات و صفات اپنی کی ساری خبر گئی

(۴) فرزند و زن و مال کی محبّت میں ہو کے غرق
انسان کے وجود کی ساری وقر گئی

(۵) شہوت طمع و خشم و تکبر میں آ پھنسے
یکتائے ذات کی جو شرم تھی اُتر گئی

(۱) پھیل گئی۔ (۲) زمانہ۔

(۶) یہ کر لیا - یہ کرتا ہوں - یہ کل کروں گا ہیں
اس فکر و انتظار میں شام و سحر گئی

(۷) باقی رہی کو دل کی صفائی میں صرف کر
آرایشِ وجود میں ساری گذر گئی

(۸) بھولے تھے دیکھ دنیا کی چیزوں کو ہم یہاں
ہادی[۲] نے اِک طمانچہ دیا - ہوش پھر گئی

(۹) غفلت کی نیند میں جو تعین[۳] کی خواب تھی
بیدار جب ہوئے تو نہ جانا کدھر گئی

(۱۰) معشوق کی تلاش میں پھرتے تھے در بدر
نظر آیا بے نقاب - دوئی کی نظر گئی

(۱) دن (۲) ہدایت کرنے والا (۳) اپنے کو محدود جسم ماننے کی اُپادھی -

---

(۲۵۹) غزل بھیروی

ہے لہر ایک عالم بحرِ سرور میں || ہے بود و باش ساری اُسکے ظہور میں
اُٹھتی ہے لہر جبدم وہی تو بحر ہے || ہر چار سُو ہے شعلہ مت دیکھ طور میں

(۲۶۰) راگ بھیروی تال دادرا

چادر سے موج کی نہ چھپے چہرۂ آب کا

بُرقعہ حباب کا نہ ہوا بُرقعہ آب کا

اپنا ہی کچھ تصرّفِ اوہام ہے کہ ہم
چہرہ پہ حق کے پاتے ہیں پردہ نقاب کا

آنکھیں جو مُوند لیں تو دوپہر میں رات ہے
اس میں قصُور کیا ہے بھلا آفتاب کا

کس کام کی یہ ہستیٔ موہُوم کائنات
سیراب کب کرے ہے وجود کا سراب کا

اپنا حجاب آپ ہیں۔ تو اَے میاں نیاز
اُٹھنے سے تیرے ہوتا ہے اُٹھنا حجاب کا

(۲۶۱) غزل

ہُن[1] مَیں لکھیا[2] سوہنا یار۔
جَد اَحد[3] اکلّا سی
نہ رب رسُول نہ اللہ سی
بیچُون و بے چگُون سی
نہ کوئی رنگ رُوپ نمُونہ سی
پیارا بہن بیوشاکاں آیا

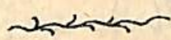
جس دے حُسن دا گرم بازار (ٹیک)
نہ ظاہر کوئی تجلّی سی
نہ جبّار سی نہ قہار غنی میں لکھیا
بے شُبہ تے بے نمُونہ سی
ہُن گُوناں گوں ہزار[4] نی میں لکھیا
آدم اپنا نام دھرایا۔

(۱) اب۔ (۲) پہچانا۔ جانا (۳) وحدہ لاشریک۔ ذاتِ حقیقی (۴) ہزاروں قسم۔

اَحد تے احمد بن آیا
کُن کہا فیکون کمایا
احمد دے وچ میم رلایا
بجھوں مسیت بجھوں بتخانہ
بھل گیا وضو نماز دوگانہ
پیر پیغمبر اُس دے بردے
سر قدماں اُتّے دھردے
جو کوئی اُس نوں لکھنا چاہے
شاہ عنایت بھید بتائے

نبیاں دا سردار۔ نی میں لکھیا
بے چُونی سے چُون بنایا
تاں کیتا ایڈ اپار۔ نی میں
بُتی رہاں نہ روزہ جاناں
تیں پر جان سُتّان بلہار۔ نی میں
اِنس ملائک سجدہ کردے
سب سے وڈّی سرکار۔ نی میں
ہاہجھ وسیلے لکھیا نہ جائے
تاں سب کھُلے اسرار۔ نی میں

(۱) اِتنا۔ اس قدر (۲) تجھ پر جان وارُوں (۳) سب سے اعلیٰ (۴) بغیر۔ بلا (۵) سمجھنا۔ پہچاننا (۶) تب



(۲۶۲) غزل

میری بُکّل دے وچ چور۔ نی میری بُکّل دے وچ چور (ٹیک)
کیہنوں کوک سُناواں نی میری بُکّل دے وچ چور
چوری چوری نکل گیا۔ جگ وچ پے گیا شور (ٹیک)
مسلماں چِتا توں چڑدے۔ ہندو چِڑدے گور
دوویں آپس دے وچ لڑدے ایہو دوہاں دی کھوڑ (ٹیک)

(۱) بغل (۲) دونوں کی خراب عادت۔

رکتے رامداس رکتے فتح محمدؐ ایہو قدیمی شور
ہٹ گیا جد دوہاں دا جھگڑا نکل پیا کوئی ہور (ٹیک)
ایہو ہی ہن تُسی بھی آکھو آپ گڑھ سی آپ ڈور
ہیں دسناں ہاں تُسیں پکڑ لیا وو بُلھے شاہ دا چور (ٹیک)

(۱) کوئی دوسرا (۲) بتلاتا ہُوں۔

(۲۶۳) (غزل)

مُنہ آئی بات نہ رہندی ہے (ٹیک)

جھوٹ آکھاں تے کچھ بچدا ہے
سچ آکھیاں بھانبڑ مچدا ہے
جی دوہاں گلاں توں جچدا ہے
بچ بچ کے جیبھا کہندی ہے (ٹیک)

اِک لازم بات ادب دی ہے
سانوں بات معلومی سب دی ہے
ہر ہر وِچ صُورت رَبّ دی ہے
کِتوں ظاہر کِتوں چھپیندی ہے (ٹیک)

جس پایا بھید قلندر دا
راہ کھوجیا اپنے اندر دا
سُکھ باسی ہے اس مندر دا
جِتھے چڑھدی ہے نہ لہندی ہے (ٹیک)

ایتھے دُنیا وِچ انھیرا ہے
اَتے تِلکن بازی ویہڑا ہے
اندر وَڑ کے دیکھو کیہڑا ہے
باہر خلقت پئی ڈھونڈیندی ہے (ٹیک)

(۱) آگ کا بھڑکنا (۲) دِل۔چت (۳) جچتا ہے (۴) کی (۵) کہیں (٦) اندھیرا۔

کتے[1] ناز ادا دکھلائی دا
کتے ہو رسول ملائی دا

کتے عاشق بن بن آئی دا
کتے جان جدائی سہندی ہے (ٹیک)

جدوں ظاہر ہوے نور[2] ہوریں
جل گئے پہاڑ کوہ طور ہوریں

تدوں دار چڑھے منصور ہوریں
اوتھے شیخی میںڈی[3] نہ تہنڈی ہے (ٹیک)

جے ظاہر کراں اسرار تائیں
سب بھُل جاون تکرار تائیں

پھر مارن بُلھے یار تائیں
ایتھے مخفی گل سوہندی ہے (ٹیک)

اساں پڑھیا علم تحقیقی ہے
اوتھے اِکو حرف حقیقی ہے

ہور جھگڑا سب وِدھیکی ہے
اینویں رولا پایا بہندی ہے (ٹیک)

بُلھا شوہ اساں تھیں وکھ[4] نہیں
بن شوہ تھیں دوجا کَکھ[5] نہیں

پر ویکھن[6] والی اکھ نہیں
تاہیں جان پئی دکھ سہندی ہے (ٹیک)

(۱) کبھی (۲) مراد ہے نورِ علیٰ نور یعنی پرماتما (۳) میری تیری (۴) الگ۔ جدا۔ (۵) ایک تنکا (٦) دیکھنے کی آنکھ ؛



(۲٦۴) راگ آساوری۔ تال تین

پاس کھڑا نظروں میں نہ آوے ایسا رام ہمارا رے
ہے گھٹ میں گھٹ کی سب جانے رہت خلق سے نیارا رے

کوئی دھیاوے پیر پیغمبر۔ کوئی ٹھاکر دوارہ رے

جپ تپ سنجم¹ اور برت سب کرکر سبھی ہارا رے

گورُو گم سے کوئی لکھیہ² نہ پاوے کہت کبیر بچارا رے

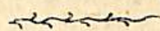
(۱) اندریوں اور من کو لذتِ نفسانی سے روکنا (۲) بلا گورُو کی مدد کے اصلی گیان یا رمز کو سمجھنے نہیں پاوے ہے۔



(۲۶۵)

ٹھوکر کھا کھا ٹھاکر ڈِٹھا¹	ٹھاکر ٹھیکر ناہیں
ٹھیکر بھجدا ٹُٹدا سڑدا	ٹھاکر اِکسے تھاہیں
ٹھور ٹھور وِچ ٹھہریا ٹھاکر²	ٹھاکر باہر ناہیں
ٹھگ ٹھیک ٹھاکر ہی ٹھاکر	ٹھاکر ہی جہاں تاہیں³
ٹھاکر رام نچاوے ناچے	بھہ جاندا جہاں تاہیں

(۱) دیکھا (۲) ہر طرف (۳) جہاں کہیں



(۲۶۶) غزل

(۱) ارض و سما کہاں تری وُسعت کو پا سکے

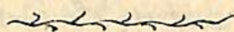
میرا ہی ہے وہ دل کہ جہاں تُو سما سکے

(۱) زمین و آسمان ۔

(۲) وحدت میں تیرے حرفِ دُوئی کا نہ آ سکے
آئینہ کیا مجال تُجھے مُنہ دکھا سکے

(۳) قاصد نہیں یہ کام تیرا اپنی راہ لے
اُس کا پیام دِل کے سوا کون لا سکے

(۴) غافل! خُدا کی یاد کو مت بھُول ویہار
اپنے تئیں بھُلادے اگر تُو بھُلا سکے



غزل (۲۶۷)

(۱) کب لباسِ دُنیوی میں چھُپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانُوس میں بھی شُعلۂ عُریاں[1] ہی رہا

(۲) سب کو دیکھا اُس سے اور اُسکو نہ دیکھا چوں نگاہ
وہ رہا آنکھوں میں، اور آنکھوں سے پنہاں[2] ہی رہا

(۳) مجھ میں اُس میں رابطہ ہے گویا برنگِ بُوئے گُل
وہ رہا آغوش[3] میں۔لیکن گریزاں[4] ہی رہا

(۴) دِین و ایماں ڈھُونڈتا ہے ذوق! کیا اس وقت میں
اب نہ کچھ دِین ہی رہا باقی نہ ایماں ہی رہا

(۱) ظاہر (۲) چھپا ہُوا (۳) بغل (۴) بھاگا ہُوا۔

(۲۶۸) راگ جنگلہ تال دھمار

(۱) اَے کہ عمرے در پئے او میدویدم سو بسو
ناگہانش یافتم بادِل نشستہ رُو برو

(۲) آخرالامرش بدیدم معتکف در کوئے دِل
گرچہ بسیاری دوِیدم در پئے او کُو بکُو

(۳) دِل گرفت آرام چوں۔ آرامِ دِل در بر گرفت
جاں چو جاناں را بدید۔ آسودہ گشت از جُستجُو

(۴) ایکہ عمرے آرزوئے وصلِ او بودت چرا
از پئے آں آرزو نگزشتی از ہر آرزو

(۵) تا بکے سرچشمۂ خودرا بگِل انباشتن
جُوئے خود را پاک کُن تا آید آبِ آبجو

(۶) آبِ حیواں در درُوں وانگہ برائے قطرۂ
ریختہ در پیشِ ہر ناداں و دانا آبرُو

(۷) مُطربِ آں مجلسی دَف را منہ ہر جا گرو
طالبِ آں بادہ ای بشکن صراحی و سبو

(۸) ناظرِ آں منظری بردار از عالم نظر
عاشقِ آں شاہدی بردوز چشم از غیرِ او

(۹) نیست بے او ہیچ تابے رُوئے از وَے بر متاب

بے ویت چوں نسبت آبے دست را از وَے مشو

مطلب (۱) مَیں جو ہر طرف ساری عمر اُسکے پیچھے دوڑتا تھا مَیں نے یکایک اُس کو دل میں سامنے بیٹھا ہُوا پایا۔

(۲) آخر کار مَیں نے اُسکو دِل کے گوشہ میں معتکف (گوشہ نشین) دیکھا۔ اگرچہ مَیں اُسکے لئے کوچہ بکوچہ بہتیرا بھاگا۔

(۳) جب میرے دِل نے دِلبر کو پہلو میں پا لیا تو اُسکو آرام مل گیا۔ اور جان نے جب جانان (اپنے پیارے) کو دیکھا تو جستجو سے رہائی پائی۔

(۴) اَے طالب (جگیاسو) تجھے جو ساری عمر اُسکے وصل کی آرزو تھی تو تُو نے اُس آرزو کے پورا کرنے کے لئے کیوں نہ ہر ایک آرزو کو چھوڑ دیا ٭

(۵) تُو کب تک اپنے چشمہ کے مُنہ کو کیچڑ سے بند کرتا رہیگا (پاٹتا رہے گا) اپنی نہر کو صاف کر (یعنے قلب کو پاک کر) تاکہ (حقیقی) ندّی کا پانی اُس میں آجائے۔

(٦) آبِ حیات تیرے اندر ہے۔ اور پھر تُو ایک قطرے کے لئے ہر ایک عقلمند اور بیوقوف کے سامنے اپنی بے عزّتی کر رہا ہے۔

(۷) اگر تو اُس مجلس (مجلسِ حقیقی) کا مُطرب (گانے والا) ہے۔ تو دف کو ہر ایک جگہ گِروی مت رکھ (یعنی ہر ایک جگہ شور و پکار نہ کر) اگر تو اُس (حقیقی) شراب کا طالب ہے تو صُراحی و مٹکہ توڑ ڈال ٭

(۸) اگر تو اُس منظر (قابلِ دید اوستھا) کا دیکھنے والا ہے تو دُنیا کی طرف سے مُنہ پھیر لے۔ اگر تو اُس اصلی پیارے (ساکھشی) کا عاشق (پریمی) ہے تو جو کچھ اُسکے سِوا ہے تو اسکی طرف سے آنکھ سی لے (بند کر لے)

(۹) اُس کے بغیر کوئی چیز نُورانی نہیں ہوسکتی۔ اُسکی طرف سے مُنہ مت پھیر چُونکہ اُسکے بغیر تیرے لئے کوئی نُور نہیں ہے اس لئے اُس سے ہاتھ مت دھو (یعنی علیحدہ مت ہو)

(۲۶۹) راگ جنگلہ تال دھمار

(۱) ہر سُو کہ دَویدیم ہمہ سُوئے تو دیدیم — ہر جا کہ رسیدیم سرِ کُوئے تو دیدیم

(۲) ہر قبلہ کہ بگزید دِل از بہرِ عبادت — آں قبلۂ دِل را خمِ ابرُوئے تو دیدیم

(۳) ہر سروِ رواں راکہ دریں گُلشنِ دہر است — بر رستۂ بُستانِ لبِ جُوئے تو دیدیم

(۴) از بادِ صبا بُوئے خوشت دوش شمیدیم — با بادِ صبا قافلۂ بُوئے تو دیدیم

(۵) رُوئے ہمہ خُوبانِ جہاں را بہ تماشا — دیدیم ولے ز آئینہ رُوئے تو دیدیم

(۶) تا دیدۂ شہلائے بُتانِ ہمہ عالم — کردیم نظر نرگسِ جادُوئے تو دیدیم

(۷) تا مہرِ رُخت بر ہمہ ذرّات نتابد — ذرّات جہاں را بہ تگ و پُوئے تو دیدیم

مطلب (۱) جس طرف کہ دوڑے وہ تمام اطراف تیرے ہی دیکھے (یعنی سب طرف تُو ہی تھا) اور جس جگہ کہ ہم پہنچے وُہ تمام تیری ہی گلی کا سِرا

دیکھا (یعنی ہر جا تجھے ہی پایا)

(۲) جس پرستش کی جگہ کو دل نے برائے عبادت قبول کیا۔ اُس دل کے قبلہ کو تیری ابرُو (بھویں) کا خم دیکھا (یعنی اُس جگہ تُو ہی جھانکتا ہمیں نظر آیا)

(۳) ہر سرو رواں (معشوق یا پیارے) کو جو کہ اس دُنیا کے باغ میں ہے اُس کو تیری ندی کے کنارے کے باغ کا اُگا ہُوا دیکھا (یعنی جو بھی اِس جہان میں پیارا نظر آیا وہ سب تیرے ہی سے ظہور پذیر ہُوا دکھائی دیا۔)

(۴) کل رات ہم نے بادِ صبا (مشرقی ہوا) سے تیری خوشبُو سونگھی۔ اور اُس بادِ صبا کے ساتھ تیری خوشبُو کا قافلہ دیکھا (یعنی اُس میں تیری خوشبُو بسی ہُوئی تھی)

(۵) دُنیا کے تمام خوبصورت لوگوں کے چہرے کو تماشے کی خاطر ہم نے دیکھا لیکن تیرے چہرے کے آئینہ سے اُنکو دیکھا (یعنی اِن تمام خوبصورتوں میں تیرا ہی رُوپ یعنی نُور پایا)

(۶) تمام جہان کے پیاروں (معشوقوں) کی مست آنکھ میں ہم نے جب دیکھا تو تیری جادو کی نرگس (آنکھ ہی) دیکھی ؛

(۷) جب تک تیرے چہرے کا آفتاب تمام ذرّوں پر نہ چمکے۔ تب تک جہان کے ذرّوں کو تیری ہی طرف دوڑتے ہُوئے دیکھا (یعنی جب تک تیری

شعاع نہ پڑے تب تک طالبِ حق تیرا ہی طلبگار رہے گا)+



(۲۷۰)

(۱) اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید۔

معشوق ہمیں جاست۔ بیائید بیائید

(۲) معشوق تو ہمسایۂ دیوار بدیوار

در بادیہ سرگشتہ چرائید چرائید

(۳) گر صورتِ بے صورتِ آں یار بہ بینید

ہم حاجی و ہم کعبہ و ہم خانہ شمائید

مطلب (۱) اے حج کو جانے والو! کہاں جاتے ہو کہاں جاتے ہو۔ پیارا (معشوق) تو یہیں ہے۔ یہاں آؤ یہاں آؤ۔

(۲) تمہارا معشوق (پیارا) تو تمہاری دیوار سے دیوار ملائے ہوئے پڑوسی بن رہا ہے (یعنی تمہارے از حد نزدیک ہے) جنگل میں تم پریشاں کیوں پھر رہے ہو؟

(۳) اگر اُس غیر شکل (نرآکار) یار کی صورت تم دیکھ لوگے تو تم خود ہی حاجی و کعبہ اور خانۂ کعبہ ہو جاؤ گے



(۲۷۱)

مہر سرگشتہ آفتاب کجاست	آب ہر سو دواں کہ آب کجاست
(۲) خواب دوشم ز دیدہ می پرسد	کاے جہاں بیں بگو کہ خواب کجاست
(۳) مست پرساں کہ مست را دیدی	یارب آں بیخود و خراب کجاست
(۴) بادہ در میکدہ ہمی گردد	گردِ مجلس کہ گوء شراب کجاست
(۵) یارِ خود بے نقاب می گردد	کہ مرآں یار بے نقاب کجاست

مطلب (۱) آفتاب پریشان ہو رہا ہے کہ سورج کہاں ہے پانی ہر طرف بھاگ رہا (بہتا پھرتا) ہے کہ پانی کہاں ہے؟

(۲) کل رات میری نیند میری آنکھ سے پوچھتی تھی کہ اے جہان کی دیکھنے والی (آنکھ) تو بتا کہ نیند کہاں ہے؟

(۳) مست لوگ پوچھ رہے ہیں کہ تم نے مست کو دیکھا۔ یارب وہ بیخود و خراب (بدمست) کہاں ہے؟

(۴) شراب شرابخانہ میں مجلس کے گرد دورہ کرتی ہوئی پوچھتی پھرتی ہے کہ شراب کہاں ہے؟

(۵) اپنا یار مطلوب حالانکہ بے نقاب پھرتا ہے۔ لیکن پھر پوچھتا ہے کہ وہ بے نقاب کہاں ہے؟

(۲۷۲)

(۱) از خدا جویاں خدا گُم کردہ اند | گُم دریں امواجِ قُلزم کردہ اند

(۲) تن مثالِ آئینہ کردہ صفا | دل کم از اہل دُوم[1] و سُوم[2] کردہ اند

(۳) در پئے غفلت کمر بستہ مُدام | میل سُوئے معرفت گُم کردہ اند

(۴) حیف از توحید حق نامحرم اند | دل بوہم و شرک محرم کردہ اند

(۵) عین بے نقطہ چو باشد عین عین | محرمی از نقطہ مجرم کردہ اند

(۶) بیغمی از قُربِ حق افزوں شود | عمرِ خود را صرف در غم کردہ اند

(۷) در دوئی مانند میدانی و کی | پُشت با خود رُو بعالم کردہ اند

مطلب (۱) ریاکار واعظوں نے طالبانِ حقیقی سے اُس خدا (مطلوب) کو گُم کر رکھا ہے۔ اور اِن (باتوں رُوپی) لہروں میں اُس بحرِ ناپیدا کنار کو چھپا دیا ہے۔

(۲) بدن شیشے کی طرح صاف کیا ہُوا ہے۔ اور دل دُوئی ماننے والے (دویت باد) اور تثلیث ماننے والوں سے بھی چھوٹا بنا ہُوا ہے (ظاہری وضع داری اور باطن میں ریاکاری رہے)

(۳) اور ہمیشہ سے غفلت کی طرف کمر باندھ رکھی ہے۔ اور معرفت کے راستے

[1] دُم مخفف دُوم یعنی دُوئی کے جاننے والے (دویت بادی)
[2] سُم مخفف سُوم۔ یعنی تثلیث کے ماننے والے۔

سے بے توجہ ہو گئے ہیں۔

(۴) افسوس ہے کہ (ایسے واعظ) سچی توحید سے ناواقف ہیں۔ اور دِل کو وہم و کُفر کا واقف کار کر دیا ہے۔

(۵) غَین (غ) بے نقطہ کیا ہوتا ہے؟ ٹھیک عین (ع)۔ تو کیا یہ جانتا ہے کہ نقطہ سے اُس (ع) کو اُنہوں نے مجرم بنا دیا ہے۔

(۶) خدا کی نزدیکی سے بے غمی ترقّی کر جاتی ہے مگر اُنہوں نے اپنی عمر کو غم ہی میں صرف کر رکھّا ہے۔

(۷) اَے وَلی تو جانتا ہے کہ وہ دوئی (غیریت) میں رہ گئے اپنی طرف پیٹھ موڑلی اور جہان کی طرف رُخ کر لیا ہُوا ہے (یعنی دیگراں را نصیحت و خود را فضیحت کا مقولہ عمل میں لا رکھا ہے)۔



(۲۷۳) غزل

(۱) تجلّی ہاست حق را در نقابِ ذات انسانی
شہودِ غیب گر خواہی۔ وجوب اینجاست امکانی

(۲) حجابِ جلوہ ہم یکسر۔ ہجوم جلوہ ہست اینجا
نقابے نیست دریا را مگر طوفانِ عُریانی

(۳) کمالِ خودشناسی شد دلیلِ قدرتِ عارف

تو گر این رمز بشناسی تو نیز اے بیخبر آنی

(۴) چمن را شوخی از نازت - فلک ہا پردۂ سازت

دو عالم محو اندازت بہ فہم اَے قطرہ نادانی

مطلب (۱) انسانی ذات کے پردے میں انوارِ الٰہی پوشیدہ ہیں۔ اگر تو اُس غیب کی شہادت چاہتا ہے۔ (یعنی اگر تو اُس پوشیدہ نُور کا انوبھو کرنا چاہتا ہے) تو یہاں ہی اُس کا انوبھو (انکشاف) ہونا ممکن ہے۔

(۲) جلوہ کا ہجوم ہی یہاں جلوہ کا پردہ بنا ہُوا ہے (یعنے نُور کی زیادتی نے ہی منبع نُور کو چھپا رکھا ہے) جیسے کہ دریا کو کوئی پردہ (چھپائے ہُوئے) نہیں سوائے عُریانی کے طوفان کے۔

(۳) عارف (گیانی) کی طاقت کی دلیل اُس کی خود شناسی (اُس کے ننگا ہونے) کا کمال ہے۔ تو اگر اس بھید کو جان لے تو اَے غافل! تُو بھی وُہی ہو جائے۔

(۴) باغ کی شوخی تیرے ہی ناز کی وجہ سے ہے۔ اور آسمان تیرے ہی باجے کے پردے ہے۔ اَے نادانی کے قطرے! تُو سمجھ کہ دونوں جہان تیرے ہی انداز پر لٹّو ہو گئے ہیں۔ یا مِٹ گئے ہیں) +

غزل (۲۷۴)

(۱) اَے نُورِ چشم عقل و جاں بر تختِ سُلطاناں توئی
چندیں ہزاراں ماہ و خور بر آسماں تاباں توئی

(۲) ہم ماہ و ہم اختر توئی ہم گُنبدِ اخضر توئی
صُورت توئی۔ معنی توئی۔ پیدا توئی۔ پنہاں توئی

(۳) ہم ہستئ عالم توئی۔ ہم ہستئ آدم توئی
صد چوں زمین و آسماں۔ در مُلکِ بے پایاں توئی

(۴) جویاں چہ بودم روز و شب در ذکر گویاں یا ربّ
چوں باز کردم دیدہ را۔ دیدم کہ ہم جویاں توئی

مطلب:۔(۱) عقل و جان کی آنکھ کی روشنی! بادشاہوں کے تخت پر تو ہی جلوہ گر ہے۔ کئی ہزار چاند اور سورج جو کہ آسمان پر چمک رہے ہیں یہ خود تو ہی ہے

(۲) چاند اور تارے اور نیلا آسمان یہ سب تو ہی ہے۔ صورت و معنی اور ظاہر و باطن تو ہی ہے

(۳) جہان کی ہستی اور آدم کی ہستی تو ہی ہے۔ اور اِس بے اِنتہا مُلک میں سو زمین و آسمان کی مانند تو ہی پھیلا ہوا ہے۔

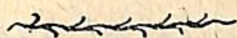
(۴) یا رب! میں رات دن تجھے کیسا ڈھونڈھتا رہا اور کس طرح تیرا ذکر کرتا

رہا- اور جب مَیں نے باطنی آنکھ کھولی تو مَیں نے یہ دیکھا کہ ڈھونڈنے والا بھی تُو ہی ہے ÷

(۲۷۵)

(۱) عِلم را و عقل را و قال و قیل	جُملہ را اندا ختم در آبِ نیل
اِسم را و جسم را در باختم	تا کمالِ معرفت دریافتم

مطلب (۱) عِلم عقل اور گفتگو وغیرہ اِن تمام باتوں کو مَیں نے دریائے نیل میں ڈبو دیا- جب سے مَیں نے معرفت کا کمال حاصل کیا تو اِسم و جسم کو ہار دیا ÷



(۲۷۶) غزل

(۱) مِنگر بہر سُوء اَے جاں کہ تو خاص جانِ مائی
مفروش خویش ارزاں کہ تو بس گِراں بہائی

(۲) بِستاں ز دیو خاتم کہ توئی بجاں سُلیماں
بشکن سپاہ اختر کہ تو آفتاب رائی

(۳) بگسل ز بے اصیلاں مشنو غریوِ غُولاں
کہ تو از شریفِ اصلی کہ تو از بلندِ جائی

مطلب:- (۱) اے جان تو ہر طرف مت دیکھ- کیونکہ تو ہماری جان کی

اصل ہے (یعنی ہماری جان کی جان ہے) تو اپنے تئیں سستا مت بیچ۔ کیونکہ تو بہت بیش قیمت ہے۔

(۲) دیو (نفس امارہ) سے اپنی انگوٹھی لے لے۔ کیونکہ جان کی قسم تُو ہی خود سُلیمان ہے۔ اُس تاریکی بدبختی کو دُور کردے۔ کیونکہ تُو آفتاب کا روشن کرنے والا ہے

(۳) بدذاتوں سے تُو اپنا رشتہ توڑ دے۔ اور چھلاووں (شیطانوں) کا غُل مت سُن۔ کیونکہ تُو ذاتی شریف ہے اور تُو ہی بلند مرتبہ والا ہے۔



عارف (گیانی)

عارف کی قلبی حالت

(۲۷۷) راگ بھیروی۔ تال مروپک

(۱) نسیمِ بہاری چمن سب کھلا | ابھی چھینٹے دے دے کے بادل چلا
گُلوں بوسہ لو! چاندنی کا بلا | جواں نازنیں اِک سراپا بلا
ہُوئی خوش۔ بلا تخلیہ کیا بھلا | قریب آئی گھُوری۔ ہنسی کھِل کھلا
نہ جادُو سے لیکن ذرا وہ ہلا | نگہ سے دیا کام کو جھٹ جلا

کہ سب حُسن کی جان میں ہی تو ہُوں
مہ[۲] و مہر کے پران میں ہی تو ہُوں

(۲) ہزاروں جمع پُوجا سیوا کو تھے | تھے رلجے چنوُر مور چھل کر رہے
تھے دیوان دھوتے قدم شوق سے | تھے خدمت میں حاضر مدح خواں کھڑے
"رِشی تُم ہو اوتار سب سے بڑے" | یہ سب دیکھ بولا لگا قہقہے

بڑا ہی نہیں بلکہ چھوٹا بھی ہُوں
نہ محدُود کیجئے گا۔ سب میں ہی ہوں

(۱) دِتِے بھوگ کا خیال۔ (۲) چاند اور سورج ؎

(۳) بُرے طور تھے لوگ سب چھیڑتے | ٹھٹھولی سے تھے پھبتیاں گھڑ رہے
تڑا تڑ- تڑھا تڑ وہ پتھر جڑے | لہو کے نشاں سر پہ مُنہ پہ پڑے
لپیا پے تھے زخم اور صدمے کڑے | تھے دبدے عجب مُسکراہٹ بھرے

کہ اس کھیل کی جان میں ہی تو ہوں
یہ رلیلا کے بھی پران میں ہی تو ہوں

(۴) سماں نیم شب[۱] ماہ تھا جنوری | ہمالہ کی برفیں سیاہ رات تھی
برف کی لگی اُس گھڑی اِک جھڑی | تھمی برف باری تو آندھی چلی
بدن کی تو گت بید مجنوں سی تھی | یہ دِل میں تھی طاقت لبوں پر ہنسی

کہ سردی کی بھی جان میں ہی تو ہوں
عناصر کے بھی پران میں ہی تو ہوں

(۵) سما دوپہر ماہ تھا جون کا | جگہ کی جو پوچھو خطِ استوا
تمازت[۲] نے لُو کی دیا سب جلا | حرارت سے تھا ریگ بھی بھونتا
بدن موم ساں تھا پگھلتا پڑا | یہ لب سے تھا خندہ پرویا ہوا

کہ گرمی کی بھی جان میں ہی تو ہوں
عناصر کے بھی پران میں ہی تو ہوں-

(۶) بیابان تنہا لق[۴] و دق غضب | اِدھر معدہ خالی اُدھر خشک لب

(۱) لگا تار (۳) آدھی رات (۳) حرارت - گرمی (۴) ہموار سخت میدان جہاں گھاس نہ ہو

اُٹھائی نِگہ سامنے آے عجب | لڑی آنکھ اِک شیرِ غرّاں سے تب
یہ تیزی سے گھورا! گیا شیر دب | جلالِ جمالی تھا چِتون میں اب

کہ شیروں کی بھی جان مَیں ہی تو ہُوں
سبھی خلق کے پران مَیں ہی تو ہُوں

(۷) بلا منجدھارا میں کشتی گھِری | یہ کہنا تھا طُوفاں کہ ہُوں آخری
تھپیڑوں سے جھٹ پٹ چٹاں وہ چڑی | اُدھر بجلی بھی وہ گِری وہ گِری
تھا تھامے ہُوئے بانس جُوں اُبھری | تبسّم میں جرأت بھری تھی نری

کہ طُوفاں کی بھی جان میں ہی تو ہُوں
عناصر کے بھی پران مَیں ہی تو ہُوں

(۸) بدن درد و پیچش سے سیماب تھا | تپِ سخت و ریزش سے بیتاب تھا
نشہ گیان کا جُوں مئے ناب تھا | وُہ گاتا تھا۔ گویا مرض خواب تھا
مِٹا جسم جو نقش بر آب تھا | نہ بگڑا میرا کچھ کہ خود آب تھا

جہاں بھر کے ابدانِ خُوباں میں ہُوں
مَیں ہُوں رام ہر ایک کی جاں میں ہُوں

دیدِ عارف

(۲۷۸) راگ کالنگڑہ۔ تال کیروا

جو خُدا کو دیکھنا ہو۔ مَیں تو دیکھتا ہُوں تمکو

میں تو دیکھتا ہوں تم کو جو خدا کو دیکھتا ہو

(۱) یہ حجابِ ساز و ساماں | یہ نقابِ یاس و حرماں
یہ غلافِ ننگ و ناموس | وہ دماغ و دل کا فانوس
وہ من و تُما کا پردہ | وہ لباسِ چیست کردہ
وہ حیا کی سبز کائی | وہ فنا اِسیاہ رضائی

یہ لفافہ جامہ بُرقع یہ اُتار ستر تم کو
جو برہنہ کرکے جھانکا تو تمہیں صفا خدا ہو (ٹیک)

(۲) اَے نسیمِ شوق جاکے | وہ اُڑا دے زُلف رُخ سے
اَے صبائے علم اجاکر | دے ہٹا وہ خوابِ چادر
ارے بادِ تند مستی! | دے مٹا ابر کی ہستی
اَے نظر کے گیان گولے! | یہ فصیل جھٹ گرا دے

کہ ہو جبل بھسم اکدم۔ چلے وہم ہو یہ عالم
جو ہو چار سُو ترنم کہ ہیں ہم خدا خدا ہم (ٹیک)

(۳) نہ یہ تیغ میں ہے طاقت | نہ یہ توپ میں لیاقت
نہ ہے برق میں یہ یارا | نہ ہے زہر ہی کا چارا
نہ کارِ تندِ طوفاں | نہ ہے زورِ شیرِ غُرّاں
کوئی جذبہ ہے نہ شہوت | کوئی طعنہ نے شرارت

جو تجھے ہلانے آئے

جو تجھے ہلانے آئیں
تو ہو راکھ بھسم ہو جائیں

وہ خدائی دیدے کھولو
کہ ہوں دور سب بلائیں

وہ پہاڑی نالے چم خم
وہ بہاری ابر چھم چھم

وہ چمکتے چاند تارے
ہیں تیرے ہی روپ پیارے

دلِ عندلیب میں خوں
رُخِ گُل کا رنگِ گلگوں

وہ شفق کے سرخ عشوے
ہیں تیرے ہی لال پیٹھے!

ہے تمہارا دھام تو رام ذرا گھر کو منہ تو موڑو
کہ رحیم رام ہو تم۔ تم ہی تو خود خدا ہو (ٹیک)

گیانی کا حوصلہ

(۲۷۹) راگ پرج تال غزل

اگرچہ قطب جگہ سے ٹلے تو ٹلجائے
اگرچہ بحر بھی جگنو کی دم سے جلجائے

ہمالہ باد کی ٹھوکر سے گو پھسل جائے
اور آفتاب بھی قبلِ عروج ڈھلجائے

مگر نہ صاحبِ ہمت کا حوصلہ ٹوٹے
کبھی نہ بھولے سے اپنی جبیں پہ بل آئے

نوٹ:۔ بھیشم کی پرتگیا کے مطابق گیانی کے دل کی حالت رام نے دکھلائی ہے۔

گیانی کی محفل

(۲۸۰) راگ پہاڑی تال دھمالی

سر پر آکاش کا منڈل ہے
دھرتی پہ سہانی مخمل ہے
دن کو سورج کی محفل ہے
شب کو تاروں کی سبھا بابا
جب جھوم کے یاں گھن[1] آتے ہیں
مستی کا رنگ جماتے ہیں
چشمے طنبور بجاتے ہیں
گاتی ہے ملار ہوا بابا
یاں پنچھی رل کر گاتے ہیں
پیتم کے سندیس سناتے ہیں
یاں روپ انوپ دکھاتے ہیں
پھل پھول اور برگ[2] گیا بابا
دھن دولت آنی جانی ہے
یہ دنیا رام کہانی ہے
یہ عالم عالم فانی ہے
باقی ہے ذات خدا بابا

(۱) بادل سے مراد ہے (۲) گھاس کی پتی۔

گیانی کو سوپنا (خواب)

(۲۸۱) راگ کلیان تال تین
گھر میں گھر کر

کل خواب ایک دیکھا میں کام کر رہا تھا
بیلوں کو ہانکتا تھا اور ہل چلا رہا تھا

محنت سے سیر ہو کر ورزش سے شیر ہو کر
یہ جی میں اپنے آئی- بس یار اب چلو گھر
گھر کے لیے تھی محنت- گھر کے لئے تھے باہر
جھٹ پٹ شنان کر کے پوشاک کر کے در پر
گھر کی طرف میں لپکا پاؤ شوق سے اُٹھا کر
تیزی سے ڈگ بڑھا کر- جلدی سے گڑ بڑا کر
کہ لو دوڑ دھوپ ہی نے یہ مچا دیا بخیر
وہ خواب جھٹ اُڑایا- یہ پاؤں گھر میں آیا
بیدار خود کو پایا- لے یار گھر میں گھر کر
سُو پنے کے گھر کو دوڑا گھر جاگنے میں آیا
کیا خوب تھا تماشا! یہ خواب کیسا آیا
بن بن میں رام ڈھونڈا- میں رام خود بن آیا
میں گھر جو کھو چکا تھا- میرا ہی تھا وہ سایا
اب سب گھروں کا ہوں گھر- اے رام- گھر میں گھر کر

(۲۸۴) گیانی کی سیر (منبرا)

راگ بھاگ- تال تین

میں سیر کرنے نکلا اوڑھے ابر کی چادر | پربت میں چل رہا تھا ہوا کے بازوؤں پر

متوالا جھومتا تھا۔ ہر طرف گھومتا تھا
نیچر سے گونج اٹھی اس وید کی دھونی کی

یہ نظارہ پیارا پیارا تیرا ہی ہے پیارا
یہ سن جو میں نے جھانکا نیچے کو سیا بھابا نکا

الوانِ نوع در نوع! اشخاص جنس ہر نوع
ماں ماتا کی ماری جاتی ہے واری نیاری

قدرت کا بچھڑا بچہ روتا ہے ماں کو ملتا
وہ گدازِ فرحت آمیز۔ وہ دردِ دل دلا ویز

جھرنے ندی و نالے پہچان کر پکارے
تتو مسی تومسی تو ہی ہے جان سب کی

جو کچھ بھی ہم بنے ہیں یہ روپ بس تو تو ہے
ہر آبشار و چشمہ گل و برگ کا کرشمہ

ہر رنگ میں تو میں تھا۔ ہر سنگ میں تو میں تھا
شوہر کو پا کے دلہن سونپے ہے اپنا تن من

بے اختیار میرا دل و جان بہہ ہی نکلا
پر سوز راحتِ جاں۔ لذت بھرے ہیں ارماں

بہہ نکلے جیبِ دل سے۔ وصلِ دواں میں بدلے
مینہ برسا موتیوں کا طوفاں آنسوؤں کا جھم! جھم!! جھم!!!

نوٹ:۔ یہ انگریزی نظم (Dreams, 2.) کا حاصلِ مطلب ہے۔

گیانی کی سیر نمبر (۲) (۲۸۳)

راگ کلیان۔ تال تین

یہ بھید کیا ہے عجب انوکھا کہ رام مجھ میں۔ میں رام میں ہوں
بغیر صورت عجب ہے جلوہ کہ رام مجھ میں میں رام میں ہوں

مرقعِ حسن و عشق ہوں میں۔ مجھی میں راز و نیاز سب ہیں
ہوں اپنی صورت پہ آپ شیدا کہ رام مجھ میں میں رام میں ہوں

زمانہ آئینہ رام کا ہے۔ ہر ایک صُورت سے ہے وُہ پیدا
جو چشمِ حق بیں کھُلی تو دیکھا کہ رام مجھ میں مَیں رام میں ہوں

وُہ مجھ سے ہر رنگ میں مِلا ہے کہ گُل سے بُو بھی کبھی جُدا ہے؟
حُباب و دریا کا ہے تماشا کہ رام مجھ میں مَیں رام میں ہُوں

سبب بتاؤں مَیں وجد کا کیا؟ ہے کیا جو درپردہ دیکھتا ہُوں
صدا یہ ہر ساز سے ہے پَیدا کہ رام مجھ میں ہیں رام میں ہُوں

بَسا ہے دِل میں میرے وُہ دِلبر۔ ہے آئینہ میں خود آئینہ گر
عجب تحیّر ہُوا یہ کیسا؟ کہ رام مجھ میں مَیں رام میں ہُوں

مقام پُوچھو تو لامکاں تھا۔ نہ رام ہی تھا نہ مَیں وہاں تھا
لیا جو کروٹ تو ہوش آیا۔ کہ رام مجھ میں ہیں رام میں ہُوں

علی التواتر ہے پاک جلوہ۔ کہ دِل بنا طُورِ برقِ سِینا
تڑپ کے دِل یُوں پُکار اُٹھا کہ رام مجھ میں مَیں رام میں ہُوں

جہاز دریا میں اور دریا جہاز میں بھی تو دیکھئے آج
یہ جسم کشتی ہے رام دریا۔ ہے رام مجھ میں ہیں رام میں ہُوں

نوٹ:۔ بجائے "رام مجھ میں مَیں رام میں ہُوں"، کے "یار مجھ میں مَیں یار میں ہُوں" بھی کہیں کہیں سوامی جی نے باہر کر کے تحریر فرمایا ہے۔ سو دونوں طرح سے یہ گایا جا سکتا ہے۔ اور اِسے پڑھنے والے کے اُوپر سوامی جی نے چھوڑ

رکھا ہے۔یہاں سھوئیت کے لئے صرف ایک ہی طرز دیگئی ہے (ناراین)

ابر کوہسار میں گیانی کی حالت

(۴۸ ۲۸) غزل

بن کے گیسوئے رُخ ہستی پہ بکھر جاتا ہوں میں
شانۂ موجۂ صرصر[1] سے سنور جاتا ہوں
سَیر کرتا ہُؤا جس دم لبِ جُو آتا ہوں
بالیاں نہر کو گرداب کی پہنا تا ہوں
سر پہ سبزہ کے کھڑے ہو کے کہا قُم[2] مَیں نے
غنچۂ گُل کو دیا ذوقِ تبسُّم مَیں نے
مُجھے ہے دامنِ کوہسار میں سُننے کا مزہ
آبشاروں کے وہ خوش نغمہ ترانہ کی صدا
وہ سرِ کوہ سے تھم تھم کے اُترنا میرا
گاہ مشرق کبھی مغرب کو یہ پھِرنا میرا
ہر گھڑی پل میں نیا رُوپ بدلنا میرا
جامۂ صورتِ نَو پہن نکلنا میرا

(۱) آندھی یا باد تُند کی لہر رُوپی کنگھی سے مراد ہے (۲) اُٹھ کھڑا ہو:۔

ہاتھ پہ دُودھ کی ٹھلیا کو اُٹھاتے آنا
گاہ ہنستے ہُوئے۔ گہ آنکھیں دکھاتے آنا
دَوڑتے دُور سے وہ اشک بہاتے آنا
اور وہ تھم تھم کے اُترتے ہُوئے گاتے آنا
کون کہہ سکتا ہے کیا میرا نشاں میرا پتا
حشر ڈھاتی ہے یہ البیلی خرامی کی ادا
مجھ سے چلنے میں نہ ہوگا کوئی غافل بڑھکر
گر پڑے ہیں میرے دامن کے گرہ کھُلکے گہر

(نوٹ) یہ نظم سوامی جی نے واسشٹ آشرم (اپنے آخری خلوت گاہ) سے راولپنڈی کی سناتن دھرم سبھا کو اُنکی چِٹھی کے جواب میں بھیجی تھی۔ جو اخباروں میں بعد ازاں شائع ہُوئی تھی۔

(۲۸۵) گیانی ہمالہ میں

غزل

برف نے باندھی ہے دستارِ فضیلت میرے سر
خندہ زن ہے جو کلاہِ مہر عالمتاب پر
سلسلہ میرا ہے یا بحرِ بلندی موج زن۔

رقص کرتی ہے مزے سے جس پہ سُورج کی کرن
چشمۂ دامن ہے یا آئینۂ سیّال ہے
دامنِ موجِ ہوا جس کے لئے رُومال ہے
نہر چلتی ہے سرودِ خامشی گاتی ہوئی
آئینہ سا شاہدِ قدرت کو دکھلاتی ہوئی
کانپتا پھرتا ہے رنگِ شفق کہسار پر
خوشنما لگتا ہے یہ غازہ[1] میرے رخسار پر
وہ اُچھالی پنجۂ قدرت نے گیند اِک نُور کی
جھانکتا ہے وہ درختوں کے پرے خورشید بھی

(۱) گلگونہ-ایک قسم کی سُرخی ہوتی ہے جو عورتیں اپنے مُنہ پر ملتی ہیں۔

روشنی کی گھاتیں

(۲۸۶) راگ ویش۔تال دھمار

(جنونِ نُور)

میں پڑا تھا پہلو میں رام کے
دونو ایک نیند سے لیٹے تھے
میرا سینہ سینہ پہ اُسکے تھا
میرا سانس اُسکا تو سانس تھا
آئی چپکے چپکے سے روشنی
دیئے بوسے دیدوں پہ ناز سے
لبی پتلی لال سی انگلیوں سے خوشی سے گدگدا دیا

کچھ تم کو آج دکھاؤنگی میں دکھاؤں گی ۔ ایسا کہہ کے ہائے سُلادیا
یہ جگا دیا کہ سُلا دیا۔ جانے کس بلا میں پھنسا دیا
اَہلو! کیا ہی نقشہ جما دیا۔ کیسا رنگ جادُو رچا دیا!
چلی بِکھر کر ہمیں ساتھ لے۔ کری سیر ہاتھوں میں ہاتھ دے
مجھے کھیل آنکھوں میں آنکھ دے۔ غُل وَلولہ اِک بپا کیا!
اِک شور غوغا اُٹھا دیا۔ رنج دھام کو تو بھلا دیا
مُنہ رام سے تو مُڑا دیا۔ آرامِ جاں کو مِٹا دیا!
تھک ہار کر جھک مار کر ہر مُوء سے بولا پکار کر
اری ناکارہ روشنی! اری! چکما تُو نے بھلا دیا!
خندی کرنیں بال تیرے سفید ہیں۔ بالوں میں رنگ بھرے ہے تو
گلگونہ مُنہ پہ ملے ہے تُو۔ نٹنی نے رُوپ بنا لیا
رُخ دیکھئے تو ہے فق تیرا۔ دِل گردشوں سے ہے شق[1] تیرا
تو اُڑتی پیّہ سے دُھول ہے۔ رتھ رام نے جو چلا دیا
کہو کس جوانی کے زور پہ تُو نے ہم کو آ کے اُٹھا دیا
یوں کہہ کے قصّہ سمیٹ کر۔ دِل جان میں یار لپیٹ کر
پھر لمبی تانوں میں پڑ گیا۔ گویا غیرِ رام جلا دیا
ابھی رات بھر بھی نہ بیتی تھی کہ لو۔ روشنی کو ہوا لگی۔

(۱) چیرا ہُوا

نئے نخرے ٹخرے سے پیار سے میرے چشم خانہ کو وا[1] کیا
کچھ آج تم کو دکھاؤنگی۔ ایسا کہہ کے ہائے نچا دیا
کہوں کیا؟ جی! بھرے ہیں آگئے۔ کیسا سبز باغ دکھا دیا
لڑ بھڑ کے آخر شام کو۔ کہہ الوداع سب کام کو
آغوش میں لے رام کو۔ تن اُس کے من میں چھپا دیا
لیکن پھر آئی روشنی۔ لو وہم دلاسا چل گیا۔
اور پھر وُہی مشیطانیاں! ویسی ہی کاردستانیاں!
ہنسنے میں اور کھنسنے میں پھر دن بھر کو یوں ہی بتا دیا
بیہودہ ٹال مٹول! جی یاروں کا بھرم کٹا گیا
ہم سو گئے۔ جاگ اُٹھے پھر۔ یُوں ہی علیٰ ہذا القیاس
وعدہ نہ اپنا روشنی نے ایک دن ایفا کیا
تھکنے نہ پائی روشنی۔ معمول پر حاضر تھی یہ
عمروں پہ عمریں ہوگئیں اس کا تواتر[2] دور تھا
کس دھن میں سب افراد تھے کیوں دن بدن یہ مدار[3] تھے؟
کس بات کے درپے تھی یہ؟ مست و خراب سے تھی یہ؟
یہ تو معمّا نہ کھلا۔ صدیوں کا عرصہ ہو گیا
ہر بات جو سمجھی عجب۔ پاس جا دیکھا تو تب

(۱) کھول دیا۔ جگا دیا (۲) لگاتار (۳) انحصار

خالی سُہانا ڈھول تھا۔ دھوکا تھا۔ فتنۂ غول تھا

سب گنگ[1] و کَر[2] اشجار تھے۔ چپ و راست سب اغیار تھے

سب یار دِل پہ بار تھے۔ اور بے ٹھکانہ کار تھا۔

اپنا تو ہر شب رُوٹھ جانا۔ روشنی کا پھر منانا

آج اور کل اور روز و شب کی قید ہی میں تلملانا

سب محنتیں تو تھیں فضول اور کار ناہموار تھا

وُہ روشنی کا ساتھ چلنا اپنا نہ ہرگز اس کو تکنا

وُہ روشنی کے جی کی حسرت ہم کو نہ پرواہ بلکہ نفرت

سُود و زیاں[3] بیم و رجا کی رگڑ[4] ! کارِ زار تھا

یُونہی رفتہ رفتہ بڑے کبھی۔ کبھی اُٹھ کھڑے ہوتے مرے کبھی

کبھی شکم مادر گھر ہُوا۔ کبھی زن سے بوس و کنار تھا۔

بڑھنا کبھی۔ گھٹنا کبھی۔ مد و جذر[5] دُشوار تھا

غرض انتظار و کشاکشی۔ دِن رات سینہ فگار تھا

کیا زندگی یہ ہے بگولے کی طرح پیچاں رہیں

اور کورِ سگ[6] بن کر شکارِ باد میں حیران رہیں؟

تو آخرش آیا وہ دن اقرار پورا ہو گیا

(۱) گونگے و بے زبان (۲) بولے۔ بہرے (۳) نفع و نقصان (۴) لڑائی (۵) اُتار چڑھاؤ (۶) اندھا کتا۔

صدیوں کی منزل کٹ گئی سب کار پُورا ہو گیا

ہاں! روشنی ہے سُرخرو تیرا وعدہ آج وفا ہُوا

تیرے صدقے صدقے ہیں نازنیں! کُل بھید آج فدا ہُوا

عمروں کا عقدہ حل ہُوا قفل و گرہ سب کھل گئے

سب قبض و تنگی اُڑ گئی پاپ اور شبہے سب دُھل گئے

سب خواب دُوئی مٹ گیا۔ دیدے عجب یہ کھل گئے

اَے روشنی! اَے روشنی! خوش ہو میں تیرا یار ہُوں

خاوند گھر والا ہُوں میں۔ پشت و پناہ سرکار ہُوں

وُہ رام جو معبود تھا سایہ تھا میرے نُور کا

کیا روشنی۔ کیا رام۔ ایک شعلہ ہے میرے طُور کا

ان آنسوؤں کے تار کے سہرے سے چہرہ کھِل اُٹھا

کیا لطف شادی مرگ ہے ہر شے سے شادی واہ واہ

ہاں مژدہ باد اَے سانپ سگ اے زاغِ ماہی چیل گدھ!

اِس جسم سے کر لو ضیافت۔ پیٹ بھر بھر واہ واہ

آنند کے چشمہ کے ناکے پر یہ جسم اِک بند تھا

وُہ بہ گیا بندِ خودی۔ دریا بہا ہے واہ واہ!

سب فرض قرض اور غرض کے امراض یکدم اُڑ گئے

ہَل پھر گیا زیر و زبر پر اور سُہاگا واہ واہ!
دُنیا کے دَل بادَل اُٹھے تھے نظرِ غلط انداز سے
لو اِک نگاہ سے مِٹ گیا سارا سیاپا واہ واہ!
تن نُور سے بھرپور ہو۔ معمُور ہو مسرُور ہو
وہ اُڑ گیا۔ جاتا رہا۔ پُر نُور ہو کافُور ہو
اب شب کہاں؟ اور دن کہاں؟ فردا ہے نے امروز ہے
ہے اِک سُرورِ لاتغیّر۔ عَیش ہے نے سوز ہے
اُٹھنا کہاں؟ سونا کہاں؟ آنا کہاں؟ جانا کہاں؟
مجھ بحرِ نُور و سُرور میں کھونا کہاں؟ پانا کہاں؟
مَیں نور ہوں۔ مَیں نُور ہوں مَیں نُور کا بھی نُور ہوں
تاروں میں ہوں سُورج میں ہوں نزدیک سے نزدیک ہوں
اور دُور سے بھی دُور ہوں
مَیں معدن و مخزن ہوں مَیں منبع ہوں چشمۂ نُور کا
آرام گہ[1] آرام وہ ہوں روشنی کا نُور کا
میری تجلّی ہے یہ نُورِ عقل و نُورِ عنصری
مجھ سے درخشاں ہیں یہ کُل اجرام چرخِ چنبری

(۱) آرامگاہ کا مخفف ہے۔

ہاں! اَے مُبارک روشنی! اے نُورِ جاں! اَے پیاری "مَیں"
تُو رام اور مَیں ایک ہیں۔ ہاں ایک ہیں۔ ہاں ایک ہیں!
ہر چشم ہر شے ہر بشر ہر فہم ہر مفہوم مَیں
ناظر نظر منظور مَیں۔ عالم ہُوں مَیں معلوم مَیں
ہر آنکھ میری آنکھ ہے۔ ہر ایک دِل ہے دِل میرا
ہاں! بُلبل و گُل مہر و مہ کی آنکھ میں ہے تِل میرا
وحشت بھرے آہُو کا دِل۔ شیرِ ببر کا قہر کا
دِل عاشقِ بیدل کا پیارے یار کا اور دہر کا
امرت بھرے سوامی کا دِل اور مار[1] پُر از زہر کا
یہ سب تجلی ہے میری۔ یا لہر میرے بحر کا
ایک بُلبلہ ہے مجھ میں سب ایجادِ نَو۔ ایزادِ نَو
ہے اِک بھنور مجھ میں یہ مرگِ ناگہاں[2] اور زادِ نَو[3]
سوئے پڑے بچے کو وُہ جالی اُٹھا کر گھورنا
آہستہ سے مکھی اُڑانا۔ طفل کا وُہ بسُورنا
وہ دو بجے شب کو شفا خانہ میں تشنہ مریض کو
اُٹھ کر پلانا سوڈا واٹر کاٹ اپنی نیند کو

(۱) زہریلہ سانپ۔ (۲) اچانک موت (۳) نئی پیدایش۔

وُہ مست ہونگے نہانا۔ کود پڑتا گنگ میں
چھینٹے اُڑانا۔ غُل مچانا۔ غوطے کھانا رنگ میں

وہ ماں سے لڑنا۔ ضِد میں اَڑنا۔ مچلنا ایڑی رگڑنا
والد سے پِٹنا اور چلّاتے ہُوئے آنکھوں کو مَلنا

کالج کے سائینس رُوم میں گاسوں سے شیشے پھوڑنا
باڑُود اور گولوں سے صف در صف سِپاہیں توڑنا

اِن سب چالوں میں ہم ہی ہیں
یہ مَیں ہی ہُوں۔ یہ ہم ہی ہیں

گرمی کا موسم صُبحدم۔ ساعت ہے دو یا تین کا
کھِڑکی میں دِیوا دیکھتے ہو ٹمٹماتا ٹِین کا؟
دِیوے پہ پروانے ہیں گِرتے بیخودی میں باربار
بیچارہ لڑکا کر رہا ہے عِلم پر جاں کو نثار
بیچارے طالبِ علم کے چہرے کی زردی ہے میری
بے نیند لمبے سانس اور آہوں کی سردی ہے میری

اِن سب چالوں میں مَیں ہی ہُوں
یہ ہم ہی ہیں یہ مَیں ہی ہُوں

ہے لہلہاتا کھیت۔ پوروا چل رہی ہے ٹھُم ٹھُمک

گاڑھے کی دھوتی۔لال چیرا۔چودھری کی لٹ لٹک!
جوشِ جوانی! مست الغوزا[1] بجانا۔ اُچھلنا!
مُگدر گھمانا۔کشتی لڑنا بِچھڑنا اور کُچلنا!

چھکڑا لدا ہے بوجھ سے ہچکولے کھانا بار بار
وہ ٹانگ پر دھر ٹانگ پڑنا بوجھ اوپر ہو سوار

شدت کی گرمی چیل انڈے کے سے سِر دوپہر
جا کھیت میں ہل کا چلانا عرق میں ہو تر بتر

اور سر پہ لوٹا چھاچھ کا کچھ روٹیاں کچھ ساگ دھر
بھتا اُٹھا کُتّے کو لے عورت کا آنا اینٹھ کر

اِن سب چالوں میں ہم ہی ہیں
یہ مَیں ہی ہُوں یہ ہم ہی ہیں

دُلہن کا دِل سے پاس آنا اُوپر سے رُکنا جھجک جانا
شرم و حیا کا عشق کے چُنگال میں رہ رہ کے آنا

وُہ ماہِ گلرو کے گلے میں ڈال باہیں پیار سے
ٹھنڈے چشموں کے کنارے بوسہ بازی یار سے

ہاں! اور وُہ چپکے سے چُھپ کر آڑ میں اشجار کے

(۱) ایک قسم کی بانسری

بے[1] دام خفیہ پولس بنتا[2] رام کی سرکار کے

اِن سب چالوں میں ہم ہی ہیں

یہ مَیں ہی ہُوں یہ ہم ہی ہیں

یہ سب تماشے ہیں مِرے یہ سب مِری کرتُوت ہے

وہ اِس طرف کھا کھا کے مَرنا۔ اُس طرف فاقوں سے گُم

وُہ بِلبلانا جیل میں۔ جنگل میں پھرنا صُمّ بُکم[3]

اور وہ گدیلے کُرسیاں۔ تکیے بچھونے بگیاں

سب مادرِ سُستی بواسیر و زکام اور ہچکیاں

یہ سب تماشے ہیں میرے یہ سب میری کرتُوت ہے

وہ ریل میں یا تار گھر میں۔ محل قوارن ٹین میں

رُوس امرِکا۔ ایران میں جاپان میں یا چین میں

دُکھڑے سُنانا۔ سِسکنا۔ خُوں بہانا زار زار

وہ کھِلکھِلانا قہقہوں اور چہچہوں میں بار بار

وہ وقت پر بارش نہ لانا۔ ہند میں یا سِندھ میں

پھر رام کو گالی سُنانا تنگ ہو کر ہند میں

وہ دُھوپ سے سب کو مثالِ مُرغِ بریاں[4] بُھونتا

(۱) بے تنخواہ (۲) لُچکری، بٹونا (۳) گونگا و بہرہ۔ (۴) بُھنا ہوا پرند۔

بادل کی ساڑھی کو کناری چاندنی سے گونْدنا
دکرشن بن کر	چُپ ہو کے کھائی گالیاں سالے سے اُس رششپال سے
خوش ہو صلیب و دار پہ چڑھنا مُبارک حال سے
یہ کُل تماشے ہیں مرے یہ سب مری کرتُوت ہے
اِن سب چالوں میں ہم ہی ہیں
یہ مَیں ہی ہُوں یہ ہم ہی ہیں
محتاج کے۔ بیمار کے۔ پاپی کے۔ اور نادار کے
مَیں ہم لب و ہم بغل ہُوں ہمراز ہُوں بےیار کا
سُنسان شب دریا کنارے ہیں کھڑے ڈٹ کر تو ہم
اور قیدِ تخت و تاج میں گر ہیں پڑے، جکڑے تو ہم
سستے سے سستے ہیں تو ہم۔ مہنگے سے مہنگے ہیں تو ہم
تازہ سے تازہ ہیں تو ہم۔ سب سے پرانے ہیں تو ہم
واحد ہُوں۔ مجھ کو میرا ہی سجدہ سلام ہے
میری نمستے مجھ کو ہے اور رام رام ہے
جانتے ہو؟ عاشق و معشوق جب ہوتے ہیں ایک
بے شبہ میری ہی چھاتی پر ہم سوتے ہیں نیک
پُن میں اور پاپ میں ہر بال سائنس اور مائنس میں

دُور کر آنکھوں سے پردہ دیکھ جلوہ گھاس میں

کچھ سُنا تُم نے ؟ عجب چالیں میری چالاکیاں
بے حجابانہ کرشمے ۔ لادھڑک بے باکیاں
ہاں کروڑوں عیب ۔ جُرم ۔ افعالِ نیک ۔ اعمالِ زِشت
مجھ میں متصوّر ہیں دوزخ میکدہ ، مسجد ، بہشت
مار دینا ۔ جھوٹ بکنا ۔ چور یاری اور ستم
کُل جہاں کے عَیب رِندانہ پڑے کرتے ہیں

اَے زمیں کے بادشاہو! پنڈتو! پرہیزگارو!
اَے پولس! اَے مدعی! حاکم! وکیل! اے میرے یارو
لو بتا دیتے ہیں تُم کو رازِ خُفیہ آج ہم
اپنے مُنہ سے آپ ہی اقرار خود کرتے ہیں ہم
خواہ چوری سے کہ یاری سے کھپا لیتا ہُوں مَیں
سب کی ملکیت کو مقبوضات کو اور شان کو
یہ ستم یارو! کہ ہرگز بھی تو سہ سکتا نہیں
غیرِ خود کے ذکر کو یا نام کو کہ نشان کو
خود کشی کرتے ہیں سب قانُون ۔ تنقیح و جرح
دُور ہی سے دیکھ پاتے ہیں جو مجھ طُوفان کو

کُل جہاں بس ایک خرّاٹا ہے مستی میں مرا
اے غضب! سچ کر دکھاتا ہُوں میں اِس بُہتان کو

کیا مزا ہو لو بھلا دوڑو۔ مُجھے پکڑو۔ مُجھے پکڑو۔ مُجھے پکڑو کوئی
رِندِ مستوں کا شہنشاہ ہُوں مُجھے پکڑو۔ مُجھے پکڑو۔ مُجھے پکڑو کوئی

سینہ زوری اور چوری۔ چھیڑ چھاڑ اٹھکھیلیاں
چُٹکیاں سینے میں بھرتا ہُوں۔ مجھے پکڑو کوئی

کھا کے ماکھن۔ دل چُرا کر وہ گیا۔ یہ وہ گیا
مار کر میں ہاتھ ہاتھوں پر یہ جاتا ہوں مجھے پکڑو کوئی

رات دن چُھپکر تمہارے باغ میں بیٹھا ہُوں میں
بانسری میں گا بلاتا ہوں مُجھے پکڑو کوئی

آیئے گا۔ لو اُڑا دیجے گا میرے جسم کو
نام مٹ جانے سے ملتا ہُوں مُجھے پکڑو کوئی

دست و پا گوش و دیدہ مثلِ دستانہ اُتار
حُلیہ صُورت کو مٹاتا ہُوں! مُجھے پکڑو کوئی

سانپ جیسے کینچلی کو پھینک نام و ننگ کو!
بے سلح کے بس میں آتا ہُوں مُجھے پکڑو کوئی

نٹ گیا! وُہ نٹ گیا! نٹ کر بھلا جائے کہاں؟

مُنہ تو پھیرو یہ کھڑا ہُوں! لو مُجھے پکڑو کوئی
آتے آتے مجھ تلک میں ہی تو تُم ہو جاؤ گے
آپ کو جکڑو! اگر چاہو مجھے پکڑو کوئی
آتشِ سوزاں ہُوں مجھ میں پُن کیا اور پاپ کیا؟
کون پکڑے گا مجھے؟ اور ہاں! میرا پکڑیگا کیا؟

دُنیا کی چھت پر سے گیانی کی للکار

(۲۸۷) راگ آنند بھیروی۔تال دھمالی

بادشاہ دُنیا کے ہیں مُہرے میری شطرنج کے
دِل لگی کی چال ہیں سب رنگ صُلح اور جنگ کے
رقصِ شادی سے مِرے جب کانپ اُٹھتی ہے زمیں
دیکھ کر میں کھلکھلا نا قہقہاتا ہُوں وہیں
خوش کھڑا دُنیا کی چھت پہ ہُوں تماشا دیکھتا
گاہ بہ گاہ دیتا لگا ہُوں وحشیوں کی سی صدا
اے مکالی ریل گاڑی! اُڑ گئی۔ اے سرجلی
اے خرِ دجال[1]! نخرہ بازیوں میں جُوں پری

(۱) ایک گدھا ہے جس کا پیٹ نہایت لمبا مشہور ہے۔ اِس جگہ ریل کو اُس سے مشابہت دِکھئی ہے

بھولے بھالے آدمی بھر بھر کے لمبے پیٹ ہیں
لے ڈکاریں لوٹتی ہے۔ ریت میں یا کھیت میں
چھوڑ دھوکا بازیاں اور صاف کہہ سچ سچ بتا
منزلِ مقصود تک کوئی ہُوا تجھ سے رسا؟
پیٹ میں تیرے پڑا جو۔ وُہ گیا۔ لو وُہ گیا
لیکؔ ہائے منزلِ مقصود پیچھے رہ گیا!
اے جواں بابُو! یہ گرمی کیوں؟ ذرا تھم کر چلو
بیگ لے کر ہاتھ میں سرپٹ نہ یوں جلدی کرو
دوڑتے کیا ہو براتِ نُور کے ملنے کو تم؟
وُہ نہ باہر ہے۔ ذرا پیچھے ہٹو باطن کو تم
کیوں ہو مجرم! اہلکاروں کی خوشامد میں پڑے؟
یہ کچہری وُہ نہیں تم کو رہائی دے سکے
پہن کر پوشاک گہنے بُرقع اوڑھے ناز سے
چوری چوری گلبدن ملنے چلی ہے یار سے
اے محبّت سے بھری! اے پیاری بی بی خوبرو!
چونک مت گھبرا نہیں سُن کر میری للکار کو

(۱) لیکن کا مخفف ہے۔

نکل بھاگا دِل تیرا پیروں سے بڑھ کر دوڑ میں
دِل حرم ہے یار کا۔ ساکن ہو گر نَے[1] دوڑ میں
ہو کھڑی جا! برقع جامہ اور بدن تک دے اُتار
بے حیا ہو۔ ایک دم میں لے ابھی مِلتا ہے یار
دَوڑ قاصد۔ پر لگا کر۔ اُڑ میری جاں! اِیچ کھا کر
ہر دِل و ہر جاں میں جا کر بیٹھ جم کر گھر بنا کر
"مَیں خُدا ہوں۔ مَیں خُدا ہوں" راز جاں میں پھونک دے!
ہر رگ و ریشہ میں گھس کر مستی و مُل جھونک دے
غیر بینی۔ غیر دانی اور غلامی بندگی دکو
مار گولے دے دھڑا دھڑ۔ ایک ہی ایک کوک دے
روشنی پر کر سواری۔ آنکھ سے کر نُور باری
ہر دِل و دیدہ میں جا۔ جھنڈا الف[2] کا ٹھونک دے

(۱) نہیں سے مُراد ہے (۲) برہم وِدیا کے اُس رسالۂ الف سے مراد ہے۔ جو سوامی جی کی قلم سے جاری ہُوا تھا۔ اور یہ غزل بھی اُس سوئے ہُوئے (یعنی بند ہو گئے ہُوئے) رسالہ کو دوبارہ جاری کرنے کی خاطر لکھی گئی تھی (نوٹ) اِس نظم کا باقیماندہ حصّہ مضمون کے لحاظ سے آتم گیان کے باب میں دیا گیا ہے +

رام کا گنگا اشنان

(۲۸۸) راگ جھنگلہ۔ تال تین

گنگا تیتھوں صد بلہارے جاؤں (ٹیک)

(۱) ہاڈ چام سب وار کے پھینکوں یہی پھول بتاشے لاؤں۔ گنگا تیتھوں
(۲) من تیرے بندرن کو دیدوں بُدھ دھارا میں بہاؤں۔ گنگا تیتھوں
(۳) چت تیری مچھلی چب جاویں اہنگ گر گرہا میں دباؤں۔ گنگا تیتھوں
(۴) پاپ پُن سبھی سُلگا کر یہ تیری جوت جگاؤں۔ گنگا تیتھوں
(۵) تُجھ میں پڑوں تو تُو بن جاؤں ایسی ڈُبکی لگاؤں۔ گنگا تیتھوں
(۶) پنارے جل تھل پون دشوں دِک اپنے رُوپ بناؤں۔ گنگا تیتھوں
(۷) رمن کروں ست دھارا ماہیں نہیں تو نام نہ رام دھراؤں۔ گنگا تیتھوں

رام کی گنگا شتتی

(۲۸۹) راگ سندھرہ۔ تال تین

ندیاں دی سردار۔ گنگا رانی!
چھینٹے جل دے دیں بہار۔ گنگا رانی!
ساڈوں رکھ جندڑی دے نال۔ گنگا رانی!
کدے وار کدے پار۔ گنگا رانی!
سو سو غوطے گن گن مار۔ گنگا رانی!
تیریاں لہراں رام اسوار۔ گنگا رانی!

رام کی (کشمیر میں امرناتھ کی) یاترا

(۲۹۰) راگ پہاڑی۔ تال چلنت

(۱) پہاڑوں کا ٹیوں لمبی تلنے یہ سونا | وہ گنجان درختوں کا دوشالہ ہونا
وہ دامن میں سبزہ کی مخمل بچھونا | ندی کا بچھونے کی جھالر پرونا

یہ راحت مجسّم یہ آرام میں ہوں
کہاں کوہ و دریا یہاں میں ہی میں ہوں

(۲) یہ پربت کی چھاتی پہ بادل کا پھرنا | وہ دم بھر میں ابروں سے پربت کا گھرنا
گرجنا۔ چمکنا۔ کڑکنا۔ نکھرنا۔ | چھماچھم۔ چھماچھم۔ یہ بوندوں کا گرنا

عروسِ فلک کا وہ ہنسنا یہ رونا
مرے ہی لئے ہے فقط جان کھونا

(۳) کوسوں تک قدرتی گلزار کا چلے جانا۔ زنگار رنگ کے پھول ہر چار سُو شگفتہ

(۳) یہ وادی کا رنگیں گلوں سے لہکنا | فضا کا یہ بُو سے سراپا مہکنا
یہ بُلبل سا خنداں لبوں کا چہکنا | وہ آوازِ نَے[1] کا ہر سُو لپکنا

گلوں کی یہ کثرت اِرم[2] رُو برُو ہے
یہ میری ہی رنگت ہے میری ہی بُو ہے

(۱) بانسری کی آواز۔ (۲) بہشت۔

(۴) ایک اور دلکش مقام

(۴) جو جُو اور چشمہ ہے نغمہ سرا ہے　　کس انداز سے آب بل کھا رہا ہے
یہ ٹیکوں پہ تکیے ہیں ریشم بچھا ہے　　سُہانا سماں من لُبھانا سماں ہے

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
میں اپنی ہی تاب اور شاں دیکھتا ہوں

(۵) آبشاروں کی بہار

(۵) نہیں چادریں ناچتی سیمتن ہیں　　یہ آوازِ پازیب ہیں نعرہ زن ہیں
پہاڑوں کے دالانِ زمرّد فگن ہیں　　صفائیٔ آہا اروئے مہ پُرشکن ہیں

صبا ہوں میں گُل چومتا بوسہ لیتا
میں شمشاد ہوں جھوم کر داد دیتا

(۶) قدرتی محفل

(۶) مرے سامنے ایک محفل سجی ہے　　ہیں سب سیم سر پیر۔ پُر سبزجی ہے
شجر کیا ہیں؟ مینا پہ مینا دھری ہے　　نہ جھرنوں کا جھرنا ہے قلقل لگی ہے

لُنڈھائے یہ شیشے کہ یہ نکلیں نہریں
ہے مستی مجسّم یہ۔ یا اپنی لہریں

(۷) شہری نگر سے اننت ناگ کو کشتی میں جانا۔

(۷) رواں آبِ دریا ہے کشتی رواں ہے　　صبا نُزہت آگیں صبحدم وزاں ہے
یہ لہروں پہ سُورج کا جلوہ عیاں ہے　　بلندی پہ برف اِک تجلّی فشاں ہے

ظہور اپنے ہی نور کا طور پر ہے
پھر یہ اپنی ہی دید کل بحر و بر ہے

(۸) جھیل ڈل میں ارد گرد کے شرجیت پہاڑوں کا عکس پڑ رہا ہے اور پانی کو ہوا ہلا رہی ہے (بدیں صورت) ہلکی ہوا کے جھونکوں سے اتنے بڑے پہاڑ ہلتے نظر آتے ہیں۔ کیا لطف ہے۔ تعجب ہے۔

(۸) ڈھلکتا ہے ڈل دیدۂ مہ لقا سا ہلاتا ہے کوہوں کو صدمہ ہوا کا	دھڑکتا ہے دل آئینہ پر صفا سا کھلے ہیں کنول پھول ہے اک بلا کا

یہ سورج کی کرنوں کے چپّے لگے ہیں
عجب ناؤ بھی ہم ہیں خود کھے رہے ہیں

سورج کشتی کی طرح ڈل میں لرزاں نظر آتا ہے۔ اور اسی سورج کی کرنیں چپّوں کی طرح کشتی چلانے والی ہیں۔ میں ہی وہ سورج ہوں جو کشتی بنا ہے۔ میں ہی کھینے کے اوزار ہوں۔

(۹) امر ناتھ کی چڑھائی۔ پورنماشی کی رات۔

(۹) چڑھائی مصیبت اترنا یہ مشکل قیامت یہ سردی کہ بچنا ہے باطل	پھسلتی برف بس پہ آفت یہ بادل یہ بو بوٹیوں کی کہ گھبرا گیا دل

چندر مکھ پیارے کا نیتر۔	یہ دل لینا جاں لینا کس کی ادا ہے مری جاں کی جاں جس پہ شوخی فدا ہے	(شبو جی جو میرا ہی انتر آتما ہے) (دم ما باروتی)

(۱۰) پُورنماشی کی رات

(۱۰) عجب لُطف ہے کوہ پر چاندنی کا	یہ نیچر نے اوڑھا ہے جالی دوپٹا
دکھاتا ہے آدھا چھپاتا ہے آدھا	دوپٹے نے جوبن کیا ہے دوبالا

نشہ ہیں جوانی کے معشوق نیچر

ہے، لپٹی ہوئی رام سے مست ہو کر

(۱۱) امرناتھ کا از حد وسیع غار ‎(جسے لوگ گپھا کہتے ہیں)۔

(۱۱) برف جس میں سُستی ہی جڑتا ہو لاشے	امرلنگ استادہ چیتن کی جا ہے
ملے یار ہُوا چل سب فاصلہ طے	یہی رُوپ دائم امرناتھ کا ہے

وہ آئے آپا سک تعین مٹا سب

رہا رام ہی رام میں تُو مٹا سب

اُترا کھنڈ میں نواس ستھان (مقامِ رہایش) کا بیان

(۲۹۱) راگ آسا۔ تال دادرا

رات کا وقت ہے بیاباں ہے	خوش وضع پربتوں میں میداں ہے

*نوٹ: جب سوامی جی مع کُنبہ کے ریاست ٹیہری میں ایکانت نواس کے لئے پہنچے تو وہاں اُنہوں نے ایک باغیچہ سیٹھ مُرلیدھر کا برلبِ گنگ اپنی رہایش کے لئے چُنا۔ یہ باغیچہ نہایت خوشنما اور جنگل میں منگل رچے ہوئے تھا۔ جس روز اُس باغ میں رہایش اختیار کی اُسی رات کو پورنماشی کا

آسماں کا بتائیں کیا ہم حال
موتیوں سے بھرا ہُوا ہے تھال

چاند ہے موتیوں میں لال دھرا
ابر ہے تھال پر رومال پڑا

سر پہ اپنے اُٹھا کے ایسا تھال
رقص کرتی ہے نیچر خوش حال

باد کو کیا مزے کی سُوجھی ہے
رام کے دل کی بات بُوجھی ہے

پاس جو بہ رہی ہے گنگا جی
ق
ابخرے اُس کے لدلدانے ہی

لا رہی ہے لپک کر رام کے پاس
کیا ہی ٹھنڈک بھری ہے گنگا باس

فخر خدمت سے باد ہے خورسند
جا ملی بادلوں سے ہو کے بلند

اب تو اٹکھیلیاں ہی کرتی ہے
دامن ابر کو اُلٹتی ہے

لو اُڑایا وہ پردہ و رُومال
آسماں دکھایا ہے مالا لال

شاد نیچر ہے جگمگاتی ہے
آنکھ ہر چارسُو پھراتی ہے

کیا کہوں چاندنی میں گنگا ہے
دُودھ ہیروں کے رنگ رنگا ہے

واہ! جنگل میں آج ہے منگل
سیر کر اس طرف کی چل چل چل

اے جاں بیا بیا کہ ایں دنیاے دیگر ست
آبے دگر ہوائے دگر جائے دیگر ست

(بقیہ صفحہ گذشتہ) چاند نکلتے ہی سوامی جی کے بحرِ سرور (آنند بھرے دِل) سے یہ نظم بہی
اِسی نظم کے چند ماہ بعد بسنت رِتُو (موسمِ بہار) نے وہاں عجب نقشہ جمایا۔ اِس دلکش
موسم سے از حد محظوظ ہو ہی رہے تھے کہ ایک پیارے کا خط بابت دریافتِ حال
(۲۹۲)
طبع و مقام آپہنچا۔ اُس کو مفصلہ ذیل نظم سے جواب بھیجا گیا + (۱) موشبوُ۔

(۲۹۲) راگ آسا-تال دادرا

گنگا کا ہے کنار عجب سبزہ زار ہے
اور خوشنما پہاڑ پہ وہ سبزہ زار ہے
بادل کی ہے بہار ہوا خوشگوار ہے
گنگا دُھنی سُریلی ہے کیا لطف دار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

(۲) وقتِ صباح عید تماشا تیار ہے
شاہِ فلک سے یا جو ہوئی آنکھ چار ہے
گلگونہ منہ پہ مل کے کھڑا گلعذار ہے
مارے شرم[2] کے چہرہ بنا سُرخ نار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

(۳) قطرے ہیں اوس کے کہ دُرّوں کی قطار ہے
مُرغانِ خوش نوا[1] تمہیں کاہے کی عار ہے
کرنوں کی اُنھیں بل بے نزاکت! یہ تار ہے
گاؤ بجاؤ شب کا مِٹا دل سے بار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

(۴) معشوق قد درختوں پہ بیلوں کا ہار ہے
واہ واہ سجے سجائے ہیں کیسا سنگار ہے
لے نے غلط ہے زُلف کا پیچاں یہ مار ہے
اشجار میں چمکتا ہے خوش آبشار ہے

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

(۵) اشجار سر ہلاتے ہیں کیا مست وار ہیں
بھنورے جو گونجتے ہیں پُرے زنگار ہیں
ہر رنگ کے گلوں سے چمن لالہ زار ہیں
آنند بھری صدا کرتے اونکار ہیں

آ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

(۱) خوش آواز پرندے۔ (۲) شرم ۔

(۶) گنگا کے رُو صفا سے پھسلتی نہ گر نظر
وِشنُو کے شِو کے گھر کا اثاثہ یہ گنگ ہے
لہروں پہ عکس مہر کا کیوں بیقرار ہے
یاں موسم خزاں میں بھی فصلِ بہار ہے
آ، دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

(۷) ساقی وہ مے پلاتا ہے تُرشی کو ہار ہے
دِلدارِ خوش ادا تو سدا ہمکنار ہے
واہ کیا مزے سے کھانیکو غم کا شکار ہے
درشن شرابِ ناب سخُن دِل کے پار ہے
آ، دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

(۸) باہر نگاہ کیجے تو گلزار ہے کھِلا
کل ٹیچ قایم کا یہ سر مُو نہیں ہلا
اندر سُرور کی تو بھلا حد کہاں ملا
پڑھاتا معرفت کا سبق میرا یار ہے
آ، دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

(۹) اے جاں بیا بیا کہ ایں دُنیائے دیگر ست
خُوبانِ خویش دُور و در جہل افگند
آبے دگر ہوائے دِگر جائے دیگر ست
خوب است وجہل دُور کند جائے دیگر ست
سادُھو فقیر کا تو اِسی پر مدار ہے
آ۔ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

(۱۰) مستی مدام کار یہی روزگار ہے
کیوں غم سے تُو نزار ہے کیوں دِلفگار ہے
گُل بیں نگاہ پڑتے ہی پھر کس کا خار ہے
جب رامؔ قلب میں ترے خود یارِ غار ہے
آ۔ دیکھ لے بہار کہ کیسی بہار ہے

گیانی کے اندر باہر برشا - دابر باری)

(۲۹۳) راگ بہاگ تال دادرا

چار طرف سے ابر کی واہ اُٹھی تھی کیا گھٹا
بجلی کی جگمگاہٹیں رعد رہا تھا کڑ کڑا
برسے تھا مینہ بھی جھوم جھوم چھاجوں اُمنڈ اُمنڈ پڑا
جھونکے ہوا کے لے گئے ہوشِ بدن کو وہ اُڑا
ہر رگِ جاں میں نُور تھا - نغمہ تھا زور و شور کا
ابر بروں سے تھا سوائے دِل میں سرور برستا
آبِ حیات کی جھڑی زور جو روز و شب پڑی
فکر و خیال بہ گئے ٹوٹی دُوئی کی جھونپڑی

گیانی کی مُبارکبادی

(۲۹۴) راگ بھیروی - تال چلنت

نظر آیا ہے ہر سُو مہ جمال اپنا مُبارک ہو
"وہ میں ہوں" اِس خوشی میں دِل کا بھر آنا مُبارک ہو
یہ عُریانی رُخِ خورشید کی خود پردہ حائل تھی[1]
ہُوا اب فاش پردہ[2] سِتر اُڑ جانا مُبارک ہو

(۱) سُورج کا صاف نکل آنا - (۲) برقعہ یا نقاب ؂

یہ جسم و اسم کا کانٹا جو بے ڈھب سا کھٹکتا تھا

خلش سب مٹ گئی۔ کانٹا نکل جانا مبارک ہو

مسخرے ہوئے تھے قید ساڑھے تین ہاتھوں میں [1]

وسے اب وسعتِ فکر و تخیّل سے بھی بڑھ جانا مبارک ہو

عجب تسخیر عالمگیر لائی سلطنتِ عالی

مہ و ماہی کا فرماں کو بجالانا مبارک ہو

نہ خارشہ ہرج کا مطلق نہ اندیشہ نمں باقی

پھریرے کا بلندی پر یہ لہرانا مبارک ہو

تعلّق سے بَری ہونا حروفِ ر۔ا۔م کی مانند

ہر اِک پہلو سے نقطۂ داغ مٹ جانا مبارک ہو

(۱) ٹھٹھے مخول سے ۔

گیانی کی نوید

(۲۹۵) راگ بھیروی۔ تال دادرا

بدلے ہے کوئی آن میں اب رنگِ زمانہ

آتا ہے امن جاتا ہے اب جنگِ زمانہ

اے جہل چلو۔ درد اُڑو۔ دُور ہٹو حسد

کمزوری مرد ڈوب۔ بس اے ننگِ زمانہ

غم دُور۔ مِٹا رشک۔ نہ غصّہ نہ تمنّا
پلٹے گا گھڑی پل میں نیا ڈھنگِ زمانہ

آزاد ہے آزاد ہے آزاد ہے ہر ایک
دِل شاد ہے کیا خُوب اُڑا تنگِ زمانہ

لو کاٹھ کی ہنڈیا سے رنبھے بھی تو کہاں تک
اگنی تو جلا گیان کی دے سنگِ زمانہ

آتی ہے جہاں میں شہِ مشرق کی سواری
مِٹتا ہے سیاہی کا ابھی زنگِ زمانہ

وُہ ہی جو اِدھر خار اُدھر ہے گُلِ خنداں۔
ہو ڈنگ جو یُوں جان لے نیرنگِ زمانہ

دنیا ہے تمہیں رام۔ بھرا جام یہ پی لو
سُنوائے گا آہنگ نئے چنگِ زمانہ

بیماری میں گیانی کی حالت

(۲۹۶) راگ بھیروی تال شول

واہ وا اے تپ و ریزشِ! واہ وا | حبّذا اے درد و پیچش واہ وا

اے بابائے ناگھانی واہ وا
یہ بھنور یہ قہر برپا واہ وا
کھانڈ کا کُتا گدھا چُوہا بلا
پگڑی پاجامہ ڈوپٹہ انگرکھا
دامنی توڑی و مالا کو گھڑا
مونیا بند دِل کی آنکھوں سے ہٹا

ویلکم! اے مرگِ جوانی! واہ وا
بحرِ مہرِ رام میں کیا واہ وا
مُنہ میں ڈالو ذائقہ ہے کھانڈ کا
غور سے دیکھا تو سب کچھ شوت تھا
پر نگاہِ حق میں ہے وُہی طلا
مرض و صحت عین راحتِ رام تھا

گیانی کا ناچ

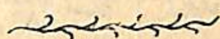
(۲۹۷) راگ نٹ نارائن۔ تال دیپ چندی

ناچوں مَیں نٹ راج رے۔ ناچوں مَیں مہاراج (ٹیک)

سُورج ناچوں تارے ناچوں ÷ ناچوں بن مہتاب رے ÷ ناچوں مَیں نٹ راج
تن تیرے ہیں من ہو ناچوں ÷ ناچوں ناڑی ناڑ رے ÷ ناچوں مَیں نٹ راج
بادر ناچوں بایُو ناچوں ÷ ناچوں ندی ارناب[۱] رے ÷ ناچوں مَیں نٹ راج
ذرہ ناچوں شمار ناچوں ÷ ناچوں موگھرا کاج رے ÷ ناچوں مَیں نٹ راج
مدھُو العب ÷ مستی والا ÷ ناچوں پی پی آج رے ÷ ناچوں مَیں نٹ راج
گھر لاگو رنگ رنگ گھر لاگو ÷ ناچوں پاپا واج رے ÷ ناچوں مَیں نٹ راج

[۱] اصل لفظ ناؤ بمعنے کشتی ہے۔ مگر اُردو میں ناب لکھا گیا ہے۔

راگ گیت سب ہووَت ہردم ⁂ ناچُوں پُورا ساج رے ⁂ ناچُوں ہَیں نٹ راج
رام ہی ناچت رام ہی باجت ⁂ ناچُوں ہُوں نرلاج رے ⁂ ناچُوں ہَیں نٹ راج



(۲۹۸) ایمن کلیان - تال چانت

اُڑا رہا ہُوں ہیں رَنگ بھر بھر طرح طرح کی یہ ساری دُنیا
چہ خُوب ہولی مچا رکھی تھی - ہے اب تو ہولی یہ ساری دُنیا
ہیں سائنس لیتا ہُوں رنگ کُھلتے ہیں - چاہُوں دم میں ابھی اُڑا دُوں
عجب تماشا ہے رنگ رلیاں ہیں کھیل جادُو ہے ساری دُنیا
پڑا ہُوں مستی میں غرق و بے خود نہ غیر آیا چلا نہ پھیرا
نشے میں خرّاٹا سا لیا تھا - جو شور برپا ہے ساری دُنیا
بھری ہے خُوبی ہر اِک خرابی میں ذرّہ ذرہ ہے مہر آسا
لڑائی شکوے میں بھی مزے ہیں یہ خواب چوکھا ہے ساری دُنیا
لفافہ دیکھا جو لمبا چوڑا - ہُوا تحیّر کہ کیا ہی ہو گا
جو پھاڑ دیکھا اوہو! کہوں کیا؟ ہُوئی ہی کب تھی یہ ساری دُنیا
یہ رام سُنئے گا کیا کہانی - شروع نہ اس کا ختم نہ ہو یہ
جو سنیہ پُوچھو ہے رام ہی رام یہ محض دھوکا ہے ساری دُنیا



(۱) مانند سورج ⁂

گیانی کی لاپرواہی (اُداریتا)

(۲۹۹) راگ پیلو۔ تال دیپ چنداری

نہ ہے کچھ تمنّا نہ کچھ جستجو ہے | کہ وحدت میں ساقی نہ ساغر نہ بو ہے
مِلیں دِل کو آنکھیں جبھی معرفت کی | جِدھر دیکھتا ہوں صنم رُوبرو ہے
گلستاں میں جاکر ہر اک گُل کو دیکھا | تو میری ہی رنگت و میری ہی بو ہے
میرا تیرا اُٹھا ہوئے ایک ہی ہم | رہی کچھ نہ حسرت نہ کچھ آرزو ہے

گیانی کا پرن (مصمّم ارادہ)

جو وسعتِ محبت کے بڑھ جانے سے عارف کامل سے بہے نکلتا ہے

(۳۰۰) راگ جنگلا تال چلنت

ہم رُوکھے ٹکڑے کھائیں گے | بھارت پر وارے جائیں گے
ہم سُوکھے چنے چبائیں گے | بھارت کی بات بنائیں گے
ہم ننگے عمر بِتائیں گے | بھارت پر جان مِٹائیں گے
شُولوں پر دوڑے جائیں گے | کانٹوں کو راکھ بنائیں گے
ہم در در دھکّے کھائیں گے | آنند کی جھلک دکھائیں گے
سب رِشتے ناطے توڑیں گے | دِل اِک آتم سنگ جوڑیں گے
سب رِشیوں سے منہ موڑینگے | سر سب پاپوں کا پھوڑیں گے

نوٹ :- یہ نظم ہندی رام برشا کے چھپ جانے کے بعد رام کی نوٹ بکوں میں ترمیم شدہ ملی۔ اس لئے بجائے پہلی نظم کے ترمیم شدہ اب درج کی گئی ہے۔

گیانی کی سم درشٹی

(۳۰۱) راگ سورٹھ (محلہ ۹)

جو نر دکھ میں دکھ نہیں مانے۔ (ٹیک)

(۱) سکھ سنیہہ اور بھے نہیں جاکے۔ کنچن ماٹی مانے

(۲) نہ نندا نہ استتی جاکے ۔ لوبھ موہ ابھیمانا

ہرش شوک سے رہے نیارہ ۔ ناہیں مان اپمانا

(۳) آشا منشا۔ سکل تیاگے ۔ جگ سے رہے نراشا

کام کرودھ جہیں پرسے ناہیں ۔ تیہہ گھٹ برہم نواسا

(۴) گرو کرپا جہیں نر کو کینو ۔ تنہیں یہ جگت پچھانی

نانک لین بھیو گوبند سیوں ۔ جیوں پانی سنگ پانی

(۱) چھوئیں نہیں۔ سپرش نہ کریں۔ (۲) یکتی ۔

مکت کے چنہ

(۳۰۲) راگ گوڑی یا دھناسری تیال دھمالی (محلہ ۹)

سادھو رام شرن وسراما (ٹیک)

(۱) وید پُران پڑھے کو یہ گُن | سمرے ہری کو ناما
(۲) لوبھ موہ مایا ممتا پُھنی | اور وِشیَن کی سیوا
ہرش شوک پرسے جاہی ناہیں | سو مُورت ہے دیوا
(۳) دُکھ سُکھ یہ باندھے جاہی ناہیں | تین تُم جانو گیانی
نانک مُکت ناہیں تُم جانو | یہ بدھی کو جو پرانی

(۱) پھر (۲) چھوئے (۳) جسکو (۴) اُسے ٭

گیانی کی ویاپک درشٹی

(۳۰۳) غزل۔ راگ پیلو

(۱) جِدھر دیکھتا ہُوں جہاں دیکھتا ہُوں
مَیں اپنا ہی جلوہ عیاں[۱] دیکھتا ہُوں
(۲) نہ تن دیکھتا ہُوں نہ جاں دیکھتا ہُوں
خود ہی کو نہاں[۲] اور عیاں[۱] دیکھتا ہُوں
(۳) یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب ہی تو مَیں ہُوں
مَیں کُل بحرِ ہستی اِک شاں دیکھتا ہُوں
(۴) اگر کوئی اپنے بِنا جگت جانے

(۱) ظاہر (۲) چھپا ہُوا ٭

تو اُسکو مَیں دھوکا رساں[1] دیکھتا ہُوں

(۵) مَیں اب کہوُں کس سے یہ راز و حقیقت
یہ عالم سراپا گُماں[2] دیکھتا ہُوں

(۱) دھوکا کھایا ہُوا (۲) وہمِ محض - بھرم ماتر



فقیری (تیاگ)



(۳۰.۴) کافی دیپ چندی

میرا من لگا فقیری میں (ٹیک)

(۱) ڈنڈا کونڈا الیا بغل میں | چاروں چک جاگیری میں
منگ تنگ کے ٹکڑا کھاندے | چال چلیں امیری میں
جو سکھ دیکھیو رام سنگت میں | نہیں ہے وزیری میں

جنگل کا جوگی

(۳۰.۵) راگ بھیروں تال تین

جنگل میں جوگی بستا ہے | گاہ روتا ہے گاہ ہنستا ہے
دل اسکا کہیں نہیں پھنستا ہے | تن من میں چین برستا ہے

ہر ہر اوم | ہر ہر اوم

خوش پھرنا ننگ منگا ہے | نینوں میں بہتی گنگا ہے
جو آجائے سو چنگا ہے | مکھ رنگ بھرا من رنگا ہے (ٹیک)

(۱) آنکھیں ۔

گاتا مولا متوالا ہے　جب دیکھو بھولا بھالا ہے
من منکا اُسکی مالا ہے　تن اُسکا ایک شوالا ہے (ٹیک)
نہیں پروا مرنے جینے کی　ہے یاد نہ کھانے پینے کی
کچھ دن کی سارھ نہ مہینے کی　ہے پون[۱] رومال پسینے کی (ٹیک)
پاس اُسکے پنچھی[۲] آتے ہیں　اور دریا گیت سُناتے ہیں
بادل اشنان کراتے ہیں　برچھ[۳] اُسکے رشتے نلطے ہیں (ٹیک)
گلنار شفق وہ رنگ بھری　جوگی کے آگے ہے جو کھڑی
جگی کی نگاہ حیران گہری　کو ٹکٹی رہ رہ کر ہے پڑی (ٹیک)
وہ چاند چمکتا گل جو کھلا　اس مہر کی جوت[۴] سے پھول جھڑا
فوّارہ فرحت کا اُچھلا　پھار کا جگ پر نور پڑا (ٹیک)

(۱) ہوا (۲) پرند (۳) درخت (۴) لاٹ رشعاع ؎

الوداع

(۳۰۶) راگ پیلو۔ تال دیپ چندی۔ یا راگ بھیروں تال سُول

الوداع میری ریاضی الوداع!　الوداع اے پیاری راوی[۱] الوداع!
الوداع اے اہل خانہ الوداع　الوداع معصوم ناداں الوداع!

(۱) دریا کا نام ہے جو لاہور میں بہتا ہے۔

الوداع اے دوست و دشمن الوداع	الوداع اے سیئیت[1] اُوشن الوداع
الوداع اے کتب و تدریس[2] الوداع	الوداع اے خبث[3] و تقدیس الوداع
الوداع اے دِل اِحذا اے[4] الوداع	الوداع رام الوداع اے الوداع

(۱) سردی گرمی (۲) پستکیں اور پستکوں کا پڑھانا وغیرہ یعنی مکتب (۳) ناپاک متبرک یا نیک

تیاگ کا پھل

(۳۰۷) راگ بھیروی تال دیپک

اپنے مزے کی خاطر گُل چھوڑ ہی دیئے جب
روئے زمیں کے گلشن میرے ہی بن گئے سب
جتنے زباں کے رس تھے۔ کُل ترک کر دیئے جب
بس ذائقے جہاں کے میرے ہی بن گئے سب
خود کے لئے جو مجھ سے دیدوں کی دید چھوٹی
خود حسن کے تماشے میرے ہی بن گئے سب
اپنے لئے جو چھوڑی خواہش ہوا خوری کی
بادِ صبا کے جھونکے میرے ہی بن گئے سب
رنج کی غرض سے چھوڑا سننے کی آرزو کو
اب راگ اور باجے میرے ہی بن گئے سب
جب بہتری کے اپنی فکر و خیال چھوٹے
فکر و خیالِ رنگیں میرے ہی بن گئے سب

آہا عجب تماشا میرا نہیں ہے کچھ بھی
دعوٰی نہیں ذرا بھی اِس جسم و اسم پر ہی
یہ دست و پا ہیں سب کے آنکھیں یہ ہیں تو سب کی
دُنیا کے جسم لیکن میرے ہی بن گئے سب

(۳۰۸) راگ شنکرا بھرن تیال دھمالی

گھر ملے اُست جو اپنا گھر کھووے ہے
جو گھر رکھے وہ گھر گھر میں رووے ہے
(۱) جو راج تجے وہ مہاراج کرے ہے
دھن تجے تو پھر دولت سے گھر بھرے ہے
سُکھ تجے تو پھر اوروں کا دُکھ ہرے ہے
جو جان تجے وہ کبھی نہیں مرے ہے
جو پلنگ تجے وہ پھولوں پر سووے ہے
جو گھر رکھے وہ گھر گھر میں رووے ہے
(۲) جو پر دارا کو تجے وُہ ہووے رانی
اور جھوٹ بچن دے تیاگ سِدھ ہو بانی
جو دُر بدّھی کو تجے وہی ہے گیانی۔

من سے تیاگی ہو رِدھ ملے من مانی

جو سرب تجے اُسی کا سب کچھ ہووے ہے

جو گھر رکھے وہ گھر گھر میں رووے ہے

جو اِچھا نہیں کرے وہ اِچھا پاوے

اور سواد تجے پھر امرت بھوجن کھاوے

نہیں مانگے تو پھل پاوے جو من بھاوے

ہیں تیاگ میں تینوں لوک وید یہی گاوے

جو ہو بہت نا صاف وُہ مَل[1] دھووے ہے

جو گھر رکھے وہ گھر گھر میں رووے ہے

(۱) غلاظت۔میلا پن +



(۲۰۹) لاونی۔ راگ دھناسری۔ تال دھمالی

نہیں ملے ہر دھن تیاگے۔ نہیں ملے رام جان تجے
نارائن تو ملے اُسی کو جو دیہ کا ابھمان سجے

(۱) سُت دارا یا کُٹمب تیاگے یا اپنا گھر بار تجے

نہیں ملے ہے پربھو کدا[2]پی۔ جگ کا سب بیوہار تجے

(۱) جٹیا۔ بیوی۔ (۲) کبھی بھی۔

قند مول پھل کھائے رہے اور ان کا بھی آہار تجے
وستر تیاگے نگن ہو رہے اور پرائی[1] نار تجے
تو بھی ہر نہیں ملے یہ تیاگے چاہے اپنے پران تجے
نارائن تو ملے اسی کو جو دیہ کا ابھمان تجے
(۲) تجے پلنگ پھولوں کا اور ہیرے موتی لال تجے
ذات کی عزت نام اور تیج اور کُل کی ساری چال تجے
بن میں نِشدِن[2] پھرے اور دُنیا کا جنجال تجے
دیہ کو اپنی چاہے جلاوے۔ شریر کی بھی کھال تجے
برہم گیان نہیں ہو تو بھی چاہے وہ اپنی شان تجے
نارائن تو ملے اسی کو جو دیہ کا ابھمان تجے
(۳) رہے مَون بولے نہیں مُکھ سے اپنی ساری بات تجے
بال پن سے یوگ لے چاہے تات[3] تجے یا مات تجے
سِکھا شوتر تیاگ جو کر دے اور اپنی اُتم[4] ذات تجے
کبھی جیو کو نہ مارے اور گھات تجے اگھات[5] تجے
اتنا تجے تو کیا ہووے جو دیہ کا نہیں گمان تجے
نارائن تو ملے اسی کو جو دیہ کا ابھمان تجے

(۱) دوسرے کی بیوی (۲) رات دن (۳) والد (۴) اعلیٰ (۵) حفاظت۔ بچاؤ +

(۴) رہے رات دن کھڑا نہ سووے۔پرتھوی کا بھی شَین[1] تجے
کشٹ اُٹھاوے رہے بیچین۔سُکھ اور ساری چین تجے
میٹھا ہو کر بولے سب سے۔کڑوے اپنے بین[2] تجے
اتنا تیاگے اور دیہ ابھمان نہیں دِن رین[3] تجے
بنارسی اُسے ملے نہیں ہر۔چاہے سکل[4] جہان تجے
نارائن تو ملے اُسی کو جو دیہ کا ابھمان تجے

(۱) سونا۔آرام کرنا (۲) سخت کلامی۔کڑوی گفتگو (۳) دن۔رات (۴) تمام۔

(۳۱۰) راگ سوہنی۔تال غزل

فقیری خدا کو پیاری ہے | امیری کون بچاری ہے (ٹیک)

(۱) بدن پر خاک سو ہے اکسیر[1] | فقیروں کی ہے یہی جاگیر
ہاتھ باندھے ہیں کھڑے امیر | بادشاہ ہو یا ہو وزیر
صدا[2] یہ سچ ہماری ہے | گدا[3] کی خدا سے یاری ہے (ٹیک)

(۲) ہے اُن کا نام سُنو درویش | کوئی نہیں پاوے اُنسے پیش
خدا سے ملے رہیں ہمیش[4] | کوئی نہیں جانے انکا بھیش[5]
کبھی تو گریا و زاری ہے | کبھی چشموں میں خماری[6] ہے (ٹیک)

(۱) رسائن۔کیمیا (۲) آواز (۳) فقیر (۴) ہمیشہ (۵) لباس (۶) مستی۔

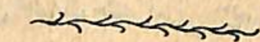
(۳) ہے اُنکا رُتبہ بہت بلند
بادشاہ سے بھی ہے دوچند
اُنکی دل پر سواری ہے
خُدا کے تیئں ہُؤا پسند
اُنہیں مت بُرا کہو ہرچند
ایسی کہیں نہیں تیاّری ہے (ٹیک)

(۴) چیتھڑے شال سے ہیں اعلیٰ
چنے بھی دال سے ہیں اعلیٰ
زخم جو دِل پر کاری[۱] ہے
چشم ہرتال سے ہیں اعلیٰ
چلن ہر چال سے ہیں اعلیٰ
وہی خود مرہم بچاری ہے (ٹیک)

(۵) مکان لامکاں فقیروں کا
فقر ہے نہاں[۲] فقیروں کا
طاقت صبر وہ بھاری ہے
نشان بے نشان فقیروں کا
خُدا ہے ایمان فقیروں کا
مَوت بھی اُسنے ہاری ہے (ٹیک)

(۶) بڑھ گئے بال تو کیا پرواہ
آگیا مال تو کیا پرواہ
خُدا ہی جنابِ باری ہے
اُتر گئی کھال تو کیا پرواہ
ہُوئے کنگال تو کیا پرواہ
فقر کو ہی قراری[۳] ہے (ٹیک)

(۱) بھاری (۲) پوشیدہ (۳) برقراری - دھیرج - نشٹھا۔



(۳۱۱) غزل آنند بھیروی تال غزل

نہ غم دُنیا کا ہے مُجھکو نہ دُنیا سے کنارا ہے
نہ لینا ہے نہ دینا ہے۔ نہ حیلہ ہے نہ چارا ہے

نہ اپنے سے محبّت ہے - نہ نفرت غیر سے مجھ کو
سبھوں کو ذاتِ حق دیکھوں یہی میرا نظارہ ہے
نہ شاہی میں میَں شیدا ہُوں - گدائی میں نہ غم مجھ کو
جو بِلجاوے سوئی اچھّا - وُہی میرا گُذارا ہے
نہ کُفر اسلام سے فارغ - نہ مِلّت سے غرض مجھ کو
نہ ہندو گبر و مُسلم ہُوں سبھوں سے پنتھ نیارا ہے

جوگی کا سچّا روپ

(۳۱۲)

(۱) پیاروں! کیا کہوں احوال کی اپنے پریشانی
لگا ڈھلنے میری آنکھوں سے اِکدن خود بخود پانی
یکایک آپڑی اُس دم مرے دِل پر یہ حیرانی
کہ جسکی ہو رہی ہے یہ جو ہر اِک جا ثنا خوانی
کسی صُورت سے اُسکو دیکھئے کیسا ہے وہ جانی
(۲) چڑھا اِس فکر کا دریا بھرا اِس جوش میں آکر
کہ اِک اِک لہر اُسکی نے لے اُڑایا ہوا اُوپر
قرار و ہوش و عقل و صبر و دانش بہہ گئے یکسر

اکیلا رہ گیا عاجز غریب و بیکس و بے پر
لگا رونے کہ اس مشکل کی ہو اب کیسے آسانی

(۳) یہ صورت تھی کہ جی میں عشق نے یہ بات لا ڈالی
منگا تھوڑا سا گیرو اور وہیں کفنی رنگا ڈالی
بنا مدرے گلے کے بیچ سیلی برملا ڈالی
لگا منہ پر بھبوت اور شکل جوگی کی بنا ڈالی
ہوا اودھوت جوگی جوگیوں میں آپ گر گیانی

(۴) اٹھائی چاہ کی جھولی - پیالہ چشم کا کھپّر
بنا کر عشق کا کنٹھا طلب کا سر پہ رکھ چکّر
منڈاسا گیروا باندھا رکھا ترشول کاندھے پر
لگا جوگی ہو پھرنے ڈھونڈتا اس یار کو گھر گھر
دکاں بازار و کوچہ ڈھونڈنے کی دل میں پھر ٹھانی

(۵) لگی تھی دل میں اک آتش دھواں اٹھتا تھا آہوں کا
تماشے کے لئے حلقہ بندھا تھا ساتھ لوگوں کا
طلب تھی یار کی اور گرم تھا بازار باتوں کا
نہ کچھ سر کی خبر تھی اور نہ تھا کچھ ہوش پاؤں کا
نہ کچھ بھوجن کا اندیشہ نہ کچھ فکر اہل پانی

(۶) پھر اس جوگ کا ٹھہرا عجب کچھ آن کر نقشہ
جو آیا سامنے میرے تو کہتا اُس سے مُنتنا جا
کہو پیارے ہمارے یار کو تم نے کہیں دیکھا؟
جو کچھ مطلب کی وہ بولا تو اُس سے اور کچھ پُوچھا
وگر یُونہی لگا کہنے تو پھر دینا انا کانی[1]

(۷) کبھی مالا سے کہتا تھا لگا کر جپ سے اَے مالا
پُھوا ہُوں جب سے مَیں یوگی تُو ہی اُس یار کو بتلا
کبھی گھبرا کے ہنستا تھا کبھی لے سوانس روتا تھا
لبوں سے آہ آنکھوں سے بہا پڑتا تھا دریا سا
عجب جنجال میں چکّر کے ڈالے ہے پریشانی

(۸) کوئی کہتا تھا باباجی! اِدھر آؤ اِدھر بیٹھو!
بڑے پھرتے ہو ایسے راتدن ٹُک بیٹھو ستاؤ
جو کچھ درکار ہو میوہ مٹھائی حکم فرماؤ
نہ کہنا اُس سے "دے آؤ" نہ کہنا اُس سے "مت لاؤ"
خبر ہرگز نہ تھی کچھ اُس گھڑی اپنی نہ بیگانی

(۹) بڑی دُبدا میں تھا اُس دم کہاں جاؤں کہاں دیکھوں

(۱) ٹال مٹول۔

کسے دیکھوں کسے پوچھوں؟ کہاں جاؤں کدھر ڈھونڈوں

کروں تدبیر کیا جس سے میں اُس دلدار کو پاؤں؟

نشاں ہرگز نہ ملتا تھا پڑا پھرتا تھا جوں مجنوں

عجب دریائے وحشت کی ہوئی تھی آکے طغیانی

(۱۰) اُسی کو ڈھونڈتا پھرتا ہوا مسجد میں جا پہنچا

جو دیکھا واں[1] بھی ہے روزہ نمازوں کا ہی اک چرچا

کوئی جُبّے میں اٹکا ہے کوئی ڈاڑھی میں ہے اُلجھا

تسلی کچھ نہ پائی جب تو آخر واں سے گھبرایا

چلا روتا ہوا باہر بہ احوالِ پریشانی

(۱۱) یہی دل نے کہا ٹک مدرسے کو جھانکئے چلکر

بھلا شاید اسی میں ہو نظر آجائے وہ دلبر

گیا جب واں تو دیکھی واہ وا کچھ اور بھی بدتر

کتابیں کھل رہی ہیں مچ رہی ہے شور و غل بکسیر

ہر اک مسئلے پہ فاضل کر رہے ہیں بحثِ نفسانی

(۱۲) چلا جب واں سے گھبرا کر تو پھر یہ آگئی جی میں

کہ یہ جگہ تو دیکھی اب چلو ٹک دیر[2] بھی دیکھیں

(۱) وہاں کا مخفف ہے (۲) مندر ہے۔

گیا جب واں تو دیکھا مورت اور گھنٹوں کی جھنکاریں
پکارا تب تو رو کر آہ کس پتھر سے سر ماریں
کہیں ملتا نہیں وہ شوخ کافر دشمن جانی
(۱۳) کہا دل نے کہ اب ٹک تیرتھوں کی سیر بھی کیجے
بھلا وہ دلربا شاید اسی جگہ پہ ملجائے
بہت تیرتھ منائے اور کئے درشن بھی بہتیرے
تسلّی کچھ نہ پائی تب تو ہولا چار پھر واں سے
محبّت چھوڑ کر بستی کی لی راہِ بیابانی
(۱۴) گیا جب دشت و صحرا میں تو رویا آہ کیا کریئے
کہاں تک ہجر میں اس شوخ کے رو رو کے دن بھریئے
کدھر کو جایئے اور کسکے اوپر آسرا دھریئے
یہی بہتر ہے اب تو ڈوب مریئے یا زہر کھا مریئے
بھلا جی جان کے جانے میں شاید آملے جانی
(۱۵) رہا کتنے دنوں روتا پھرا ہر دشت میں نالاں
غریب و بیکس و تنہا مسافر بے وطن حیراں
پہاڑوں سے بھی سر پٹکا پھرا شہروں میں ہو گریاں

(۱) شوخ سے مراد یہاں ایشور پرماتما یعنی آتم دیو سے ہے ؛

پھرا بھوکا پیاسا ڈھونڈھتا دِلبر کو سرگرداں
نہ کھانے کو مِلا دانہ نہ پینے کو مِلا پانی

(۱۶) پڑا تھا ریت میں اور دھوپ میں سُورج سے جلتا تھا
لگی تھیں دِل کی آنکھیں یار سے اور دَم نکلتا تھا
اسی کے دیکھنے کے دھیان میں ہر دم نکلتا تھا
وَلے محبُوب سے کچھ ہائے میرا بس نہ چلتا تھا
پڑے بہتے تھے آنسُو لالہ گوں لعل بدخشانی

(۱۷) جب اِس احوال کو پہنچا تو وہ محبُوب بے پَروا
وہیں سو بیقراری سے میری بالیں پہ آ پہنچا
اُٹھا کر میرا سر زانُو پہ اپنے رکھ کے فرمایا
کہا لے دیکھ لے جو دیکھنا ہے اب مجھے اِس جا
عیاں ہیں اس گھڑی کرتے نِزے پہ بھید پنہانی

(۱۸) یہ شرط رکھ پہلے ہم عاشق کو اپنے آزماتے ہیں
جلاتے ہیں ستاتے ہیں رُلاتے ہیں۔ بِلاتے ہیں
ہر اِک احوال میں جب خُوب ثابت اُسکو پاتے ہیں
اُسی سے آکے ملتے ہیں اُسی کو مُنہ دکھاتے ہیں
اُسے پُورا سمجھتے ہیں ہم اپنے دھیان کا دھیانی

(۱۹) صدا محبوب کی آئی جُونہی کانوں میں واں میرے
بدن میں آگیا جی اور وہیں دُکھ درد سب ٹیرے[1]
پھر آنکھیں کھول کر دلبر کے مُنہ پر ٹک نظر کر کے
زمین و آسماں چودہ طبق کے کھل گئے پردے
مٹی اِک آن میں سب کچھ خرابی اور پریشانی
(۲۰) ہوئی جب آکے یکتائی دُوئی کا اُٹھ گیا پردہ
جو کچھ وہم و دغا تھے اُڑ گئے اِکدم میں ہو پارا
نظیر اُس دِن سے ہم نے پھر جو دیکھا خوب ہر اِک جا
وُہی دیکھا وُہی سمجھا۔ وُہی جانا وُہی پایا
برابر ہو گئے ہندو مُسلماں گبر و نصرانی

(۱) سب دُور ہو گئے۔ ناش ہو گئے۔

(۳۱۳) راگ سوہنی تال دیپ چندی

ہر آن ہنسی۔ ہر آن خوشی۔ ہر وقت امیری ہے بابا
جب عاشق مست فقیر ہوئے پھر کیا دِلگیری ہے بابا
(۱) ہیں عاشق اور معشوق جہاں۔ وہاں شاہ وزیری ہے بابا
نہ رونا ہے نہ دھونا ہے نہ درد اسیری ہے بابا

دِن رات بہاریں چُہلیں ہیں - اور عِشق صفیری[1] ہے بابا

جو عاشق ہوئے سو جانے ہے یہ بھید فقیری ہے بابا دہران

(۲) ہے چاہ فقط اِک دلبر کی - پھر اور کسی کی چاہ نہیں

اِک راہ اُسی سے رکھتے ہیں - پھر اور کسی سے راہ نہیں

یاں جتنا رنج و تردّد ہے - ہم ایک سے بھی آگاہ نہیں

کچھ مرنے کا سندیہ نہیں کچھ جینے کی پرواہ نہیں دہران

(۳) کچھ ظلم نہیں کچھ زور نہیں - کچھ داد نہیں فریاد نہیں

کچھ قید نہیں کچھ بند نہیں - کچھ جبر نہیں آزاد نہیں

شاگرد نہیں اُستاد نہیں - ویران نہیں آباد نہیں

ہیں جتنی باتیں دُنیا کی - سب بھول گئے کچھ یاد نہیں دہران

(۴) جس سمت نظر بھر دیکھیں ہیں - اُس دلبر کی پھلواڑی ہے

کہیں سبزے کی ہریالی ہے کہیں پھولوں کی گلکاری ہے

دن رات مگن خوش بیٹھے ہیں - اور آس اُسی کی بھاری ہے

بس آپ ہی وہ داتاری ہے اور آپ ہی وہ بھنڈاری ہے (دہران)

(۵) نِت عشرت ہے - نت فرحت ہے - نت رنگ نئی آزادی ہے

نت مہر و کرم ہے دلبر کا - نت خوبی خوب مرادی ہے

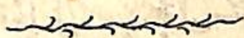
جب اُمڈا[2] دریا اُلفت کا - ہر چار طرف آبادی ہے -

(۱) جیسے پرند بلبل گل کا عاشق ہے اور اُس کے عشق میں بولتا رہتا ہے ایسے ہی اپنے دلبر کے نام کو [illegible]

ہر رات نئی اک شادی ہے ہر روز مبارکبادی ہے (ہر آن)

(۶) ہے تن تو گل کے رنگ بنا۔ اور منہ پر ہر دم لالی ہے
جز عیش و طرب کچھ اور نہیں جبدن سے سُرت سنبھالی ہے
ہونٹوں میں راگ تماشے کا۔ اور گت پر بجتی تالی ہے
ہر روز بسنت اور ہولی ہے۔ اور ہر اک رات دیوالی ہے (ہر آن)

(۷) ہم عاشق جس صنم کے ہیں وہ دلبر سب سے اعلیٰ ہے
اُس نے ہی ہم کو جی بخشا۔ اُس نے ہی ہم کو پالا ہے
دل اپنا بھولا بھالا ہے اور عشق بڑا متوالا ہے
کیا کہئے اور نظیر آگے اب کون سمجھنے والا ہے (ہر آن)



(۱۳۱۴) راگ ایمن کلیان تال چلنت

ٹیک:
نہ باپ بیٹیا نہ دوست دُشمن نہ عاشق اور صنم کسی کے
عجب طرح کی ہوئی فراغت نہ کوئی ہمارا نہ ہم کسی کے

(۱) نہ کوئی طالب ہُوا ہمارا نہ ہم نے دل سے کسی کو چاہا
نہ ہم نے دیکھیں خوشی کی لہریں نہ درد و غم سے کبھی کراہا
نہ ہم نے بویا نہ ہم نے کاٹا نہ ہم نے جوتا نہ ہم نے گاہا
اُٹھا جو دل سے بھرم کا پردہ۔ تو اُسکے اُٹھتے ہی پھر اہاہا۔

(۲) یہ بات کل کی ہے جو ہمارا کوئی تھا اپنا کوئی بیگانا
کہیں تھے ناتی کہیں تھے پوتے کہیں تھے دادا کہیں تھے نانا
کسی پہ پھبکا - کسی پہ کوٹا - کسی پہ پییا - کسی پہ چھانا
اُٹھا جو دِل سے بھرم کا تھانا تو بھر جبھی سے یہ ہمنے جانا

(۳) ابھی ہماری بڑی دُکاں تھی - ابھی ہمارا بڑا کسب تھا
کہیں خوشامد - کہیں درآمد - کہیں تواضع - کہیں ادب تھا
بڑی تھی ذات اور بڑی صفات اور بڑا حسب اور بڑا نسب تھا
خودی کے مٹتے ہی پھر جو دیکھا نہ کچھ حسب تھا نہ کچھ نسب تھا

(۴) ابھی یہ ڈھب تھا کسی سے لڑیئے - کسی کے پاؤں پہ جا کے پڑیئے
کسی سے حق پر فساد کریئے - کسی سے ناحق لڑائی لڑیئے
ابھی یہ دُھن تھی دِل اپنے ہیں - کہیں بگڑیئے کہیں جھگڑیئے
دُوئی کے اُٹھتے ہی پھر یہ دیکھا کہ اب جو لڑیئے تو کس سے لڑیئے

نوٹ - اِسی نظم کو اِس سے پہلے ادھیائے میں مختصراً دیا گیا ہے - وہ اختصار سوامی جی مہاراج کا اپنا کیا ہُوا تھا - یہاں کُل نظم دیدی گئی ہے تاکہ طالبِ حق اِس کُل کے لُطف سے محروم نہ رہے ۔

(۳۱۵) راگ دھناسری تال دھمالی

واہ وا رے موج فقیراں دی (ٹیک)

کبھی چباویں چنا چبینا۔ کبھی لپٹ لیں کھیراں دی۔ واہ وا...

کبھی تو اوڑھیں شال دوشالے۔ کبھی گدڑیا لیٹیراں دی۔ واہ وا...

کبھی تو سوویں رنگ محل میں۔ کبھی گلی اہیراں دی۔ واہ وا...

منگ تنگ کے ٹکڑے کھاندے۔ چال چلیں امیراں دی۔ واہ وا...

(۱) سواد لیں۔ مزہ چکھیں (۲) ادنیٰ ذات۔ یعنی نیچ لوگوں کا کوچہ ؞

(۳۱۶) راگ پہاڑی۔ تال وادرا

پُورے ہیں وُہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں (ٹیک)

(۱) جو فقر میں پُورے ہیں وہ ہر حال میں خوش ہیں

ہر کام میں ہر دام میں ہر چال میں خوش ہیں

گر مال دیا یار نے تو مال میں خوش ہیں

بے زر جو کیا تو اُسی احوال میں خوش ہیں

افلاس میں ادبار میں اقبال میں خوش ہیں

پُورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

(۲) چہرے پہ ہے ملال نہ جگر میں اثرِ غم
ماتھے پہ کہیں چین نہ ابرو میں کہیں خم
شکوہ نہ زباں پر۔ نہ کبھی چشم ہوئی نم
غم میں بھی وہی عیش۔ اَلم[1] میں بھی وہی دم
ہر بات۔ ہر اوقات۔ ہر افعال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

(۳) گر یار کی مرضی ہوئی سر جوڑ کے بیٹھے
گھربار چھڑایا تو وہیں چھوڑ کے بیٹھے
موڑا انہیں جدھر وہیں منہ موڑ کے بیٹھے
گدڑی جو سلائی تو وہیں اوڑھ کے بیٹھے
اور شال اڑھائی تو اسی شال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

(۴) گر اس نے دیا غم تو اسی غم میں رہے خوش
ماتم جو دیا تو اسی ماتم میں رہے خوش
کھانے کو دیا کم تو اسی کم میں رہے خوش
جس طرح رکھا اس نے اس عالم میں رہے خوش
دکھ درد میں آفات میں جنجال میں خوش ہیں

(۱) ماتم - افسوس -

پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

(۵) جینے کا نہ اندوہ ہے نہ مرنے کا ذرا غم
یکساں ہے انہیں زندگی اور موت کا عالم
واقف نہ برس سے نہ مہینے سے وہ اِکدم
شب کی نہ مصیبت نہ کبھی روز کا ماتم
دن رات گھڑی پہر و مہ و سال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

(۶) کچھ اُنکو طلب گھر کی نہ باہر سے انہیں کام
تکیہ کی نہ خواہش ہے نہ بستر سے انہیں کام
اُستھل کی ہوس دل میں نہ مندر سے انہیں کام
مفلس سے نہ مطلب نہ تونگر سے انہیں کام
میدان میں بازار میں چوپال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

(۱) خانقاہ فقیروں کے رہنے کی جگہ - منڈپ ۔

نوٹ - یہ غزل اور بھی لمبی ہے - ہندی رام برشا میں اتفاق سے کل کی کل چھپ گئی ہے - مگر یہاں باقی ماندہ حصہ چنداں ضروری نہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے اور سوامی جی مہاراج نے تو اپنی نوٹ بکوں و تحریروں میں صرف آخری دو مصرعے ہی تحریر فرمائے ہیں - (نارائن)

(۳۱۷) راگ بلاول - تال روپک

گر ہے فقیر تو تُو نہ رکھ یاں کسی سے میل
نہ تُونبڑی نہ بیل پڑا اپنے سر پہ کھیل　(ٹیک)

(۱) جتنے تو دیکھتا ہے یہ پھل پھول پات ہیں
سب اپنے اپنے کام کی، ہیں کر رہے جھمیل
ناتہ جو ہے سو ناتھ - جو رشتہ ہے سو نکیل
جو غم پڑے تو اُسکو تُو اپنے ہی تن پہ جھیل　(ٹیک)

(۲) جب تُو ہُوا فقیر تو ناتہ کسی سے کیا؟
چھوڑا کُٹم[1] تو پھر رہا رشتہ کسی سے کیا
مطلب بھلا فقیر کو بابا کسی سے کیا؟
دلبر کو اپنے چھوڑ کے ملنا کسی سے کیا؟ (ٹیک)

(۳) تیری نہ یہ زمین نہ تیرا یہ آسمان
تیرا نہ گھر نہ بار نہ تیرا یہ جسم و جان
اس کے سوا کہ جب ہُوا تُو فقیر یاں
کوئی ترا رفیق نہ ساتھی نہ مہرباں　(ٹیک)

(۴) یہ اُلفتیں کہ ساتھ ترے آٹھ پہر ہیں
یہ اُلفتیں نہیں ہیں میری جاں یہ قہر ہیں

(۱) کٹمب - خاندان -

جتنے یہ شہر دیکھے ہیں جادو کے شہر ہیں
جتنی مٹھائیاں ہیں میری جاں یہ زہر ہیں (ٹیک)

(۵) خوباں کے یہ جو چاند سے منہ پر کھلے ہیں بال
مارا ہے تیرے واسطے صیاد نے یہ جال
یہ بال بال اب ہے تیری جان کا وبال
پھنسیو خدا کے واسطے اسمیں نہ دیکھ بھال (ٹیک)

(۶) جس کا تو ہے فقیر اسی کو سمجھ تو یار
مانگے تو مانگ اس سے کیا نقد کیا اُدھار
دیوے تو لے وہی جو نہ دیوے تو دم نہ مار
اسکے سوا کسی سے نہ رکھ اپنا کاروبار (ٹیک)

(۷) کیا فائدہ اگر تو ہوا نام کو فقیر
ہو کر فقیر تو بھی رہا جال میں اسیر
ایسا ہی تھا تو فقر کو ناحق کیا اسیر
ہم تو اسی سخن کے ہیں قائل میاں نظیر (ٹیک)

(۳۱۸) راگ کھنگا

لاج مولیٰ نہ آئیا نام دھرایو فقیر (ٹیک)

(۱) راتی راتی بدیاں کرمیدا | دن نوں سدا ویں پیر

(۱) شرم (۲) کہلاویں۔

(۲) اپنا بھار چاٹے نہ سکدا　لوکاں بدھاویں دھیر
(۳) کُڑم کٹمب کی پھاہی پھنسیا　گل وِچ پالیا پیڑ
(۴) آخر نتیجہ ملے گا پیارے　رووینگا نیر و نیر

(۱) اُٹھا نہیں سکتا (۲) لوگوں کو (۳) کنبہ - رشتہ دار (۴) گلہ میں (۵) کپڑے (۶) زار زار

(۳۱۹) راگ رام کلی - (بادشاہی ۱۰)

رے من ! ایسو کر سنّیاسا - (ٹیک)

(۱) بن سے سدن سبے کر سمجھو　من ہی ماہین اُداسا
(۲) جَت کی جٹا - یوگ کے مجّن　نیم کے ناخن بڑھایو
گیان گُورو آتما اُپدیشیو　نام بھبُوت لگایو (ٹیک)
(۳) الپ اہار سُولپ سی نِندرا　دَیا کِھشما تن پریت
شیل سنتوش سدا نِربا ہیو　ہے یہ تِر گنا رتیت (ٹیک)
(۴) کام کرودھ اہنکار لوبھ ہٹھ　موہ نہ من سیوں لیاوے
تب ہی آتم تتو کو درشے　پرم پُرش کو پاوے

(۱) جنگل برابر مندر (۲) تن پیتی ہونے کی (۳) تھوڑا (۴) بہت تھوڑا (۵) دھارن کیو (۶) تینوں گُنوں سے پرے (۷) من کے ساتھ موہ کا واسطہ نہ رکھے -

(۳۲۰) راگ بسنت

(۱) کت[1] جائیے رے۔ گھر لاگو رنگ
میرا چت نہ چلے۔ من بھیو رے پنگ[2] } ٹیک

(۲) ایک دِوس من بھئی اُمنگ
گھس چندن چوا بہو سُگندھ
(۳) پوجن چالی برہم ٹھائیں[4]
سو برہم بتایو گورو من ماہیں
(۴) جہاں جائیے تہاں جل پکھان
تو پور[6] رہیو ہے سب سمان
(۵) وید پوران سب دیکھے جوئی
اُہاں تو جائیے جو اِیہاں نہ ہوئی
(۶) ست گورو میں بلہاری تیرا
جن سگل وِکل بھرم کاٹے میرا
(۷) رامانند سوامی رمت برہم
گورو کا شبد کاٹے کوٹ کرم

(۱) کہاں (۲) پنگلا۔ لنگڑا۔ بے کام (۳) رِن (۴) برہم کی جگہ یا طرف پوجنے چلی (۵) پتھر کی مورتی۔ (۶) بھر رہیو ہے (۷) وہاں تب جائیے (۸) یہاں (۹) سب۔ تمام (۱۰) گھبراہٹ۔ بیاکلتا (۱۱) رم رہا ہے

(۳۲۱) راگ دھناسری۔ دمحلہ ۹)
کاہے رے بن کھوجن جائی (ٹیک)

(۱) سرب نواسی سدا الیکھا[1]
تو[2] ہے سنگ رہت سدائی
(۲) پُشپ مدھیہ جیون باس بست ہے
درپن ماہیں جیون چھائی
تیسے ہی ہر بست نرنتر
گھٹ ہی میں کھوجو بھائی
(۳) باہر بھیتر ایکو مانو[3]
یہ گورو گیان بتائی
جن نانک بن آپا چینے
مٹے نہ بھرم کی کائی

(۱) ناقابل بیان۔ یا سمجھ سے دور (۲) تیرے ساتھ (۳) اپنے آپ کو پہچانے بغیر

خودمستی

(نجانند)



(۳۲۲) راگ مانڈ تال دادرا

آپ ہیں یار دیکھ کر آئینہ پُرصفا کہ یُوں
مارے خوشی کے کیا کہیں ششدر سا رہ گیا کہ یُوں

رو کے جو التماس کی۔ دِل سے نہ بھُولیو کبھی
پردہ اُٹھا دُوئی مِٹا۔ اُس نے بھُلا دیا کہ یُوں

مَیں نے کہا کہ رنج و غم مِٹتے ہیں کِس طرح کہو!
سِینہ لگا کے سِینے سے مَہ[1] نے بتا دیا کہ یُوں

گرمی ہو اِس بلا کی ہائے پُھنتے ہوں جس سے مرد وزن
اپنی ہی آب و تاب ہے خود ہی ہُوں دیکھتا کہ یُوں

دُنیا و عاقبت بنا۔ واہ وا جو جہل نے کیا
تاروں سا مہر رامؔ نے پل میں اُڑا دیا کہ یُوں

(۱) دِلبر۔ یہاں مُراد دِل کے چین لینے والے آتم دیو (ذاتِ حق) سے ہے۔

(۳۲۳) غزل تال دادرا

ہستی و علم ہوں مستی ہُوں ہنیں نام مرا
کبریائی و خدائی ہے فقط کام مرا
چشم لیلیٰ ہُوں دلِ قیس و دستِ فرہاد
بوسہ دینا ہو تو دے لے ۔ ہے لبِ جام مرا
گوشِ گُل ہُوں رُخِ یوسف دمِ عیسیٰ ۔ سر سرد
تیرے سینے میں بسُوں ہُوں ۔ ہے وُہی دھام مرا
حلق منصور تنِ شمس و علمِ عُلماء
واہ وا بحر ہُوں اور مُلبلہ اِک رام مرا

(۳۲۴) راگ ضلع تال دادرا

کیا پیشوائی باجا ہے انا ہد[1] صدا ہے آج
ویلکم کو کیسی روشنی صمدانیہ[2] ہے آج
چکّر سے اِس جہان کے پھرے اصل گھر کو ہم
فٹ بال سب زمین ہے پاء پر فدا ہے آج
چکّر میں ہے جہاں ۔ میں مرکز ہُوں مہر ساں

(۱) انحد شبد سے مُراد ہے یا اوم کی دُھنی (۲) پاک ۔ صاف ۔ بے نیاز ÷

غلطی سے لوگ کہتے ہیں "سُورج چڑھا ہے آج"
شہزادے کا جلوس ہے اب تختِ ذات پر
ہر ذرہ صدقے جاتا ہے نغمہ سرا ہے آج
ہر برگ و مہر و ماہ کا رقص و سرود ہے
آرام و امن و چین کا طوفان بپا ہے آج
کس شوخ چشم کی ہے یہ آمد کہ نورِ برق
آنکھوں کو پھاڑ پھاڑ کے راہ دیکھتا ہے آج
آتا کرم فشان[1] شہِ ابر[2] دست ہے
بارش کی راہ پانی چھڑکتا خدا ہے آج
جھک جھک سلام کرتا ہے اب چاند عید ہے
اقبال[3] رام[4] رام کا خود ہو رہا ہے آج

(۱) کرپالو۔مہربان (۲) وہ بادشاہ جس کے ہاتھ میں بادل ہو۔یعنی مہربانی کی بارش کرنے والا بادل جس کا ماتحت ہو۔مطلب سُورج (۳) تابعدار۔غلام۔
(۴) سوامی رام کا تخلص۔

(۳۲۵) راگ ضلع۔تال دادرا
گُل کو شمیم آب گہر اور زر کو ہیں

دیتا ہوں جبکہ دیکھوں اُٹھا کر نظر کو میں
شاہوں کو رُعب اور حسینوں کو حُسن و ناز
دیتا بہادری ہوں بلا شیرِ نر کو میں
سورج کو سونا چاند کو چاندی تو دے چکے
پھر بھی طواف کرتے ہیں دیکھوں جدھر کو میں
ابروئے کہکشاں بھی انوکھی کمند ہے
بے قید ہوا اسیر جو دیکھوں اُدھر کو میں
تارے جھمک جھمک کے بُلاتے ہیں رام کو
آنکھوں میں اُنکی رہتا ہوں جاؤں کدھر کو میں

(۳۲۶) راگ بھیروی تال چلپت

یہ ڈر سے مہر آ چمکا اہاہاہا - اہاہاہا! اُدھر مہ بیم سے لپکا اہاہاہا اہاہاہا!
ہوا اٹکھیلیاں کرتی ہے میرے اک اشارہ پر ہے کوڑا موت پر میرا اہاہاہا اہاہاہا!
اکائی ذات میں میری انکھوں رنگ ہیں پیدا مزے کرتا ہوں میں کیا کیا اہاہاہا اہاہاہا
کہوں کیا حال اس دل کا کہ شادی موج مارے ہے ہے اک اُمڈا ہوا دریا اہاہاہا اہاہاہا
یہ جسم رام لے بدگو! تقوّر محض ہے تیرا ہمارا بگڑتا ہے کیا اہاہاہا اہاہاہا

(۳۲۷) غزل-تال پشتو

پیتا ہوں نور ہر دم جامِ سرور پیہم
ہے آسمان پیالہ- وہ شرابِ نور والا } ٹیک

(۱) ہے جی میں اپنے آتا — دوں جو ہے جسکو بھاتا
ہاتھی غلام گھوڑے — زیور زمین- جوڑے
لے جو ہے جسکو بھاتا — مانگے بغیر داتا - پیتا ہوں نور

(۲) ہر قوم کی دعائیں — ہر مت کی التجائیں
آتی ہیں پاس میرے — کیا دیر کیا سویرے
جیسے اڑاتی گائیں — جنگل سے گھر کو آئیں-پیتا ہوں نور

(۳) سب خواہشیں نمازیں — گن کرم اور مرادیں
ہاتھوں میں ہوں پھراتا — دنیا ہوں یوں بناتا
معمار جیسے اینٹیں — ہاتھوں میں ہے گھماتا-پیتا ہوں نور

(۴) دنیا کے سب بکھیڑے — جھگڑے فساد جھیڑے
دل میں نہیں اٹکتے — نہ نگاہ کو بدل سکتے
گویا گلال ہیں یہ — سرمہ مثال ہیں یہ - پیتا ہوں نور

(۵) نیچر کے لاز سارے — احکام ہیں ہمارے
کیا مہر کیا ستارے — ہیں مانتے اشارے

ہیں دست و پا ہر اک کے
مرضی پہ میری چلتے - پیتا ہوں
(۶) کشش ثقل کی قدرت
میری ہے مہر و اُلفت
ہے نگاہ تیز میری
اِک نُور کی اندھیری
بجلی شفق انگارے
سینے کے ہیں شرارے - پیتا ہوں
(۷) میں کھیلتا ہوں ہولی
دُنیا سے گیند گولی
خواہ اس طرف کو پھینکوں
خواہ اُس طرف چلاؤں
پیتا ہوں جام ہر دم
ناچوں مدام دھم دھم
دن رات ہے ترنّم
ہوں شاہِ رام بے غم - پیتا ہوں

(۳۲۸) تال قوّالی

(۱) حبابِ جسم لاکھوں مرمٹے پیدا ہوئے مجھ میں
سدا ہوں بحرِ واحد لہر ہے دھو کا فراواں[1] کا
(۲) میرا سینہ ہے مشرق آفتابِ ذاتِ تاباں کا
طلوعِ صبحِ شادی وا شُدن[2] ہے میرے مژگاں کا
(۳) زُباں اپنی بہارِ عید کا مژدہ سُناتی ہے
دُرِ دنداں[3] کے جگمگانے سے ہُوا عالم چراغاں کا

(۱) کثرت (۲) کھُلنا (۳) سخن سے مُراد ہے *

(۴) سراپا نور پیشانی پہ میری مہ درخشاں ہے
کہ جھوم رہے جبیں سیمیش[۱] پہ گر جائے زمستاں[۲] کا

(۵) خوشی سے جان جامہ میں نہیں پھولی سماتی اب
گاؤن کے بار سے ٹوٹا یہ لو داماں بیاباں کا

(۶) چمن میں دور ہے جاری طرب کا چہچہانے کا
چہکنے میں ہُوا تبدیل شیون مرغ نالاں کا

(۷) نگاہِ مست نے جب رام کی آمد کی سُن پائی
ہے مجمع صید ہونے کو یہاں وحشی غزالاں[۴] کا

(۱) چاندی کی پیشانی۔ مراد برفستان سے ہے (۲) پاروتی سے مراد ہے (۳) کل سطر سے مراد ہے کہ رام ابھی جنگلوں سے اتراکہ اترا (۴) مرگ یہاں جگیاسو سے مراد ہے

نوٹ۔ یہ غزل جوشی مٹھ کے نیچے کمارچٹی کے سامنے ایک منار کی بلند چوٹی پر لکھی گئی تھی۔ وہ منار شو کا تھا۔ اِس لئے اِس میں تمام اشارے پہاڑ اور شوجی کیطرف ہیں ٭ چونکہ اِس غزل کا مطلب ذرا مشکل سا ہے۔ اِس لئے اِسے یہاں ذرا کھولکر دیا جاتا ہے ٭

(۱) جو جُدا روپی اجسام لاکھوں مجھ میں پیدا ہو کر مر مٹے۔ لیکن میں ہمیشہ ایک واحد سمندر ہوں۔ اور یہ لہریں یعنے اجسام کا اُٹھنا اور غروب ہونا مجھ میں محض دھوکا ہے ٭

(۲) میرا جو دل ہے وہ مشرق ہے۔ جہاں سے تمام کو روشن کرنیوالا سورج نکلتا ہے۔ اور میری پلکوں کا کھلنا یا کھولنا ہی آنند (سرور) کی صبح (پرباتہ کال) کو چڑھاتا ہے۔ یعنی میرے ہی دیکھنے سے یہ کُل نمودار ہوتا ہے۔

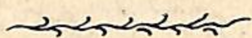
(۳) میری زبان آنند کی بہار کی خوشخبری سُناتی ہے اور موتیوں کے جگمگانے سے یعنی الفاظ رُوپی جو موتی ہیں۔ اُن کے نکلنے سے ایک دیپ مالا کا سمے بندھ جاتا ہے۔ یعنی اندھیرا کافور ہونے لگتا ہے۔ اور علم کے چراغ جلنے لگ پڑتے ہیں۔

(۴) میری چمکیلی پیشانی پر یعنے پربتوں کی چوٹی پر چاند ایسے چمک رہا ہے گویا چاند جیسی چمکیلی پیشانی (برفستان) پہ پاربتی کا ایک جھومر لٹک رہا ہے

(۵) آنند اتنا بڑھ گیا ہے کہ جان بھی اب تن کے اندر سمانے نہیں پاتی (یعنے اندرونی مستی اب رام کو پہاڑوں میں ایک جگہ پر بیٹھنے نہیں دیتی) بلکہ جیسے پھُولوں کے بوجھ سے جنگل کا پلّا ٹُوٹ جاتا کہلاتا ہے۔ اسی طرح رام بھی اب آنند کے از حد بڑھ جانے سے نیچے میدانوں میں ابھی اُترا کہ اُترا (یعنے رام میدانوں میں ابھی پہاڑوں سے اُترا کہ اُترا)

(۶) دُنیا رُوپی باغ میں خوشی کے چہچہانے کا زمانہ جاری ہو رہا ہے (یا رام کے دل رُوپی باغ میں خوشی کی ترنگیں اُٹھ رہی ہیں) جس سے روتے ہُوئے پرندوں کا رونا بھی رام کے درشن سے خوشی (چہچہانے) میں بدل گیا ہے

(۷) میدانوں کے طالبان حق نے جب رام کے نیچے اُتر آنے کی خبر پائی تو جیسے وحشی ہرنوں (مرگوں) کا گروہ پانی کی انتظار میں ٹکٹکی باندھے رہتا ہے۔ ایسے ہی وہ لوگ رام کے انتظار میں ٹکٹکی باندھے منتظر رہنے لگے



(۳۲۹) غزل بطرز انگریزی نظم وہالٹ وہٹمیں

مجھ بحرِ خوشی کی لہروں پر دُنیا کی کشتی رہتی ہے
از سیلِ سُرور دھڑکتی ہے چھاتی اور کشتی بہتی ہے
مجھُ میں! مجھُ میں!! مجھُ میں!!! مجھ میں!!!!

(۱) گُل کِھلتے ہیں۔ گاتے ہیں رو رو بُلبُل۔ کیا ہنستے ہیں نالے ندیاں
رنگِ شفق گُھلتا ہے۔ بادِ صبا چلتی ہے۔ گِرتا ہے چھم چھم باراں
مجھُ میں! مجھ میں!! مجھُ میں!!! مجھ میں!!!!

(۲) کرتے ہیں انجم جگمگ۔ جاتا ہے سُورج دھک دھک بجتے ہیں باغ و بیاباں
بستے ہیں نارن پیرس پجتے ہیں کاشی مکہ۔ بنتے ہیں جنت و رضواں
مجھُ میں! مجھ میں!! مجھُ میں!!! مجھ میں!!!!

اُڑتی ہیں ریلیں پھر پھر۔ بہتی ہیں بوٹیں جھر جھر۔ آتی ہے آندھی سر سر
لڑتی ہیں فوجیں مر مر۔ پھرتے ہیں جوگی در در۔ ہوتی ہے پوجا ہر ہر
مجھُ میں! مجھ میں!! مجھ میں!!! مجھ میں!!!!

(۴) چرخ کا رنگ رسیلا، نیلا نیلا، ہر طرف دمکتا ہے
کیلاس جھلکتا ہے۔ بحر ڈلکتا ہے۔ چاند چمکتا ہے
مجھ میں! مجھ میں!! مجھ میں!!! مجھ میں!!!!
آزادی ہے۔ آزادی ہے۔ آزادی ہے میرے ہاں } قطعہ
گنجایش و جاء سب کے لئے بیحد و پایاں }
(۵) سب وید اور درشن سب مذہب۔ قرآن انجیل اور نرے ٹیکا
بدھ۔ شنکر۔ عیسیٰ اور احمد۔ تھا رہنا سہنا ان سب کا
مجھ میں! مجھ میں!! مجھ میں!!! مجھ میں!!!!
(۶) تھے کپل[1]۔ کناد اور افلاطون[1]۔ اسپنسر۔ کنیٹ[1] اور ہیملٹن[1]
شری رام۔ یدھشٹر۔ اسکندر۔ بکرم۔ قیصر۔ الزبتھ اکبر
مجھ میں! مجھ میں!! مجھ میں!!! مجھ میں!!!!
(۷) میدانِ ابد اور روزِ ازل۔ کل ماضی حال اور مستقبل
چیزوں کا بیجا ردّ و بدل۔ اور تختۂ دہر کا ہے ہل چل
مجھ میں! مجھ میں!! مجھ میں!!! مجھ میں!!!!
(۸) ہوں رشتۂ وحدت در کثرت۔ ہیں علت وصحت اور راحت
ہر عقدہ دریا۔ علم و ہنر۔ حکمت۔ ہر خوبی۔ دولت اور برکت
ہر نعمت۔ عزت۔ اور لذت۔ ہر کشش کا مرکز ہر طاقت

(۱) یہ سب نام ہیں

ہر مطلب ۔ کارن ۔ کارج ۔ سب ۔ کیوں ۔ کس جا ۔ کیسے ۔ کیونکر کب

مجھ میں! مجھ میں!! مجھ میں!!! مجھ میں!!!!

ہُوں آگے پیچھے اُوپر نیچے ۔ ظاہر و باطن میں ہی میں
معشوق اور عاشق ۔ شاعر مضمون ۔ بُلبُل گلشن میں ہی میں } قطعہ

نوٹ ۔ یہ نظم اُردو طریقے کی نظم پر نہیں ۔ بلکہ امریکہ کے وہالٹ و ہٹمین (Whalt Whitman) کی انداز پر ہے ۔ اور سوامی جی نے ارادتاً انگریزی طرز کو اُردو نظم میں داخل کیا ہے ۔ تاکہ مست وہالٹ وہٹمین کی انگریزی طرز سے بھی اُردو خواں کچھ لُطف اُٹھائیں ۔ جس لئے اِس نظم کی طرز کو پُوری پُوری طرح سمجھنا ہو وہ کرپا کر کے وہالٹ وہٹمین کی کتاب لیوز اوف گراس (Leaves of Grass) کا مطالعہ کریں ۔

(۳۳۰) غزل تال پشتو

ٹھنڈک بھری ہے دِل میں آنند بہہ رہا ہے
امرت برس رہا ہے ۔ جھم! جھم!! جھم!!!
پھیلی ہے صُبحِ شادی کیا چین کی گھڑی ہے
سُکھ کے چھُٹے پھوّارے فرحت چٹک رہی ہے
کیا نُور کی جھڑی ہے جھم! جھم!! جھم!!!

شبنم کے دل نے چاہا۔ پامال کر دے گُل کو
سب فکر مل کے آئے کہ نڈھال کر دیں دل کو
آیا صبا کا جھونکا وہ صبائے روشنی کا
جھڑتی ہے شبنمِ غم رجھم! رجھم!! رجھم!!!
ڈٹ کر کھڑا ہوں خوف سے خالی جہان میں
تسکینِ دل بھری ہے میرے دل میں جان میں
شونگھیں زمان مکان مرے پاؤں مثلِ سگ
مَیں کیسے آسکوں ہوں قیدِ بیان میں
ٹھنڈک بھری ہے دل میں آنند بہ رہا ہے
امرت برس رہا ہے رجھم! رجھم!! رجھم!!!

نوٹ - یہ غزل انگریزی نظم (Drizzle Drizzle) کا مطلب ہے۔

(۱۳۳) راگ کولسنبہ تال تین یا غزل تال قوالی

(۱) جب امڈا دریا الفت کا ہر چار طرف آبادی ہے
ہر رات نئی اِک شادی ہے ہر روز مبارکبادی ہے
خوش خندہ ہے رنگیں گُل کا خوش شادی شاد مرادی ہے
بن سورج آپ درخشاں ہے خود جنگل ہے خود وادی ہے

نت راحت ہے نت فرحت ہے نت رنگ نئے آزادی ہے

(۲) ہر رگ ریشے میں ہر مو میں امرت بھر بھر بھرپور ہوا
سب کلفت دوری دور ہوئی من شادی مرگ سے چور ہوا
ہر برگ بدھائیاں دیتا ہے ہر ذرہ ذرہ طور[2] ہوا
جو ہے سو ہے اپنا مظہر خواہ آبی ناری بادی ہے
کیا ٹھنڈک ہے کیا راحت ہے کیا شادی ہے آزادی ہے

(۳) رم جھم رم جھم آنسو برسیں۔ یہ ابر بہاریں دیتا ہے
کیا خوب مزے کی بارش ہیں وہ لطف وصل کا لیتا ہے
کشتی موجوں میں ڈوبے ہے بدمست اُسے کب کھیتا ہے
یہ غرقابی ہے جی اُٹھنا مت مجھکو اُف بربادی ہے
کیا ٹھنڈک ہے کیا راحت ہے کیا شادی ہے آزادی ہے

(۴) ماتم رنجوری بیماری۔غلطی۔کمزوری ناداری
ٹھوکر اونچا نیچا محنت جاتی ہے ان پر جاں واری
ان سب کی مددوں کے باعث چشمہ مستی کا ہے جاری
گم شیر کہ شیریں طوفاں میں کوہ اور تیشہ فرہادی ہے
کیا ٹھنڈک ہے کیا راحت ہے کیا شادی ہے آزادی ہے

(۱) مبارکبادی (۲) کوہِ طور سے مراد ہے۔ جہاں حضرت موسیٰ کو نورِ خدا کا انکشاف ہوا۔

(۵) اِس مرنے میں کیا لذّت ہے جس مُنہ کو چاٹ گئے۔ اِسکی
ٹھوکر ہے شاہنشاہی پر سب نعمت دولت ہو پھیکی
مے چاہیئے ؟ دِل مردے پھُونکو اور آگ جلاؤ بھٹّی کی
کیا سُستا بادہ بِکتا ہے "لے لو"! کا شور منادی ہے
کیا راحت ہے کیا ٹھنڈک ہے کیا شادی کیا آزادی ہے

(۶) عِلّت معلُول میں مت ڈُوبو سب کارن کارج تُم ہی ہو
تُم ہی دفتر سے خارج ہو۔ اور لیتے چارج تُم ہی ہو
تُم ہی مصرُوف بنے بیٹھے ہو۔ ہوتے ہارج تُم ہی ہو
تُو داور[1] ہے تو وُکلا ہے تو پاپی تو فریادی ہے
نت راحت ہے نِت فرحت ہے نت رنگ نئی آزادی ہے

(۷) دِن شب کا جھگڑا نہ دیکھا گوء سورج کا رچنا سر ہے
جب کھُلتی دیدۂ روشن ہے ہنگامۂ خواب کہاں پھر ہے
آنند سُرور سمندر ہے۔ جس کا آغاز نہ آخر ہے
سب رام پسارا دُنیا کا جادُوگر کی اُستادی ہے
نت راحت ہے نِت فرحت ہے نت رنگ نئی آزادی ہے

(۱) جج۔ منصف +

یمنوتری

اِس بلندی پر ماش کی دال نہیں گلتی - نہ دُنیا کی دال ہی گلتی ہے نہایت گرم گرم چشمہ سار - قُدرتی لالہ زار - آبشاروں کی بہار - چمکدار چاندی کو شرمانے والے سفید دُودھیا (جھاگ پھین) اور اُنکے نیچے آکاش کی رنگت کو لجانے والا جمنا راج کا گات پات بات میں کشمیر کو مات کرتے ہیں - آبشار تو ترنگِ بیخودی میں نرتیہ (ناچ) کرتے ہیں - جمنا رانی ساز بجا رہی ہے - رام شہنشاہ گا رہا ہے -

(۳۴۲) غزل تال قوالی

ہِپ ہِپ ہُرّے ہِپ ہِپ ہُرّے (ٹیک)

اب دیون کے گھر شادی ہے لو رام کا درشن پایا ہے
پاکو باں ناچتے آتے ہیں - ہِپ ہِپ ہُرّے ہِپ ہِپ ہُرّے
خوش خورم مِل مِل گاتے ہیں ہِپ ہِپ ہُرّے - ہِپ ہِپ ہُرّے
ہے منگل ساز بجاتے ہیں ہِپ ہِپ ہُرّے - ہِپ ہِپ ہُرّے
سب خواہش مطلب حاصل ہیں سب خُوبوں سے مَیں واصل ہوں
کیوں ہمسے بھید چھپاتے ہیں - ہِپ ہِپ ہُرّے ہِپ ہِپ ہُرّے
ہر اِک کا انتر آتم ہوں - مَیں سب کا آقا صاحب ہوں
مجھ پائے دُکھڑے جاتے ہیں ہِپ ہِپ ہُرّے ہِپ ہِپ ہُرّے

سب آنکھوں میں مَیں دیکھوں ہُوں سب کانوں میں مَیں سُنتا ہُوں
دِل برکت مجھ سے پاتے ہیں ہِپ ہِپ ہُرّے ہِپ ہِپ ہُرّے
گہ عِشوہ سیمیں بَر کا ہُوں گہ نعرہ شیرِ ببر کا ہُوں
ہم کیا کیا سوانگ بناتے ہیں ہِپ ہِپ ہُرّے ہِپ ہِپ ہُرّے
مَیں کرشن بنا مَیں کنس بنا مَیں رام بنا مَیں راون تھا
ہاں وید اب قسمیں کھاتے ہیں ہِپ ہِپ ہُرّے ہِپ ہِپ ہُرّے
مَیں انتریامی ساکن ہُوں۔ ہر پُتلی ناچ نچاتا ہُوں
ہم سُوتر تار ہلاتے ہیں ہِپ ہِپ ہُرّے ہِپ ہِپ ہُرّے
سب رِشیوں کے آئینۂ دِل میں میرا نُور درخشاں تھا
مُنہ ہی سے شاعر لاتے ہیں ہِپ ہِپ ہُرّے ہِپ ہِپ ہُرّے
مَیں خالق مالک داتا ہُوں۔ چشمک[۲] سے دہر بناتا ہُوں
کیا نقشے رنگ جماتے ہیں ہِپ ہِپ ہُرّے۔ ہِپ ہِپ ہُرّے
اِک کُن[۳] سے دُنیا پیدا کر اس مندر میں خود رہتا ہُوں
ہم تنہا شہر بساتے ہیں ہِپ ہِپ ہُرّے ہِپ ہِپ ہُرّے
وُہ مِصری ہُوں جسکے باعث دُنیا کی عِشرت شیریں ہے

(۱) چاندی جیسی خوبصورت نازنین کا نخرہ۔ (۲) آنکھ کی پلک میں۔
(۳) حُکم۔ یعنی وہ حُکم جو پیدائش دُنیا سے پہلے دیا گیا تھا۔

گُل مجھ سے رنگ سجاتے ہیں ہپ ہپ ہُرّے ہپ ہپ ہُرّے
مسجُود[1] ہُوں قبلہ کعبہ ہُوں معبُود اذاں[2] ناقُوس[3] کا ہُوں
سب مجھ کو کوک بُلاتے ہیں ہپ ہپ ہُرّے ہپ ہپ ہُرّے
کُل عالَم میرا سایہ ہے۔ ہر آن بدلتا آیا ہے
ظِلّ[4] قامت[5] گِرد گھُماتے ہیں ہپ ہپ ہُرّے ہپ ہپ ہُرّے
یہ جگت ہماری کِرنیں ہیں۔ پھیلیں ہر سُو مجھ مرکز سے
شاں بُوقلموں[6] دِکھلاتے ہیں ہپ ہپ ہُرّے ہپ ہپ ہُرّے
مَیں ہستی سب اشیا کی ہُوں۔ مَیں جان ملائک کُل کی ہُوں
مجھ بِن بے جُود کہاتے ہیں ہپ ہپ ہُرّے ہپ ہپ ہُرّے
بیجانوں میں ہم سوتے ہیں۔ حیوان میں چلتے پھرتے ہیں
اِنسان میں نِیند جگاتے ہیں ہپ ہپ ہُرّے ہپ ہپ ہُرّے
سنسار تجلّی ہے میری۔ سب اندر باہر مَیں ہی ہُوں
ہم کیا شعلے بھڑکاتے ہیں۔ ہپ ہپ ہُرّے ہپ ہپ ہُرّے
جادُوگر ہُوں جادُو ہُوں خود۔ اور آپ تماشا ہیں مَیں ہُوں
ہم جادُو کھیل رچاتے ہیں ہپ ہپ ہُرّے ہپ ہپ ہُرّے

(۱) قابلِ پرستش۔ پُوجا کیا ہُوا (۲) بانگ (۳) شنکھ (۴) سایہ (۵) قد کے گِرد (۶) طرح طرح کے ۔

ہے مست پڑا مہما میں اپنی۔ کچھ بھی غیر از رام نہیں
سب کلپت دھوم مچاتے ہیں ہپ ہپ ہرّے ہپ ہپ ہرّے

نوٹ۔ ینوتری مندر میں یہ نظم لکھی گئی تھی۔ اِس لئے پہلے اُس مقام کا ذکر کیا گیا۔ پھر اپنی اندرونی حالت کو بذریعۂ نظم ظاہر کیا گیا ہے۔ اب رام وہاں اپنی طرزِ رہائش بیان فرمانے لگے ہیں۔

دیوانگی کو دِن دُونی رات چوگنی ترّقی ہے "دیوانہ را ہُوئے بس ست" والا حال ہے۔ قالبِ عنصری کا کچھ پتہ نہیں۔

خوراک۔ پھلاہار جو جمنا رانی اپنے ہاتھ سے پکا دیتی ہے۔ یعنی گرم کُنڈ میں خود تیار کر دیتی ہے +

سنان۔ کبھی سَو سَو فیٹ کی بلندی سے گِرنے والے آبشاروں کے نیچے سنان کی مَوج لُوٹی جاتی ہے۔ کبھی صدیوں کی جمی ہُوئی برف سے تازہ تازہ نکل کر جو جمنا جی آتی ہے۔ اُس میں نہانے کا لُطف اُٹھایا جاتا ہے۔ اور کبھی کُنڈوں کے تتّے پانی میں شہنشاہ سلامت غُسل فرماتے ہیں +

چلنا پھرنا۔ سب جگہ بالکُل ننگے بدن سے ہوتا ہے + **رام شہنشاہ**



مبارکبادی

(۳۳۴) راگ کھماچ تال دادرا

چلنا صبا کا ٹھم ٹھمک لاتا پیامِ یار ہے
ٹک آنکھ کب لگنے ملی تیرِ نگہ تیّار ہے

ہوش و خرد سے اتفاقاً آنکھ گر دو چار ہے
بس یار کی پھر چھیڑ خانی کا گرم بازار ہے

معلوم ہوتا ہے ہمیں مطلب کا ہمسے پیار ہے
سختی سے کیوں چھینے ہے دل کیا یوں ہمیں انکار ہے

لکھنے کی نے پڑھنے کی فرصت کام کی نے کلج کی
ہم کو نکما کر دیا وہ آپ تو بیکار ہے

پہرہ محبت کا جو آئے ہم بغل ہوتا ہے وہ
غصہ طبیعت کا نکالیں رو برو دلدار ہے

سونے پہ حاضر خواب میں - جاگے پہ خاک و آب ہے
ہنسنے میں ہنس ملتا ہے دل - رونا ہے لُولُو بار ہے

گہہ[1] برق وش خنداں بنا - گہہ ابر تر گریاں بنا
ہر صورت و ہر رنگ میں پیدا ابت[3] عیار ہے

(۱) کبھی - خواہ (۲) مانند بجلی کے (۳) جس سے یار کا اندازہ لگایا جائے یا اپنے پیارے کے انکشاف کی معیار -

دولت غنیمت جان دردِ عشق کی مت کھو اُسے
مال و متاع گھر بار۔ صدقے مُبارک نار ہے

منظور نالائق کو ہوتا ہے علاجِ دردِ عشق
جب عشق ہی معشوق ہو کیا صحت میں بیار ہے

کیا انتظار و کیا مُصیبت کیا بلا کیا خارِ دشت
شُعلہ مبارک جب بھڑک اُٹھا تو سب گلنار ہے

دولت نہیں طاقت نہیں تعلیم نے تکریم نے
شاہِ[1] غنی کو تو فقط عرفانِ حق درکار ہے

عُمروں کی اُمیدیں اُڑا۔ چھوٹی بڑی سب خواہشیں
دیدار کا بیجے مزا۔ جب اُڑ گئی دیوار ہے

منصُور سے پُوچھی کسی نے کوچۂ[2] جاناں کی راہ
کھُب صاف دِل میں راہ بتلاتی زُبانِ دار[3] ہے

اِس جسم سے جاں کُود کر دریائے وحدت میں پڑی
کرلیں ضیافت[4] جانور تو وہ پڑا مُردار ہے

تشریف لاتا ہے جنُوں۔ چشم و سر و دِل فرشِ راہ
پہلو میں مت رکھنا خِرد[5] کو۔ رانڈ یہ بدکار ہے

(۱) سخی دِل یا بے پرواہ بادشاہ (۲) پیارے کے کوچہ کا رستہ (۳) سُولی کی نوک سے مُراد ہے

(۴) ضیافت (۵) عقل ۔

پلا چھٹا اس جسم سے سر سے ٹلی اپنی بلا
وَیلکم اے تیغ خوں چکاں ۱ کیا مرگ لذت دار ہے

خوش ہو کے کرنا کام ہے نوکر مرا چاکر مرا
ہو رام بیٹھا بادشہ ہشیار خدمتگار ہے

سوتا نہیں یہ رات دن۔ کیا اُڑ گئی دیدوں سے نیند
غفلت نہیں دم بھر اسے یہ ہر گھڑی بیدار ہے

نوکر مرا یہ کون ہے؟ آقا ہوں اس کا کون رام
خادم ہوں میں یا بادشہ؟ یہ کیا عجب اسرار ہے

واحد مجرد لاشریک و غیر ثانی بے بدل
آقا کہاں؟ خادم کہاں؟ یہ کیا لغو گفتار ہے

تنہا ستم تنہا ستم۔ در بحر و بر یکتا ستم
نطق و زباں کا رام تک آپہنچنا دشوار ہے

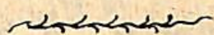
اے بادشاہانِ جہاں۔ وے انجم ہفت آسماں
تم سب پہ ہوں میں حکمراں سب سے بڑی سرکار ہے

جادو نگاہِ یار ہوں۔ نشۂ لب میگوں ہوں میں
آبِ حیاتِ رخ ہوں میں۔ ابرو میری تلوار ہے

(۱) خون پینے والی تلوار ۔

یہ کاکُلِ ظُلماتِ مایا پیچ پیچاں ہے و لے
سیدھے کو جلوۂ رام ہے اُلٹے کو ڈستا مار ہے

(۱) مایا کی کالی زُلفیں (۲) سانپ۔ یُوں رام لفظ کو اُلٹ کر دیا جائے تو مار ہی لفظ نکلتا ہے ÷



نوٹ اماوس کی رات ایک بجے گپھا کے سامنے گنگی نے نرم بستر (ریگ کا) بچھا دیا ہے۔ رام بادشاہ لیٹ رہا ہے۔ گنگی چرنوں کو چھُوتی بہ رہی ہے۔

(پچ) پچھا تے چڑھن شکھا لڑا ہے گھُٹ ساہ اِکو چھال مار دیئی
نرد پریم وی کھیڈنی کھری اوکھی یرس ترس بازی جان ہار دیئی
سارا چاڑھ پیالڑے مست رہنا۔ دین دُنی دی مرض وسار دیئی

(۳۳۴)

راگ اساوری تال جھپ یا راگ بھیروی تال کیروا

(۱) بچھڑتی دُلہن وطن سے ہے جب۔ کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے
کہ پھر نہ آنے کی ہے کوئی ڈھب۔ کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے
(۲) یہ دین و دُنیا تمہیں مُبارک۔ ہمارا دُلہا ہمیں سلامت
پہ یاد رکھنا یہ آخری چھپ۔ کھڑے ہیں روم اور گلا رُکے ہے
(۳) ہے موت دُنیا میں بس غنیمت۔ خرید و راحت کو موت کے بھاؤ

نہ کرنا چُوں تک یہی ہے مذہب۔ کھڑے ہیں رومؔ اور گلاڑ کے ہے

(۴) جیسے ہو سمجھے کہ جاگرت ہے۔ یہ خوابِ غفلت ہے سخت اَے جان
کلورو فارم ہیں سب مطالب۔ کھڑے ہیں رومؔ اور گلاڑ کے ہے

(۵) ٹھگوں کو کپڑے اُتار دیدو۔ لُٹادو اسباب و مال و زر سب
خوشی سے گردن پہ تیغ دھر تب۔ کھڑے ہیں رومؔ اور گلاڑ کے ہے

(۶) جو آرزو کو ہیں دل میں رکھتے۔ ہیں بوسہ دیوانہ سگ کو دیتے
یہ پھُوہڑ قسمت کو دیکھ جب کب۔ کھڑے ہیں رومؔ اور گلاڑ کے ہے

(۷) کہا جو اُسنے "اڑادو ٹکڑے جگر کے ٹکڑوں کے پیارے ارجن!"
یہ شمن کے ناداں کے خشک ہیں لب۔ کھڑے ہیں رومؔ اور گلاڑ کے ہے

(۸) لہُو کا دریا جو چیرتے ہیں۔ ہیں تخت پاتے وہی حقیقی
تعلقوں کو جلا بھی دو سب کھڑے ہیں رومؔ اور گلاڑ کے ہے۔

(۹) ہے رات کالی۔ گھٹا بھیانک۔ غضب دِرندے ہیں وائے جنگل
اکیلا روتا ہے طفل یارب۔ کھڑے ہیں رومؔ اور گلاڑ کے ہے

(۱۰) گُلوں کے بستر پہ خواب ایسا کہ دِل میں دِیدوں میں خار بھر دے
ہے سینہ کیوں ہاتھ سے گیا دب۔ کھڑے ہیں رومؔ اور گلاڑ کے ہے

(۱۱) "نہ باقی چھوڑینگے عِلم کوئی" تھے اِس ارادے سے جمکے بیٹھے
ہے پچھلا لکھا پڑھا بھی غائب۔ کھڑے ہیں رومؔ اور گلاڑ کے ہے

(۱۲) ہے بیٹھا پٹھوں میں، کچا پارہ - رہی نہ ہلنے کی تاب و طاقت
نہ اثر کرتا ہے، نیشِ عقرب[1] کھڑے ہیں روم اور گلا رکے ہے

(۱۳) پیئے نگاہوں کے جام رچ کر نہ سر کی سُدھ بُدھ رہی نہ تن کی
نہ دن ہی سوجھے ہے اب تو نے شب کھڑے ہیں روم اور گلا رکے ہے

(۱۴) حواسِ خمسہ کے بند تھے در، کدھر سے قابض ہُوا ہے آکر
بلا کا نشہ ستم تعجب، کھڑے ہیں روم اور گلا رکے ہے

(۱۵) یہ کیسی آندھی ہے جوشِ مستی کی، کیسا طوفان سرور کا ہے
رہی زمیں مہ نہ مہر و کوکب، کھڑے ہیں روم اور گلا رکے ہے

(۱۶) پھنسیں من کے مندر میں رقص کرتیں طرح طرح کی سبھی خواہشیں مل
چراغِ خانہ سے جل گیا سب، کھڑے ہیں روم اور گلا رکے ہے

(۱۷) ہے چور چوپٹ یہ کھیل دُنیا، لپیٹ گنگا میں اسکو پھینکا
مرا ہے فیلہ، اُڑا ہے اشہب[2]، کھڑے ہیں روم اور گلا رکے ہے

(۱۸) پڑا ہے چھاپا پہ دھر کے چھاپا، کہاں کی دُوئی کہاں کی وحدت
ہے کسکو طاقت بیان کی اب، کھڑے ہیں روم اور گلا رکے ہے

(۱۹) یہ جسمِ فرضی کی موت کا اب مزا سمیٹے نہیں سمٹتا
اُٹھانا دوبھر ہے وہمِ قالب، کھڑے ہیں روم اور گلا رکے ہے

(۲۰) کلیجے ٹھنڈک ہے، جی میں فرحت بھرا ہے شادی سے سینہ رام

(۱) بچھو کا ڈنگ (۲) گھوڑا

ہیں بین امرت سے پُر لبالب۔کھڑے ہیں روم اور گلا ڑکے ہے۔

نوٹ ۔ مذکورہ بالا ہر دو غزلیں سوامی جی سے اُن دنوں لکھی گئی تھیں جب وُہ ٹیہڑی قصبہ سے تقریبًا پانچ میل کے فاصلہ پر ایک گودی سرائے کی گپھا (کندرا) میں جاکر بالکل ایکانت رہے تھے۔اور بالکل مست و مدہوش کئی گھنٹے بر لب گنگ بلا کچھ کھائے پڑے رہے تھے اور جب ذرا ہوش آئی تو غزلیات کا بہاؤ شروع ہوگیا۔

(۳۳۵) غزل بھیروی۔تال پشتو

کیسے رنگ لاگے خُوب بھاگ جاگے

ہر[1] گئی سب بھُوکھ اور ننگ میری

چُوڑے ساپنچ سُروپ کے چڑھے ہم کو

ٹُوٹ پڑی جب کانچ کی وَنگ میری

تاروں سنگ آکاش میں چمکتی ہے

بِن ڈور اب اُڑی پتنگ میری

جھڑی نُور کی برسنے لگی زوروں

چند[2] سُور ہیں ایک ترنگ میری

(۱) چھینی گئی۔اُڑ گئی (۲) سُورج۔چاند

(۳۳۶) غزل قوالی

بٹھاکر آپ پہلو میں ہمیں آنکھیں دکھاتا ہے
سُنا بیٹھیں گے ہم سچی فقیروں کو سناتا ہے
ارے دُنیا کے باشندو! ڈرو مت ہم کو چھوڑو
یہ سِتیریں رُو تو مصری ہے بھویں ناحق چڑھاتا ہے
یہ سلوٹ ڈالنا چہرے پہ گنگاجی سے سیکھا ہے
ہے اندر سے مہا شیتل یہ اوپر سے ڈراتا ہے
بناوٹ کی جبیں پُرچیں ہے اُلفت سے لبالب دِل
بناوٹ چالبازی سے یہ کیوں بھرّے میں لاتا ہے
اگر ہے ذرّہ ذرّہ میں بلکہ لاکھویں جُزو میں
تو جُزو کُل بھی سب وُہ ہے دِگر جھٹ اُڑ ہی جاتا ہے
نگاہِ غور رکھ قائم ذرا برُقع کو ہٹا کے جا
یہ بُرقع صاف اُڑتا ہے وہ پیارا نظر آتا ہے
تلاطم نیر بحر حُسن و خُوبی ہے اہا ہا ہا
حواس و ہوش کی کشتی کو دم بھر میں بہاتا ہے
حسینوں! حُسن و خُوبی سے مری زُلفِ سیاہ کا ظلّ
عبث سایہ پرستوں کا پڑا دِل تلملاتا ہے

اے شہرت! ارے رُسوائی!! ارے تُہمت ارے عظمت!
مرو لڑ لڑ کے تُم - اب رام تو پلّہ چھوڑ آتا ہے

(۳۳۷) غزل کیروا

واہ وا کا مان رے نوکر میرا
گھنگھڑ سیانا رے نوکر میرا (ٹیک)

خدمت کردیاں کدے نہ ڈردا
روزِ اول نوں سیوا کردا

نوں نوں دے وچ رہندا بردا
ہر شئے سمانا رے نوکر میرا واہ وا...

جا رمولا مولا پن چھڈ وا
نوکر نخرے ٹخرے پھڑ دا

پھر بھی ٹہل اوہ پوری کردا
ہر ناچ نچانا رے نوکر میرا واہ وا...

بادشاہی چھڈ اردل ملّی
پر ایہ شاہ کولوں کر چلّی

نوکر نوں اٹھ چوری جھلّی
ہائے بھیا رانا رے - نوکر میرا واہ وا

بے سمجھی دا جھگڑا پایا
نوکر توں اعتبار اٹھایا

وچ دلیلاں وقت گنوایا
وِیتّے غضب نشانا رے نوکر میرا واہ وا...

لایا اپنے گھر وچ ڈیرا
رام اکیلا سورج جیہڑا

نور جلال ہے نوکر میرا
دِگر نہ جانا رے نوکر میرا واہ وا...

(۳۳۸) راگ شنکر ابھرن - تال دھمالی

ہیں اِک پاگل پن درکار (ٹیک)

عقل نقل نہیں چاہیئے ہمکو پاگل پن درکار - ہمیں اک پاگل پن درکار
چھوڑ پواڑے جھگڑے سارے غوطہ وحدت اندر مار - ہمیں اک پاگل......
لاکھ اپاؤ کرلے پیارے - کدی نہ ملسی یار - ہمیں اک......
بیخود ہو جلد دیکھ تماشا - آپے خود دلدار - ہمیں اک......

(۳۳۹) لاؤنی - تال وقالی -

(۱) کوئی حال مست کوئی مال مست کوئی طوطی مینا سوئے ہیں
کوئی کھان مست پہران مست کوئی راگ راگنی ڈوہے ہیں
کوئی عمل مست کوئی رمل مست کوئی شطرنج چوپٹ جوئے ہیں
اک خود مستی بن اور مست سب پڑے اودیا کوئے ہیں
(۲) کوئی عقل مست کوئی شکل مست کوئی چنچلتائی ہانسی ہیں
کوئی وید مست کتیب مست کوئی مکے میں کوئی کاشی میں
کوئی گرام مست کوئی دھام مست کوئی سیوک میں کوئی داسی ہیں
اک خود مستی بن اور مست سب بندھے اودیا پھانسی میں
(۳) کوئی پاٹھ مست کوئی ٹھاٹھ مست کوئی بھیروں میں کوئی کالی ہیں
کوئی گرنتھ مست کوئی پنتھ مست کوئی شویت پیت رنگ لالی ہیں

(۱) مصرع یعنی قافیہ بندی سے مراد ہے (۲) سفید - زرد -

کوئی کام مست کوئی خام مست کوئی پُورن ہیں کوئی خالی ہیں
اک خودمستی بن اور مست سب بندھے اودیا جالی ہیں
(۴) کوئی ہاٹ مست کوئی گھاٹ مست کوئی بَن پربت اُجاڑا ہیں
کوئی ذات مست کوئی پات مست کوئی تات بھرات[۱] سُت دارا ہیں
کوئی کرم مست کوئی دھرم مست کوئی مسجد ٹھاکر دوارہ ہیں
اک خودمستی بن اور مست سب بہے اودیا دھارا ہیں
(۵) کوئی ساک[۲] مست کوئی خاک مست کوئی خاصے ہیں کوئی ململ ہیں
کوئی یوگ مست کوئی بھوگ مست کوئی اِستھتی ہیں کوئی چلچل ہیں
کوئی رِدّھی مست کوئی سِدّھی مست کوئی لین دین کی کل کل ہیں
اِک خودمستی بن اور مست سب پھنسے اودیا دلدل ہیں
(۶) کوئی اُردھ[۳] مست کوئی ادھ[۴] مست کوئی باہر ہیں کوئی اندر ہیں
کوئی دیش مست بدیش مست کوئی اوشد ہیں کوئی منتر ہیں
کوئی آپ مست کوئی تاپ مست کوئی ناٹک چیٹک تنتر ہیں
اک خودمستی بن اور مست سب پھنسے اودیا جنتر ہیں
کوئی شُشٹ مست کوئی تُشٹ مست کوئی دِیرگ ہیں کوئی چھوٹے ہیں
کوئی گُپھا مست کوئی سُفا مست کوئی ٹوٹنے ہیں کوئی لوٹے ہیں

(۱) باپ بیٹا بیوی وغیرہ (۲) رشتہ داری (۳) اُوپر (۴) نیچے۔

کوئی گیان مست کوئی دھیان مست کوئی اصلی ہیں کوئی کھوٹے ہیں
اک خودمستی بن اور مست سب رہے ادّو یا ٹوٹے ہیں

(۳۴۰) راگ جھنجوٹی۔تال تین

"آ" دے مقام اُتّے آ میرے پیاریا! (ٹیک)

پاءگل اصلی پاگل ہو جا۔ مست الست صفا میرے پیاریا! (ٹیک)
ظاہر صورت دولا مولا ۔ باطن خاص خدا میرے پیاریا! آدے
پُستک پوتھی ٹُٹ گنگا وچ۔ دم دم الکھ جگا میرے پیاریا! آدے
سیلی ٹوپی لاوے سر توں۔ رُنڈ مُنڈ ہو جا میرے پیاریا! آدے
عزت پھوکی پھوک دنیا دی۔ اک دھتورا کھا میرے پیاریا! آدے
جھگڑے جھیڑے فیصل رندا۔ لیکھا پاک چُکا میرے پیاریا! آدے
لڑکا بغل ڈھنڈورا کیہا ۔ ڈھونڈن کتّے نہ جا میرے پیاریا! آدے
تیری بُکل وچ پیارا بیٹھے۔ کھول تنی گل لا میرے پیاریا! آدے
آپے بھُل بھُلاویں آپے۔ آپے بنے خدا میرے پیاریا! آدے
پردے پھاڑ دوئی دے سارے۔ اکّو اک دکھا میرے پیاریا! آدے

(۱) رمز۔ بھید یا بات۔ (۲) پھینک (۳) گانتی۔ مالہ۔ یا کپڑا جو سر میں باندھا جاتا ہے۔ یا گلے میں لٹکائی جاتی ہے۔ (۴) اُتار دے (۵) بغل میں (۶) گلے میں ۔

(۱۴۳) راگ بھیروی۔ تال دادرا

گر ہم نے دل صنم کو دیا پھر کسی کو کیا
افلاس چھوڑ کُفر لیا پھر کسی کو کیا
ہم نے تو اپنا آپ گریباں کیا ہے چاک
آپ ہی سیا سیا نہ سیا پھر کسی کو کیا
یہ تو زندگانی میاں مثل حباب ہے
گو خِضر لاکھ برس جیا پھر کسی کو کیا
دُنیا میں ہمنے آکے بھلا یا بُرا کیا
جو کچھ کیا سو ہم نے کیا پھر کسی کو کیا

(۳۴۲) راگ مانڈ۔ تال دھمالی

بھلا ہُوا ہر بِسرو سر سے ٹلی بلا
جگ سے چھوں نہ کر چھوں آر سے چھوں نہ رام
رام مرے تو ہم مرے نہیں مرے بلا
حد ٹپے سو اولیا۔ بیحد ٹپے سو پیر
حد بیحد کر دے سب گئے بیحد گیانہ کو
من ایسو نرمل بھیو۔ جیسے گنگا نیر

جیسے تھے ویسے بھئے اب کچھ کہا نہ جاء
رام سدا ہمکو بھجے ہم پاویں بسرام
ست پُرشوں کا بالکا مرے نہ مارا جاء
حد بیحد دونوں ٹپے۔ تا کا نام فقیر
حد بیحد میدان ہیں رہیو کبیر آسوئے
پیچھے پیچھے ہر پھرے کہت کبیر کبیر

(۱) اِنند (۲) دل (۳) شُدھ۔ پاک۔ شفاف ؛

(۳۴۳) راگ ضلع۔ تال دادرا

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

اک کھیل ہے اورنگ سلیماں مرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز[1] مسیحا مرے آگے

جز نام نہیں صورتِ عالم مرے نزدیک
جز وہم نہیں ہستئ اشیا مرے آگے

ہوتا ہے نہاں خاک میں صحرا مرے ہوتے
گھستا ہے جبیں[2] خاک پہ دریا مرے آگے

(۱) معجزے۔ کرامات (۲) ماتھا۔ پیشانی ✣

(۳۴۴) راگ ضلع تال دادرا

پھینکے فلک کو تارے سب بخش دوں گا میں
بھر بھر کے مٹھی ہیرے اب بخش دوں گا میں
سورج کو گرمی۔ چاند کو ٹھنڈک۔ گھر کو آب
یوں موج اپنی آئی سب بخش دوں گا میں
ہے جی میں اپنے آنا۔ اک لوٹ ہی مچاؤں
مانگے بغیر یارو! سب بخش دوں گا میں
گالی گلوچ جھڑکی طعنے کروں معاف
بولی ٹھٹھولی دھمکی سب بخش دوں گا میں
تعریف سے پرے ہوں۔ عیبوں سے ہیں بری ہوں۔

حمد و ثنا دُعا بھی سب بخش دُوں گا میں

واحد ہُوں ذاتِ مُطلق - یاں امتیاز کیسی
اَوصاف کو لُٹا دوں - سب بخش دُوں گا میں

صحرائے بیکراں ہُوں - دریا ہُوں بے کنار
بُو غیر کی نہ چھوڑوں سب بخش دُونگا میں

دِل نذر میری کردو - ہُوں شاہِ بے نیاز
کون و مکاں زماں زر سب بخش دُونگا میں

جھگڑے فضُول قضیئے اچھّے بُرے خیال
جُوں اوس جھٹ اُڑا دُوں - سب بخش دُونگا میں

موجود کچھ نہیں ہے میرے سوا یہاں
وہم دُوئی - گمانِ شک - سب بخش دُونگا میں

عقل و قیاس - جسم و جان - مال و دوستاں -
کر رام پر نثار یہ سب بخش دُوں گا میں

(۳۴۵) سوّیا راگ دھناسری

سب شاہوں کا شاہ ہیں میرا شاہ نہ کوئی	سب دیوں کا دیو ہیں میرا دیو نہ ہوئی
چاکر سب پر ہے مرا کیا سُلطان امیر	پتہ مجھ بِن نہ ہلے آندھی میری اسیر

(۳۴۶) لاؤنی سویّا

شُدھ سچدانند برہم ہُوں اَجر اَمر اَج انباشی
جاسُ گیان سے موکھش ہو جاوے کٹجاوے یم کی پھانسی
اناوی برہم اَدویت دویت کا جاہیں نام و نشان نہیں
اکھنڈ سدا سکھ جا کا کوئی آد۔ مدھ اوسان نہیں
نرگُن نروِ کلپ نر اُپمان جا کی کوئی شان نہیں
نروکار نرو یو مایا کا جاہیں رنچک بھان نہیں
یہی برہم ہُوں منن نرنتر کریں موکھش رہت سنیّاسی
شُدّھ سچدانند برہم ہُوں۔ اَجر اَمر آج انباشی
سرب دیشی ہُوں برہم ہمارا ایک جگہ استھان نہیں
رما ہُوں سب ہیں مجھ سے کوئی بھن وستو انسان نہیں
دیکھ وچارو سوائے برہم کے ہُوا کبھی کچھ آن نہیں
کبھی نہ چھوٹے پھر دُکھ سے جیسے برہم کا گیان نہیں
برہم گیان ہو جسے اُسے نہیں پڑے بھوگنی چوراسی
شُدھ سچدانند برہم ہُوں اَجر اَمر اَج انباشی

(۱) نہ گھٹنے یا مُرجھانے والا (۲) نہ مرنے والا (۳) نہ پیدا ہونے والا (۴) جس (۵) جہاں (۶) آخر۔ ختم (۷) مقیم (۸) جدا۔ الگ (۹) چوراسی لاکھ یُونی

ادرِشٹ[10] اگوچر[11] سدا ورِشٹ ہیں۔ جا کا کوئی آکار نہیں
نیتی[12] نیتی کہہ نگم رکھیشو پاتے جس کا پار نہیں
آنکھ برہم بیو جان جگت نہیں کار نہیں کوئی یار نہیں
آنکھ کھول دِل کی ٹک پیارے۔ کون طرف گلزار نہیں
ستیہ رُوپ آنند راشی ہُوں کہیں جیسے گھٹ گھٹ باسی
شُدّھ سچدانند برہم ہُوں۔ اجر۔ امر۔ آج انباشی

(۱۰) ناممکن الدید (۱۱) گذر حواس کے ناممکن یا ناقابل فہم و رسائی حواس (۱۲) یہ نہیں یہ نہیں یا نفی و اثبات کا طریقہ ٭

(۳۴۷) راگنی جے جے ونتی۔ راگ امن کلیان تال چلنت

تمام دُنیا ہے کھیل میرا میں کھیل سب کو کھلا رہا ہُوں
کسی کو بیخود بنا رہا ہُوں کسی کو غم میں رُلا رہا ہُوں
عبث ہے صدمہ بھلے بُرے کا۔ کون تم اور کہاں سے آئے
خوشی ہے میری یہی کھیل اپنا بنا بنا کے مِٹا رہا ہُوں
پھرو ہو رُوئے زمیں پہ یارو! تلاش میری میں مارے مارے
عمل کرو تم دِلوں میں دیکھو میں نحن اقرب سُنا رہا ہُوں

کبھی میں دن کو نکالوں سورج۔ کبھی میں شب کو دکھاؤں تارے
یہ زور میرا ہے دونوں پاؤں کو مثل بھر کی پھرا رہا ہوں
کسی کی گردن میں طوقِ لعنت کسی کے سر پر ہے تاجِ رحمت
کسی کو اوپر بُلا رہا ہوں۔ کسی کو نیچے گرا رہا ہوں

(۳۴۸) راگ بھیروی۔ تال چلنت

کہوں کیا رنگ اُس گُل کا آہاہا ہا۔ آہاہا ہا
ہُوا رنگیں چمن سارا۔ آہاہا ہا۔ آہاہا ہا
نمک چھڑکے ہے وہ کس کس مزے سے دِل کے زخموں پر
مزے لیتا ہوں میں کیا کیا اہاہا ہا۔ اہاہا ہا
خدا جانے حلاوت کیا تھی آبِ تیغِ قاتل میں
لبِ ہر زخم ہے گویا۔ اہاہا ہا۔ اہاہا ہا
شرار و برق میں کیا فرق میں سمجھوں کہ دونوں میں
ہے اِک شعلہ بھبوکا سا۔ اہاہا ہا۔ اہاہا ہا
مری صورت پرستی۔ حق پرستی ہے۔ کہوں میں کیا؟
کہ اِک صورت میں ہے کیا کیا اہاہا ہا۔ اہاہا ہا
ظفر عالم کہوں؟ کہوں میں کیا طبیعت کی روانی کا

کہ ہے اُمڈا ہُوا دریا۔ اہا ہا ہا۔ اہا ہا ہا

(۳۴۹) مخمس۔ تال قوالی

(۱) تھا ایک دن وہ دھوم کا نکلے تھا جب اسوار ہو
ہر دم پکارے تھا نقیب[1] آگے بڑھو پیچھے ہٹو
یا ایک دن دیکھا اُسے تنہا پڑا پھرتا ہے وہ
پس کیا خوشی کیا ناخوشی یکساں ہے سب ای دوستو
گر یُوں ہُوا تو کیا ہُوا اور وہ ہُوا تو کیا ہُوا

(۲) یا نعمتیں کھاتا رہا دولت کے دستر خوان پر
میوے مٹھائی یا مزے۔ حلوا و تُرشی اور شکر
یا باندھ جھولی بھیک کی ٹکڑے کے اُوپر دھر نظر
ہو کر گدا پھرنے لگا کوچہ بکوچہ در بدر
گر یُوں ہُوا تو کیا ہُوا۔ اور وُوں ہُوا تو کیا ہُوا

(۳) یا عشرتوں کے ٹھاٹھ تھے یا عیش کے اسباب تھے
ساقی صراحی۔ گلبدن۔ جامِ شرابِ ناب تھے
یا بیکسی کے درد سے بیحال تھے بیتاب تھے
کچھ رہ نہیں جاتا میاں۔ آخر کو نقشِ آب تھے

(۱) چھڑی بردار ×

گر یُوں ہُوا تو کیا ہُوا اور وُوں ہُوا تو کیا ہُوا

(۴) گر عشرتیں آکر ملیں تو وُہ بھی کر جانا میاں
جو درد دُکھ آکر پڑے تو وُہ بھی بھر جانا میاں
خواہ دُکھ میں خواہ سُکھ میں غرض یاں سے گزر جانا میاں
ہے چار دن کی زندگی۔ آخر کو مر جانا میاں
گر یُوں ہُوا تو کیا ہُوا۔ اور وُوں ہُوا تو کیا ہُوا

(۵) کہتے تھے کتنے ہم تو ہیں ذات ہیں کلاں جی
ہم شیخ ہم مُغل ہیں ہم ہیں پٹھان خاں جی
جس دن قضا پکاری اُٹھ چلیئے اب میاں جی
پھر کس کے میر خان جی۔ کس کے وزیر خاں جی
ذات و حسب نسب کا جوہر ہُوا تو پھر کیا
گر یُوں ہُوا تو پھر کیا اور وُوں ہُوا تو پھر کیا



(۳۵۰) غزل قوالی تال دادرا

پالیا جو تھا کہ پانا کام کیا باقی رہا	جاننا تھا سو جانا کام کیا باقی رہا
آگیا آنا جہاں پہنچا وہاں جانا جہاں	اب نہیں آنا نہ جانا کام کیا باقی رہا
بن گیا بننا بنانے بن بنا جو بن بنا	اب نہیں باقی و بانا کام کیا باقی رہا

جانتے آئے ہیں جسے جان جھگڑا طے ہُوا　　اُٹھ گیا بکنا بکانا کام کیا باقی رہا

لاکھ چوراسی کے چکر سے تھکا کھوئی کمر　　اب رہا آرام پانا - کام کیا باقی رہا

سُنوپن کی مانند یہ سب آن ہُوا ہی ہو رہا　　پھر کہاں کرنا کرانا - کام کیا باقی رہا

ڈال دو ہتھیار رہبری رائے پختہ اب ہُوئی　　لگ گیا پُورا نشانا - کام کیا باقی رہا

ہونے دو جو ہو رہا ہے کچھ کسی سے مت کہو　　سنت ہو کِسکو ستانا - کام کیا باقی رہا

موہ کا انبار اگنی گیان میں بھسمی ہُوا　　اب نہیں دِلکو لگانا کام کیا باقی رہا

آتما کے گیان سے ہُوا کرتارتھ جنم ہے　　اب نہیں کچھ اور پانا کام کیا باقی رہا

دیہ کے پرار بدھ سے ملنا ہے سبکو تجربہ　　پھر جگت کو کیُوں رجھانا - کام کیا باقی رہا

گھور نِدرا سے جگایا ست گورو نے واہ واہ　　اب نہیں جگنا جگانا کام کیا باقی رہا

مان کر من میں میاں مولا کا میلا ہی ہے یہ　　پھر بنُوں اب کیا مولانا کام کیا باقی رہا

جان کر توحید کا منشا شُبہہ سب مٹ گیا　　یُوں ہی گانوں کا بجانا کام کیا باقی رہا

ایک ہیں کثرت و کثرت میں بھی ایک ہی ایک ہے　　اب نہیں ڈرنا ڈرانا کام کیا باقی رہا

عقل سے بھی دُور ہے کہنے و سُننے سے پرے　　ہو چکا کہنا کہانا - کام کیا باقی رہا

رمز ہے توحید یاں حُکما کی حکمت تنگ ہے　　ہو گیا دل بھی دیوانا کام کیا باقی رہا

رہ گئے عُلماء و فضلاء علم کی تحقیق میں　　بھرم ہے پڑھنا پڑھانا کام کیا باقی رہا

دویت اور ادویت کے جھگڑے میں لڑنا ہے فضول　　اب نہ دانتوں کو گھسانا کام کیا باقی رہا

جان کر دنیا کو پورے طور سے خواب و خیال　　اب نہیں تپنا تپانا کام کیا باقی رہا

کچھ نہیں مطلب کسی سے سو رہا ٹانگیں پسا کے	اب کہیں کاہے کو جانا کام کیا باقی رہا
ہو گئی دے دے کے ڈھکا ساری تشنگا بھی فنا ہ	اب بِلا نربھے[1] ٹھکانا کام کیا باقی رہا

۱؎ شاعر کا نام ۔

(۳۵۱) غزل تال دادرا

نی میں پایا محرم یار۔ جس دے حُسن دی عجب بہار۔ (ٹیک)

جسدا جوگی دھیان لگاون
پیر پیغمبر نِشدن[1] دھیاون
ہناٹت عالم انت نہ پاون
نِسدا اکمل اظہار۔ نی میں

"میں"۔ "تُوں" دا جد[2] بھید مٹایا
کُفر اسلام دا نام بُھلایا
عین غین دا فرق گنوایا
کُھلیا سب اسرار۔ نی میں

وحدت کثرت وچ سمائی
کثرت وحدت ہو کے بھائی
جُز وچ کُل دی سوجھی پائی
بسر گیا سنسار۔ نی میں

کہن سُنن سے نیارا جوئی
لا مکاں کہے سب کوئی
"ہے" "ناہیں" دا جھگڑا ہوئی
بس دا گرم بازار۔ نی میں

ساقی نے بھر جام پلایا
بے خود ہو کے جشن منایا
غیریت دا نام گنوایا
ہوئی جے جے کار۔ نی میں

(۱) رات دن (۲) جب۔ ہر روز ۔

گیانی کی ہوری (ہولی)

(۳۵۲) راگ کالنگڑہ-تال دیپ چندی)

رے کرشن! کیسے ہوری ہیں نے مچائی اچرج لکیسو بجائی (ٹیک)
اُست سَت کر دکھلائی-رے کرشن! کیسے ہوری تیں نے مچائی

ایک سمے ہری کرشن کے من میں ہوری کھیلن کی آئی
ایک سے ہوری مچے نہیں کبھوں-یا تے کروں بہتائی
یہی پربھو نے ٹھہرائی-رے کرشن کیسے..........

پانچ بھوت کی دھاتو ملاکر-انڈ پچکاری بنائی
چودہ بھوَن رنگ بھیتر بھرکر-نانا روپ دھرائی
پرکٹ بھئے کرشن کنھیائی-رے کرشن!......

پانچ وشئے کی گلال بناکر-بیچ برھانڈ اُڑائی
جس جس نین گلال پڑی-اُس کی شدھ بدھ بسرائی
نہیں سوجھت اپنائی-رے کرشن!.........

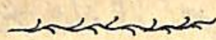
ودیا امت انجن کی سلا کھا-جس نے نین میں پائی
تِس کا ہی ٹھیک سب تم ناشیو-سوجھ پڑی اپنائی
ہوری کچھ بنی نہ بنائی-رے کرشن!.......

(۱) اندھکار

(۳۵۳)

مرضی چیتن کی جب جھک مارن کی ہووے
مِرگ ترشنا[1] کے نیر[2] میں بہے چلیو بِن توئے[3]
بہے چلیو بِن توے- سہارا کہیں نہ پاوے
اِت اُت[4] غوطے کھائے- بہوڑی[5] پاچھے پھر آوے
کہیں گردھر توی رلے- کرُوں میں کا پر[6] عرضی
جھک مارن کو چیتن کی جب ہووے مرضی

(۱) شراب (۲) جل (۳) بغیر جل کے (۴) اِدھر اُدھر- (۵) پھر لوٹ کر پیچھے آوے (۶) کس پر



(۳۵۴) کافی

ہُن مینُوں کون پچھانے	میں کچھ ہو گیائی ہور (ٹیک)
ہادی مینُوں سبق پڑھایا	اوتھے غیر نہ آیا جایا
مُطلق ذات جمال دکھایا	وحدت پایائی شور- ہُن مینُوں..
اوّل ہو گے لامکانی	ظاہر باطن اُس دا جانی
رہیا نہ میرا نام نشانی	مِٹ گیا جھگڑا[1] شور- ہُن مینُوں:
پیارا آپ جمال دکھالے	مست قلندر ہوں متوالے
ہنساں دے ہُن دیکھ کے چالے	بُلہا بُھل گیا کاگاں[2] دی ٹور- ہُن مینُوں

(۱) دُوسرا- اور (۲) کوّوں کی

(۳۵۵)

(۱) اِس قدر محوِ تجلّی ہوگیا — عکس ہٹ کر نُور پیدا ہوگیا

(۲) بندگی، ہے بندہ بننے کے لئے — جب ہُوا آزاد مَولا ہوگیا

(۳) غیرِ حق دِل میں جہاں آیا خیال — بُت خُدا کے گھر میں پیدا ہوگیا

(۴) ساتھ ہے صُورت کے صُورت آفریں — نقش پر نقّاش شَیدا ہوگیا

(۵) شکلِ احمد میں اُحد[1] تھا جلوہ گر — دیکھنے والوں کو دھوکا ہوگیا

(۶) دار[2] پر چڑھ کر کہا منصور نے — آج اپنا بول بالا ہوگیا

(۷) سُن کے عاشقی[3] تیری خوش الحانیاں[4] — بُلبُلِ شیراز گویا[5] ہوگیا

(۱) اکیلا۔ وحدانیت۔ احدیت، (۲) سولی (۳) نوی کا نام یا تخلص (۴) میٹھی آواز (۵) بولنے والا

(۳۵۶)

(۱) مجھی سے ہُوئی ابتدائے دو عالم — مجھی میں قیام اِن کا رہتا ہے محکم[1]

مجھی میں فنا ہونگے ایک روز ایکدم — شِوو ہم شِوو ہم شِوو ہم شِوو ہم

(۲) میں دریا ہُوں اور مجھ میں بیجا ہیں قطرے — میں سُورج ہُوں اور مجھ سے روشن ہیں ذرّے[2]

اہا ہا عجب دیکھتا ہُوں تماشے — شِوو ہم۔ شِوو ہم۔ شِوو ہم۔ شِوو ہم

(۳) چمک ہے میری مہر و ماہ کی ضیا[3] میں — دمک لال و گوہر کی آب و صفا میں،

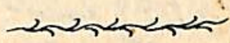
خلا میں مرا نُور ہے اور ملا[4] میں — شِوو ہم۔ شِوو ہم۔ شِوو ہم شِوو ہم

(۱) مضبوط (۲) روشنی (۳) آکاش۔تنہائی (۴) مجلس۔گروہ

(۴) بہشتِ[1] بریں میرا جلوہ جمالی[2]	جہنم کے طبقے ہیں شکل جلالی[3]
میری شان وہم و گماں سے ہے عالی	شوو ہم شوو ہم۔ شوو ہم شوو ہم
(۵) فلک[4] پر ملک[5] اور زمیں پر بشر[6] ہوں	یہاں ہوں وہاں ہوں ادھر ہوں ادھر ہوں
جدھر دیکھئے بھرپور جلوہ گر ہوں	شوو ہم شوو ہم شوو ہم شوو ہم

(۱) سب سے اونچا بہشت یعنی برہم لوک (۲) میری مہا کا چمتکار (۳) رُعب و دبدبہ کا رُوپ

(۴) آسمان پر (۵) فرشتہ (۶) انسان۔



(۳۵۷) غزل راگ جنگلا تال دھمالی

(۱) بیہوش ہیں تو ہم ہیں۔ ہُشیار ہیں تو ہم ہیں ٹیک

مے[1] نوش ہیں تو ہم ہیں۔ دیندار ہیں تو ہم ہیں

(۲) اپنے سوا نہیں ہے ہستی کسی کی ہرگز

بے جان ہیں تو ہم ہیں۔ جاندار ہیں تو ہم ہیں

(۳) گلشن میں ہم ہیں نُزہت[2]۔ صحرا میں ہم ہیں وحشت

گر پھول ہیں تو ہم ہیں اشجار ہیں تو ہم ہیں

(۴) الفاظ اور معانی دِل سے ہمارے نکلے

گر نثر ہیں تو ہم ہیں اشعار ہیں تو ہم ہیں

(۱) شرابی (۲) سگندھ۔ تازگی ۔

(۵) عیاری[1] اور یاری دونوں کی تہ میں ہم ہیں
گر یار ہیں تو ہم ہیں- اغیار[2] ہیں تو ہم ہیں

(۶) جھگڑا ابھی نہ کرو تم اے شیخ رند اپنا
بے دین ہیں تو ہم ہیں- دیندار ہیں تو ہم ہیں

(۷) علم اور جہل پہلو دو اپنی ذات کے ہیں
نادان ہیں تو ہم ہیں- ہشیار ہیں تو ہم ہیں

(۸) ہم سے ہے سب امیری- ہم سے ہے سب فقیری
زردار ہیں تو ہم ہیں- نادار ہیں تو ہم ہیں

(۹) ہم ہی نہاں رہے ہیں- ہم ہی عیاں رہے ہیں
گر کشف[3] ہیں تو ہم ہیں- اسرار[4] ہیں تو ہم ہیں

(۱۰) ہیں شیخ صومعے[5] میں اور رند میکدے میں
ہوشیار ہیں تو ہم ہیں- سرشار ہیں تو ہم ہیں

(۱۱) اپنی ہے ساری برکت- اپنی ہے ساری حرکت
رفتار ہیں تو ہم ہیں- گفتار ہیں تو ہم ہیں

(۱۲) وحدت میں ہم نہاں ہیں- کثرت میں ہم عیاں ہیں
مستور[6] ہیں تو ہم ہیں- دو چار ہیں تو ہم ہیں

(۱) چالاکی- بدمعاشی (۲) غیر- دشمن (۳) ظاہر- کھلا معاملہ (۴) بھید- رمز (۵) عیسائیوں کی خانقاہ (۶) چھپے ہوئے-

(۱۳) مُنکر[1] ہیں جو وہ اپنے اور جو مُکّر[2] وہ اپنے
افرار ہیں تو ہم ہیں۔ انکار ہیں تو ہم ہیں

(۱۴) خود کہتے ہیں انا الحق۔ خود پاتے ہیں سزائیں
منصور ہیں تو ہم ہیں۔ اور دار[3] ہیں تو ہم ہیں

(۱۵) اپنے ہی دم سے ساری گلزار کی فضا[4] ہے
گر برگ[5] ہیں تو ہم ہیں۔ گر بار[6] ہیں تو ہم ہیں

(۱۶) جنت جمال اپنا۔ دوزخ جلال اپنا
گر نُور ہیں تو ہم ہیں۔ گر نار[7] ہیں تو ہم ہیں

(۱۷) ہر شکل ہے ہماری۔ ہر نام ہے ہمارا
اے رام تم سے ہرجا[8]۔ دو چار ہیں تو ہم ہیں

(۱) انکار کرنے والے یعنی ناستک (۲) قبول کرنے والے یعنی آستک (۳) سُولی (۴) رونق۔
(۵) پتے پھول (۶) پھل کا بوجھ (۷) اگنی (۸) ہر جگہ +



(۳۵۸)

(۱) اپنے دھیان میں جسکے دھیانی ہیں مجنُوں
ہُوئے گیان پر جسکے گیانی ہیں مفتون
پڑھا ہے جسکا جگی پتی نے ہے افسوں۔

وُہی آتما سچدانند مَیں ہوں

(۲) کرم جس کے ملنے کو کرتا ہے کرمی
دھرم جس کے پانے کو دھرتا ہے دھرمی
مرم جانتا ہے فقط جس کا مرمی
وُہی آتما سچدانند مَیں ہوں

(۳) جسے یگ اور دان سے ڈھونڈتے ہیں
جسے تپ اور گیان سے ڈھونڈتے ہیں
جسے دھارنا دھیان سے ڈھونڈتے ہیں
وُہی آتما سچدانند مَیں ہوں

(۴) نہ آغاز جس کا نہ انجام جس کا
جہاں دیکھئے جلوہ ہے عام جس کا
ہر اِک شکل جس کی - ہر اِک نام جس کا
وُہی آتما سچدانند مَیں ہوں

(۵) جسے سُن کے انسان کہتا نہیں ہے
جسے دیکھ کر ہوش رہتا نہیں ہے
جسے پا کے دُکھ کوئی سہتا نہیں ہے
وُہی آتما سچدانند مَیں ہوں

(۶) زمان و مکاں میں ہُوا جو نمایاں
علل[1] میں ہُوا بن کے علت جو پنہاں[2]

(۷) غرض جس سے ممکن ہے نیرنگِ امکاں
وُہی آتما سچدانند میں ہُوں

(۷) کسی شئے کی ہستی نہیں جس سے باہر
ہر اِک نُور جس نُور سے ہے منوّر
جو بے مثل آنند کا ہے سمُندر
وُہی آتما سچدانند مَیں ہوں

(۸) جسے جوہر موجود مانا ہے سب نے
جسے اپنا مقصود مانا ہے سب نے
جسے غیر محدُود مانا ہے سب نے
وُہی آتما سچدانند میں ہُوں

(۱) کارنوں میں (۲) جو کارن چھپا ہُوا ہے ۔

(۳۵۹) غزل

(۱) ہر بار نئی شکل سے عالم میں عیاں ہُوں
ہُوں طفلہ کبھی پیر کبھی۔ گہ جواں ہُوں (ٹیک)

(۲) مسجد میں کبھی ہُوں۔ کبھی بتخانے میں مسکن[1]
واعظ ہُوں کسی جا پہ۔ کہیں پیرِ مغاں[2] ہُوں

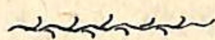
(۳) مثلِ دہن[3] یار ہُوں اِک نقطۂ موہُوم[4]
کیا کوئی قضیہ[5] ہُوں کہ محتاجِ بیاں ہُوں

(۱) بسنے والا گھر (۲) بڑا مولوی۔ گرو (۳) یار کے مُنہ کی طرح (۴) وہمی یا ذہنی نقطہ (۵) قصہ کہانی

(۴) بنتا ہُوں مُصوّر کبھی - مَیں اور کبھی تصویر
گویا[1] ہوں کبھی اور کبھی گُونگے کی زُباں ہُوں

(۵) کہتا ہُوں جو منصُور کی مانند اناالحق
ہیں ہوش میں اِس وقت اسدؔ[2] اپنے کہاں ہُوں

(۱) بولنے والا (۲) تخلص شاعر کا۔



(۳٦٠) غزل

(۱) مُجھے بیخودی! تُونے بھلی چاشنی چکھائی
کسی آرزُو کی دِل میں نہیں اب رہی سمائی

(۲) نہ خطر ہے نہ خطر ہے نہ رضا ہے نہ دُعا ہے
نہ خیالِ بندگی ہے۔ نہ تمنّا ہے خدائی

(۳) نہ مقامِ گفتگو ہے نہ محلِ جستجُو ہے
نہ وہاں حواس پہنچیں۔ نہ خِرد[1] کو ہے رسائی

(۴) نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے نہ زماں ہے نہ زمیں ہے
دلِ بے نوا نے میرے وہاں چھاؤنی ہے چھائی

(۵) نہ وصال ہے نہ ہجراں۔ نہ سرور ہے نہ غم ہے
جسے کہیئے خوابِ غفلت - سو وہ نیند مُجھکو آئی

(۱) بدھی۔

(۳۶۱) غزل

(۱) جاہر دیکھتا ہوں خدا ہی خدا ہے ، خدا سے نہیں چیز کوئی جدا ہے
(۲) جو اوّل اور آخر خدا ہی خدا ہے ، تو اب بھی وہی کون اسکے سوا ہے
(۳) ہے آغاز و انجام زیور کا زر ہیں ، میاں میں نہ ہرگز وہ غیرِ طلا ہے
(۴) وہی آپ ہر ایک صورت میں آیا ، کہیں آب و آتش۔ زمین و ہوا ہے
(۵) خدا میں دوئی کو جو دیتا دخل ہے ، وہی کافر و منکر۔ اہلِ خطا ہے
(۶) کہاں اسکو دور اور جدا ڈھونڈتے ہو ، ہمیشہ ہے حاضر۔ نہ ہرگز چھپا ہے
(۷) جسے تم سمجھتے ہو دنیا اے غافل! ، یہ کُل حق ہی حق نہ جدا نہ مِلا ہے
(۸) صفاتی یقیں سے ہٹا دِلکو دیکھو ، یہی ایک ذاتِ خدا جا بجا ہے
(۹) یہی چیز ذاتی۔ یہی ہے صفاتی ، صرف اِک نقیض ہیں دو ہو رہا ہے
(۱۰) نظر آتی ہیں مختلف صورتیں گو ، مگر روئے معنی سے سب ایکتا ہے
(۱۱) ہر ایک چیز ہستی میں اپنی ہے قائم ، نہیں پیدا ہوتا نہیں کچھ فنا ہے
(۱۲) نہیں ہوتا ہرگز فنا کا فنا بھی ، ہوا اِس سے ثابت بقا ہی بقا ہے
(۱۳) دھرم داس سمجھے گا وہ بات میری ، دوئی سے کیا جسنے دِل کو صفا ہے

(۱) بیچ میں سوائے سونا کے کبھی نہیں (۲) آپا دھی۔ (۳) شاعر کا نام ہے۔

(۳۶۲) راگ بھوپال۔ تال دادرا

(۱) آزادہ ام آزادہ ام از رنج دور افتادہ ام

از عشوۂ زالِ جہاں آزادہ ام بالاستم

(۲) تنہاستم تنہاستم چہ بوالعجب تنہاستم
جُزمن نباشد ہیچ شئے یکتاستم تنہاستم

(۳) چُوں کار مردم میکُنند۔ از دست و پا حرکت کُنند
بیکار ماندم۔ جائے حرکت ہم منم ہرجاستم

(۴) از خود چا بیرُوں جہم۔ گوء من کُجا حرکت کُنم
از بہر چہ کارے کُنم من رُوحِ مطلبہاستم

(۵) چہ مُفلسم چہ مُفلسم با خود نمیدارم جوے
انجم جواہر۔ مہر۔ زر۔ جُملہ منم یکتاستم

(۶) دیوانہ ام دیوانہ ام۔ باعقل و ہُش بیگانہ ام
بیہودہ عالم میکُنم۔ ایں کردم و من خاستم

(۷) مُرود شُد مرُدود چُوں؟ بودش نگہ محدُود چُوں
مارا تکبّر کے سزد چُوں کبریا ہرجاستم

(۸) طالب مکُن توہینِ من در خانہ ات رام است ہیں
رو ناخوشی از من چرا؟ در قلبِ تو پیداستم

مطلب۔ (۱) مَیں آزاد ہُوں مَیں آزاد ہُوں اور رنج و غم سے دُور ہُوں جہان رُوپی بڑھیا کے نخرے و نخرے سے آزاد اور برطرف ہُوں۔

(۲) مَیں اکیلا ہُوں - مَیں اکیلا ہُوں!! کیسے تعجّب کی بات ہے کہ مَیں اکیلا ہُوں - میرے سِوا کسی چیز کی ہستی نہیں ہے - مَیں یکتا اور واحد مُطلق ہُوں یعنی مَیں وہ یکتا وحدہٗ لاشریک ذاتِ مُطلق ہُوں کہ میرے سِوا کسی چیز کی حقیقی ہستی ہی نہیں ہے ÷

(۳) جب تمام آدمی کام کرتے ہیں - اور ہاتھ پاؤں کو حرکت دیتے ہیں تو مَیں بیکار رہتا ہُوں - کیونکہ منبعِ حرکت مَیں ہُوں - یعنی تمام عالَم میرے ہی سے متحرّک ہے اور مَیں ہی سب کا منبعِ حرکت ہُوں ÷

(۴) مَیں اپنے سے باہر کہاں جاؤں - اور بتلاؤ کہ مَیں کہاں حرکت کرُوں اور کس لئے کوئی کام کرُوں - کیونکہ تمام مطلب اور مقصدوں کی جان مَیں ہی ہُوں -

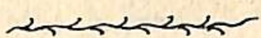
(۵) مَیں کیا مفلس ہُوں - مَیں کیا مفلس ہُوں!! کہ اپنے ساتھ ایک جَو بھی نہیں رکھتا ہُوں - مگر ستارے - جواہرات اور زر (سونا) اور آفتاب خود مَیں ہُوں اور یکتا ہُوں ÷

(۶) مَیں ایسا پاگل اور بے خود ہُوں کہ عقل و ہوش سے واسطہ نہیں رکھتا - بے فائدہ مَیں اِس جہان کو پیدا کرتا ہُوں اور پیدا کرتے ہی اِس سے علٰحدہ ہو جاتا ہُوں ÷

(۷) نمرود کیوں ذلیل ہُوا؟ اِس لئے کہ اُسکی نگاہ محدُود تھی - ہمیں ایسا

تکبرّ کب زیب دیتا ہے۔ کیونکہ میں کبریا (مولا) کی طرح ہر جگہ سمایا ہُوا ہُوں
بھلا مجھے تکبر کیوں ہو۔ جبکہ ہر جگہ میں ہی سب سے بڑا ہُوں ؛

(۸) اے طالب! میری توہین (بے عزتی) نہ کر۔ دیکھ کہ تیرے گھر میں رام سمایا ہُوا ہے۔ تُو نے مجھ سے مُنہ کیوں پھیر لیا؟ میں تو تیرے قلب میں ظاہر ہُوں۔ یعنی دِل کے اندر بیٹھا ہُوا ہُوں ؛



(۳۶۳) راگ بھوپالی۔ تال دادرا

(۱) زالِ جہاں شنو سخن عِشوۂ نازکی مکُن
دِل بتو نیست مُبتلا۔ تن تلملا تلا تلا

(۲) مست و خراب میروم فکرِ جہاں بنخورم
بیم ندارم از بلا۔ تن تلملا تلا تلا

(۳) راہِ بقا ہمیبروم چوں شہ چرخ مُفردم
غم نخورم زمانہ را۔ تن تلملا تلا تلا

مطلب۔ (۱) اے جہان کی بُڑھیا (جہان کو بُڑھیا بتایا گیا ہے) میری بات سُن اور نخرہ ٹخرہ نہ کر۔ میرا دل تیرے اندر مبتلا نہیں ہے۔ (تن تلملا تلا تلا سارنگی کا سُر یعنی مستی میں آکر یہ شعر سُر کے ساتھ گایا جا رہا ہے۔

(۲) میں مست اور دیوانہ بن کر پھرتا ہُوں۔ اور جہان کا غم نہیں رکھتا۔ مجھے دُکھ

سے کچھ خوف نہیں (تن تملا تلا تلا)

(۳) مَیں بقا کے راستے پر چلتا ہُوں۔ اور آسمان کی بادشاہی کی مانند واحد ہُوں۔ مجھے زمانہ کا ذرا فکر نہیں (تن تملا تلا تلا)



(۳۶۴)* غزل راگ بھوپالی۔ تال وادرا

(۱) صد شکر گویم ہر زماں ہم چنگ را ہم جام را
کایں ہر دو بُردند از میاں۔ ہم ننگ را ہم نام را

(۲) دِل تنگم از فرزانگی دارم سرِ دیوانگی
کز خود دہم بیگانگی۔ ہم خاص را ہم عام را

(۳) چوں مُرغ پرّد از قفس دیگر نہ بیند ہیچ کس
بیند مُبارک پیش و پس۔ ہم دانہ را ہم دام را

(۴) اَے جاں تو گر ہمت کنی۔ دل از دو عالم بر کنی
یکبارہ از ہم بشکنی۔ ہم پختہ را ہم خام را

مطلب (۱) مَیں چنگ اور پیالہ کا شکریہ ادا کرتا ہُوں۔ کیونکہ اِن دونوں نے شرم و حیا کو میرے درمیان سے بالکل ہٹا دیا۔

(۲) میرا دِل عقل سے تنگ ہے۔ کیونکہ میرے دماغ میں مستی اور پاگل پن

نوٹ۔ یہ غزل سوامی جی نے اپنے والد صاحب کو اُنکے خط کے جواب میں لکھی تھی

سمایا ہُوا ہے۔ اور خاص و عام کو میں اپنے سے بیگانہ سمجھتا ہوں۔

(۳) جب پرندہ جال سے اُڑ جاتا ہے تو پھر کسی سے نہیں ڈرتا ہے۔ اور وہ جال اور دانے کو آگے پیچھے مبارک سمجھتا ہے ٭

(۴) اَے جان اگر تُو ہمت کرے تو میرے دل کو دونوں جہان سے ہٹا دیوے۔ اور کچّے پکّے کو بالکُل توڑ ڈالے (یعنی خواہشات کا ناش کرے)



(۳۶۵) غزل بھیروی۔ تال تین

(۱) چہ تدبیر اَے مُسلماناں کہ من خود را نمیدانم
نہ ترسا و یہودیم نہ گبرم نہ مسلمانم

(۲) نہ شرقی ام نہ غربی ام۔ نہ بحریم نہ برّیم
نہ از مُلکِ عراقی ام نہ از خاکِ خراسانم

(۳) نہ از خاکم نہ از آبم نہ از بادم نہ از آتش
نہ از آدم نہ از حوّا نہ از فردوسِ رِضوانم

(۴) مکانم لامکاں باشد۔ نشانم بے نشاں باشد
نہ تن باشد نہ جاں باشد نہ باشد عشقِ جانانم

(۵) دُوئی را چوں بدر کردم۔ یکے دیدم دو عالم را
یکے بینم یکے گویم۔ یکے دانم۔ یکے خوانم

(۶) ہوالاوّل - ہوالآخر- ہوالظاہر- ہُوالباطن
بغیر از ہُو و یا من ہُو- دِگر چیزے نمیدانم
(۷) الا اے شمس تبریزی چرا مستی دریں عالم
بجز مستی و مدہوشی ندارم ہیچ سامانم

نوٹ- یہ غزل شمس تبریز کی بڑی لمبی ہے- مگر یہاں اُتنی ہی مختصر دی گئی ہے- جو سوامی جی نے انتخاب کرکے اپنی نوٹ بک میں درج فرما رکھی ہے-

مطلب- (۱) اَے مسلمانو! مجھے کوئی تدبیر بتاؤ کیونکہ میں اپنے آپکو نہیں جانتا ہوں- نہ مَیں عیسائی ہوں نہ یہودی نہ آتش پرست اور نہ مُسلمان ہوں +

(۲) نہ مَیں مشرق کا رہنے والا ہوں نہ مغرب کا- نہ تری کا ہوں- نہ خشکی کا- اور نہ مُلکِ عراق اور خراسان کی سرزمین کا ہوں-

(۳) پانی- مٹی- ہوا- اور آگ کا بھی بنا ہُوا نہیں ہوں (یعنے جن اربعہ عناصر سے جہان کی تمام چیزیں بنتی ہیں مَیں اُن کا بنا ہُوا نہیں ہوں) نہ آدم سے پیدا شدہ ہوں نہ حوّا سے اور نہ بہشت بریں کا ہوں +

(۴) میرا مکان لامکان ہے اور میرا نشان بے نشان ہے نہ میرا بدن ہے نہ میری جان ہے- نہ مجھے کسی پیارے کی محبت ہے -

(۵) جب دُوئی کو مَیں نے اپنے اندر سے نکال دیا تو دونوں جہانوں کو

کو میں نے ایک ہی دیکھا۔ اب میں ایک ہی دیکھتا ہوں ایک ہی کہتا ہوں۔ ایک ہی پڑھتا ہوں اور ایک ہی جانتا ہوں ؂

(۶) میں اوّل و آخر ظاہر و باطن میں وہی ذاتِ مطلق ہوں اور سوائے ذاتِ مطلق کے میں اور کچھ نہیں جانتا ہوں ؂

(۷) اے شمس تبریز تو اِس جہان میں کیوں دیوانہ ہو رہا ہے؟ صرف اِس لیئے کہ میرے پاس سوائے مستی اور مدہوشی کے اور کوئی سامان نہیں ہے ؂



(۳۶۹) غزل بھیروی تال تین

(۱) اے عاشقاں اے عاشقاں من عاشقِ یکتاستم
عشقم چو بر سر میزند من والہ و شیداستم

(۲) من عاشقِ یکتاستم من والہ و شیداستم
اینجاستم۔ آنجاستم۔ ہم زیر و ہم بالاستم

(۳) عالم منوّر شُد ز من۔ آدم مصوّر شُد ز من
ہم عالم و ہم فاضلم ہم قاضی القضاستم

(۴) زیں خاک بیروں آمدم۔ سرمست مجنوں آمدم
دانی کہ من چوں آمدم۔ افزوں شُدم نہ کاستم

(۵) عالم نبُود و من بُدم - آدم نبُود و من بُدم
آں نورِ وحدت من بُدم - ہم خضر و ہم الیاستم

(۶) ہم دوزخ و میزاں منم - ہم جنّت و حوراں منم
ہم مالکِ دُنیا منم - ہم حاکمِ عُقباستم

(۷) زاہد بیا زاہد بیا! ما زُہد آموزامنت
ہم زاہد و ہم عابدم - ہم رِند بے پرواستم

(۸) در کارِ بیکاراں منم - ہم دردِ بیماراں منم
سُودِ خریداراں منم - ہم گوہرِ دریاستم

(۹) اَے شمس دیں اَے شمس دیں روشن ز تو روئے زمیں
در زیر و در بالا منم پنہانم و پیداستم

مطالب - (۱) اَے عاشقو اَے عاشقو! میں عاشقِ یکتا ہُوں - میرے اندر عشق (پریم) جب اُبھرتا ہے تو شیدا و فریفتہ ہو جاتا ہُوں -

(۲) مَیں یکتا عاشق اور والہ شیدا ہُوں - یہاں وہاں اُوپر نیچے سب جگہ مَیں ہُوں +

(۳) جہان میرے سے منوّر ہُوا - اور آدم کا مجھ سے ظہور ہُوا - عالِم فاضل اور قاضیوں کا قاضی مَیں ہُوں

(۴) اِس زمین سے جب مَیں باہر نکلا (جب میں ظہور پذیر ہُوا) تو میں مست

(مولانجا) تجھے کیا خبر ہے کہ میں گھٹا یا بڑھا ہوں۔

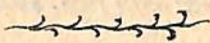
(۵) جان نہیں تھا میں تھا۔ آدم نہیں تھا میں تھا۔ وہ وحدت کا نور ہی ہوں
حضرتِ خضر و حضرتِ الیاس میں ہی ہوں۔

(۶) دوزخ و میزانِ عدل اور جنت و حور (اپسرا) میں ہوں۔ دُنیا کا مالک و
عاقبت کا حاکم بھی میں ہوں۔

(۷) اے زاہد! اِدھر آ تا کہ میں تجھے پرہیزگاری سکھاؤں۔ زاہد و عابد اور
رند بے پروا بھی میں ہوں۔

(۸) بیکاروں کا مقصد میں ہوں۔ بیماروں کا درد میں ہوں۔ خریداروں کا
فائدہ میں ہوں۔ دریا کا موتی میں ہوں۔

(۹) اے شمس الدین اے شمس الدین! تیرے سے روئے زمین روشن ہے۔ اوپر
نیچے۔ ظاہر اور پوشیدہ میں ہوں۔



(۳۶۷)

(۱) خلق منم خانہ منم دام منم دانہ منم	عاشقِ دیوانہ منم دُور مشو دُور مشو
(۲) کعبۂ اسرار منم و خرقۂ دستار منم	راہبِ زنّار منم دُور مشو دُور مشو
(۳) شام منم روز منم عشقِ جگرسوز منم	شمعِ شب افروز منم دُور مشو دُور مشو
(۴) ذکر منم آہ منم صاحبِ درگاہ منم	غافل و آگاہ منم دُور مشو دُور مشو

قال منم حال منم دال منم ذال منم	واقفِ احوال منم دُور مشو دُور مشو
(۶) شمسِ شکر ریز منم مفخرِ تبریز منم	صبحِ سحر خیز منم دُور مشو دُور مشو

مطلب۔ (۱) خلقت اور گھربار اور جال اور دانہ میں ہوں۔ دیوانہ عاشق بھی میں ہی ہوں۔ مجھ سے مطلق دُور (الگ) مت ہو۔ (یعنی میں تیری محبت میں ایسا مستغرق ہوا ہوں کہ تیرے سوا کچھ نہیں سوجھتا اب اے مطلوب! تیری علیحدگی کس لئے ہو۔ یہ حالتِ طالب کی فنافی اللہ کے درجے کو پہنچ گئی ہے) +

(۲) بھیدوں کا کعبہ گدڑی۔ پگڑی اور زُنار (جینو) کا پیشوا میں ہوں مجھ سے بالکل علیحدگی اختیار نہ کر) +

(۳) شام۔ دن۔ جگر سوز عشق۔ اور رات کی روشن کرنے والی شمع میں ہوں مجھ سے علیحدگی اختیار مت کر

(۴) ذکر۔ آہ۔ صاحبِ درگاہ۔ مدہوش اور ہوشیار میں ہوں۔ مجھ سے دُور مت ہو۔ دُور مت ہو۔

(۵) قال حال۔ دال ذال۔ اور جملہ حالات سے واقف کار میں ہوں۔ مجھ سے دُور مت ہو۔ دُور مت ہو +

(۶) شکر بکھیرنے والا دشیریں گو) شمس میں ہوں۔ تبریز کا جائے فخر میں ہوں۔ اور صبح سحر خیز (علی الصباح اٹھنے والوں کی صبح میں ہوں)

مجھ سے دُور مت ہو۔ مجھ سے دُور مت ہو ✤



(۳۶۸) غزل

(۱) من نہ پیرم نہ مُریدم بابا — پس ازیں قید رہیدم بابا
(۲) قلّت و کثرتم از یاد برفت — تاکہ با صرف رسیدم بابا
(۳) ہمہ او بود نہ من ور من وبس — اصل خود را چو بدیدم بابا
(۴) عینِ او یافتہ ام اشیارا — پردۂ شرک دریدم بابا
(۵) دین و دُنیا و دل وجاں دادم — وحدتِ صرف خریدم بابا
(۶) عین عین ست ولی می بینم — غیر غیری نشنیدم بابا

مطلب (۱) اے بابا نہ میں گورو ہُوں نہ چیلا۔ اِس قید سے بالکل چھوٹا ہُوا ہُوں۔

(۲) اے بابا! کمی و کثرت مجھے بالکل اِس لئے بھول گئے ہیں کہ محض میں ذاتِ مُطلق سے ملحق رہُوں ✤

(۳) اے بابا! جب سے میں نے اپنی اصلِ ذات کو پہچان لیا ہے اُسی وقت سے میرے اندر وہی سما گیا ہے۔ اور میں اپنے تئیں بالکل بھول گیا ہُوں ✤

(۴) اَے بابا! جب میں نے شرک کا پردہ پھاڑ ڈالا - تو جملہ اشیاء کو محض ذاتِ مُطلق پایا ؛

(۵) اَے بابا میں نے صرف ذاتِ مُطلق کو خرید لیا - اور اُس کے بدلے دین و دُنیا اور دل و جان کو دیدیا ؛

(۶) اے ولی میں صرف عین ذاتِ مُطلق کو دیکھتا ہوں اور اُس کے سوا میں نے کسی کو نہیں شناخت ؛

(۳۶۹)

(۱) اے طالباں اے طالباں من با شما ہر جاستم
ہم جلوہ گر در دیدہ ہا ہم مُضمر دلہاستم

(۲) ایں دُوری و مہجوری ہم از وہم پندارِ شماست
دُر نیستم خود با شما دریا و موج آساستم

(۳) با حُسنِ خود در باختم من نزدِ عشقِ عاشقی
ہم لیلیٰ و مجنوں منم - ہم وامق و عُذراستم

(۴) گاہِ نیاز ایمانِ من گہ بے نیازی شانِ من
ایں ہر دو می زیبد بمن - ہم بندہ و مولاستم

(۵) ہم صورتِ ناسُوتیم - ہم معنے لاھُوتیم

پنہاں تر از پنہاں وہم پیدا تر از پیدا استم

(۶) برعکس رسم ایں جہاں در پردہ می باشم عیاں
چندانکہ بے پردہ شدم از پردۂ اخفاستم



مطلب-(۱) اے طالبو اے طالبو! میں ہر جگہ تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری آنکھوں میں جلوہ گر اور دل میں پوشیدہ ہوں ❊

(۲) یہ دُوری اور علحدگی تمہاری سمجھ کے پھیر کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے میں تم سے ہرگز علحدہ نہیں ہوں۔ بلکہ دریا اور دریا کی لہروں کی مانند ہوں یعنی جیسے دریا کی لہر اور دریا میں اصل میں کوئی جُدائی نہیں۔ اسی طرح اے طالبو! میں تم سے مُطلق جُدا نہیں ہوں۔

(۳) میں عاشق ہونے کی محبّت میں اپنے ہی حُسن پر مِٹا۔ ورنہ لیلیٰ۔ مجنوں وامق۔ عذرا (یعنی عاشق و معشوق) میں ہی ہوں ❊

(۴) کبھی میں نیازمند ہوں۔ کبھی بے نیاز (لا احتیاج و لاضرورت) یہ دونوں باتیں مجھے زیب دیتی ہیں (یعنی بھلی معلوم ہوتی ہیں) میں بندہ اور مالک ہر دو ہوں

(۵) عالم خواب اور عالم لاہوت (ذات میں غرق ہونا) میں ہوں۔ اور نہایت پوشیدہ اور بالکل ظاہر ہوں ❊

(۶) اِس دُنیا کے دستور کے برخلاف باوجود پردہ میں چھپنے کے عیاں (ظاہر)

ہوتا ہوں۔ اور جتنا کہ میں بلا پردہ (ظاہر) ہوں اُتنا ہی پوشیدگی کے پردے میں (پوشیدہ) ہوں۔

(۳۷۰)

(۱) مرا کہ ذات نباشد صفات کے باشد
صفاتِ ذات کسے را بذات کے باشد

(۲) کسے کہ ہستئ خود را نکردہ است ہلاک
بروزِ حشر ز اہلِ نجات کے باشد

(۳) مرا کہ عینِ صیامم صیام کے زیبد
مرا کہ عینِ صلاتم۔ صلات کے باشد

(۴) مرا کہ ہر دو جہاں جامِ بادۂ عشق ست
نظر بہ کعبہ و لات و منات کے باشد

(۵) وجودِ شمس نہ گنجد بہ تنگنائے جہاں
کہ بے جہات مقیم جہات کے باشد

مطلب۔ (۱) میری کوئی ذات نہیں تو صفات کیسے ہو۔ اور کسی کی ذات کی صفتیں ذاتِ خود کیسے ہو سکتی ہیں؟

(۲) جس شخص نے کہ اپنی ہستی کو ہلاک نہ کیا ہو وہ حشر کے دن نجات یافتہ

(داجی) کب ہو سکتا ہے۔ یعنی جو شخص کہ جسم رُوپی ہستی (آہنکار۔ خودی۔ اور خواہشات) کا بالکل ناش نہ کرے گا وہ کبھی مکت پُرش نہ ہو سکے گا

(۳) میں تو عین روزہ رُوپ ہوں۔ مجھے روزہ رکھنا کب زیب دیتا ہے۔ اور جب میں خود نماز رُوپ ہوں تو مجھے نماز پڑھنے کی ضرورت کب ہو سکتی ہے؟

(۴) جبکہ دونوں جہاں میرے عشق (پریم و محبّت) کی شراب کے پیالے ہیں۔ تو کعبہ اور لات و منات (دو بتوں کے نام) اِن جملہ پرستشگاہوں پر میری نگاہ کب ٹھہر سکتی ہے؟

(۵) اِس جہان کی تنگ گلی میں شمس کی ہستی نہیں سما سکتی۔ کیونکہ جو بے جہات (ہر طرف از جملہ اطراف) ہو وہ اِن اطراف کے حدود میں کیسے رہ سکتا ہے؟ مطلب یہ کہ جسکی ہستی لا محدود ہو وہ اطراف سے محدود کیونکر ہو سکتا ہے

(۳۷۱) غزل

(۱) مرا گوئی گدائی من چہ دانم	چنیں مجنوں چرائی من چہ دانم
(۲) منم در موج دریاہائے عشقت	مرا گوئی کجائی من چہ دانم
(۳) مرا گوئی چو مشتاقِ تو ام من	چرا از من جدائی من چہ دانم
(۴) مرا گوئی بیا بر تخت بنشیں	چو با تاج و لوائی من چہ دانم
(۵) شبے بر بود ناگاہ شمس تبریز	ز من یکتا جدائی من چہ دانم

مطلب۔ تُو مجھ سے پوچھتا ہے کہ تو فقیر ہے؟ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اور ۔

اگر اس کا سبب پوچھتا ہے کہ تُو ایسا مجنُوں (دیوانہ حقیقی) کیوں بن رہا ہے
تو مُجھے کچھ معلُوم نہیں۔ یعنی مجھے اپنی فقیری اور دیوانے پنے کی مُطلق خبر نہیں۔
(۲) مَیں تیرے عشق کی دریا کی لہروں میں بہا ہُوا ہُوں۔ اور پھر تُو مجھ سے
پُوچھتا ہے کہ تُو کہاں ہے؟ اسکی بھی مجھے کچھ معلُوم نہیں یعنی یارِ حقیقی
کے پریم میں اتنا غرق ہُوا ہُوں کہ اپنی ہستی کی مُطلق خبر نہیں رکھتا ہُوں
(۳) جب تُو مجھ سے پوچھتا ہے کہ مَیں تیرا مُشتاق ہُوں۔ اور تُو مجھ سے
کس لئے جُدا ہے۔؟ تو مَیں کہتا ہُوں کہ اِس بات کی بھی مجھے کچھ
خبر نہیں ٭

(۴) تُو مجھے کہتا ہے کہ آ اور تخت پر بیٹھ جا۔ چونکہ تُو تاج اور جھنڈا (شارہ
حقیقت) رکھنے والا ہے۔ تو مَیں کہتا ہُوں کہ اِس بات کی مجھے مُطلق خبر نہیں
(۵) ایک رات شمس تبریز اُوپر بیٹھا ہُوا تھا۔ مَیں نے اُس سے کہا کہ اَے
یکتا کیا تو مجھ سے جُدا ہے۔ اُس نے جواب دیا مُجھے کچھ خبر نہیں۔
مطلب یہ کہ حد درجے کی بیخودی اور فنا فی اللہ کی حالت ہو رہی ہے۔
جس سے اپنے پرائے کی خبر ہی نہیں ٭





آزادی

(۳۷۲) غزل

بل بے آزادی! خوشی کی رُوح اُمیدوں کی جاں
بُلبُلہ ساں دم سے تیرے پیچ کھاتا ہے جہاں

(۲) مُلک دُنیا کے ترے بس اِک کرشمہ پر لڑے
خُون کے دریا بہائے نام پر تیرے مرے

(۳) ہائے مُکتی رستگاری ہائے آزادی نجات!
مقصدِ جُملہ مذاہب ہے فقط تیری ہی ذات

(۴) اُنگلیوں پر بچّے گنتے رہتے ہیں ہفتے کے روز
کتنے دن کو آئیگا یک شنبہ آزادی فروز

(۵) رم براِنڈی کے مقیّد، سچّی آزادی سے دُور

ہو گئے نشے پہ لٹو بسر آزادی سرور

(۶) صاحبو! یہ نیند بھی میٹھی نہ لگتی اسقدر
قیدِ تن سے دو گھڑی دیتی نہ آزادی اگر

(۷) قید میں پھنسکر تڑپتا مُرغ ہے حیران ہو
کاش! آزادی ملے تن کو نہیں تو جان کو

(۸) لمحہ جو لذّت مزے کا تھا وہ آزادی کا تھا
سچ کہیں لذّت مزا جو تھا وہ آزادی ہی تھا

(۹) کیا ہے آزادی! جہاں جب جیسا جی چاہے کریں
کھانا پینا عیش گلچھروں میں سب دن کاٹ دیں

(۱۰) راگ شادی ناچ عِشرت جلسے رنگا رنگ کے
بنگلے۔ باغات۔ عالی۔ یورپین ڈھنگ کے

(۱۱) قطع ٹوپی کی نئی۔ فیشن نرالا بوٹ کا
دلکش و بے داغ کھلنا بدن پر وہ شوٹ کا

(۱۲) دِل کو رنگت جسکی بھائے شادی بے کھٹکے کریں
دھرم کی آئین[1] پیچھے طاق پر تہ کر دھریں

(۱۳) بگھیاں فیٹن کے آگے۔ کوچیاں کا پوش پوش
ابلقوں کا بڑھ نکلنا ہنہنانا جوش جوش

(۱) حکم۔ قانون۔ اجازت ؞

(۱۴) کوٹ پہناتا ہے نوکر جُوتہ پہنائے غلام
ناک چڑھاتا ہے آقا۔ "جلدی ہے! ...۔ حرام

(۱۵) مُنہ میں غٹ غٹ سوڈا واٹر۔ یا سگاروں کا دُھواں
ضعف کی دِل میں شکایت رام کی اب جاء کہاں

(۱۶) کیا یہ آزادی ہے؟ ہائے یہ تو آزادی نہیں
گوئے[۱] چوگاں کی پریشانی ہے آزادی نہیں

(۱۷) اسپ ہو آزاد سرپٹ قید ہوتا ہے سوار
اسپ ہو مُطلق عناں حیران روتا ہے سوار

(۱۸) اِندریوں کے گھوڑے چھُوٹے باگ ڈوری توڑ کر
وہ مرا وہ گر پڑا اسوار سر مُنہ پھوڑ کر

(۱۹) تازی توسن تُند خوء پہ دست و پا جکڑے کڑے
لے اڑا گھوڑا اُسے[۳] زِ پا جان کے لالے پڑے

(۲۰) جانِ من آزاد کرنا چاہتے ہو آپ کو
کررہے آزاد کیوں ہو آستِیں کے سانپ کو

(۲۱) ہاں وہ ہے آزاد جو قادر ہے دِل پر جسم پر
جس کا من قابو میں ہے قُدرت ہے نُسکل داہم پر

(۱) نطفہ (۲) کھیلنے کی گیند (۳) تُند خو گھوڑے کا نام جو بے لگام ہونے سے ہزاروں نقصان کا باعث ہو

(۲۲) گیان سے ملتی ہے آزادی یہ راحت سربسر
وار کر پھینکوں میں اِس پر دو جہاں کا مال و زر

ویدانت عالمگیر

(۳۷۳)

گر کمشنر ہو لاٹ صاحب ہو
یا کوئی اور غیر صاحب ہو
ہر کوئی اُس تلک نہیں جاتا
ادھکاری ہی ہے دخل پاتا
لیک جب اپنے گھر میں آنا ہو
کون ہے اُسوقت جو مانع ہو
جب کوئی اپنے گھر کو آتا ہے
حیف اُس پر ہے روکتا جو ہے
ہو جو ہیدانت غیر سے باری
تب تو کہنا بجا تھا ادھکاری
یہ تو جی اپنے گھر کی وِدّیا ہے
پانا اسکو تو فرض سب کا ہے
مَیں ہُوں خود برہم یہ کرو ابھیاس
مَیں نہیں جِسم و اہم نوکر داس
مَیں ہوں بے لوث پاک اعلیٰ ذات
جہل کی ہو کبھی نہ جس میں رات
مَیں ہُوں خورشید تیز انور آپ
مَیں تھا برہما کا باپ سبکا باپ
وید ہے میرا ایک خرّاٹا
بھید دُنیا کا میرا خرّاٹا
اَم کہتا نہیں ہے سیکنڈ ہینڈ
وہ تو خود ہے شُرتی نہ سیکنڈ ہینڈ
وہ جو کمزور آپ ہوتے ہیں
لُقمۂ تین تاپ ہوتے ہیں

ہوں نہ پڑھانے کے جو ادھکاری
اُنکو ملتا نہیں ہے ادھکاری

(۲) اِک دفعہ دیو رشی نارو نے
رحم کر خوک[1] سے کہا اُسنے

چل تجھے لے چلیں گے ہم بیکنٹھ[2]
لیلا او بہت بچتر ہے بیکنٹھ

خوک بولا غضب ہے تب ناداں!
کیا مجھے مل سکے گا کیچڑ واں

جب رشی نے کہا "نہیں یہ تو"
خوک بولا میں جاؤں کاہیکو

یہ نہ سمجھا وہاں جو جاؤں گا
جسم بھی تو نیا ہی پاؤں گا

جس دُنیا کے پیارے شہتیراں
اے ستو نہائے دُنیا یا بہتاں

تُم نہ جی میں ذرا بھی گھبراؤ
کھٹکا مطلق نہ دل میں تُم لاؤ

ہائے بیدانت کیا ہی کردیگا
زیر کردے گا زبر کردیگا

تُم رکھو اپنے جی میں اطمینان
شک نہیں اس میں اک رتی بھر جان

گر عوارض ترے بدل دیگا
ساتھ تُم کو بھی اور کردے گا

لوٹنا چھوڑ دیئے گا کیچڑ میں
جعلسازی میں جھوٹ کی جڑ میں

خاک دُنیا کی مت اُڑائے گا
اصل اپنا نہ بھول جائیگا

میں ہوں یہ جسم فحش بولی ہے
سوانگ چھوڑو ستم یہ ہولی ہے

(۱) سور (۲) بہشت ؎

مصر کی کھودیں جو میناریں
ہائے مُردوں بھریں وہ میناریں

ممی[1] مُردے اُنہوں میں رکھے تھے
ایسی ترکیب و عقلمندی سے

گو ہزاروں برس بھی ہوں بیتے
مُردے آتے نظر ہیں جُوں جیتے

پیارے بھارت کے ہندو باشندو
غُصّہ مت کرنا زاہد و رِندو

جی رہے ہو کہ مر گئے ہو تُم
ممّی مینار بن گئے ہو تُم

جیتے تم تھے رشی مُنی تھے جب
ممّی کیوں ہو ہزار سال کے اب

کیوں ہو زندہ بدستِ مُردہ آپ
نام روشن ڈبویا اُن کا آپ

وہ تو جیتے تھے تُم بھی جی اُٹھو
مُردہ بچّے نہ اُنکے ہو بیٹھو

نام تو لے رہے ہو بیاس کا تُم
کام کرتے ہو اودئی داس کا تُم

بیٹا وُہ ہی سپُوت ہوتا ہے
باپ سے بڑھ کے پُوت ہوتا ہے

چھوڑ دو نام لینا رشیوں کا
خود رشی ہو اگر نہ اب بنا

جب یہ کہتا ہے ایک نالایق
پھر گو میرا بُزرگ تھا لائق

پھر گو منسوب اُس سے ہوتا ہے
شرم سے عرق عرق روتا ہے

دُکھ مت دو انہیں سناؤ مت
شرم سے سرنگوں بناؤ مت

نام لیوے عجب ملے ایسے
دھبّے یہ نام کو لگے کیسے

مونچھ ڈاڑھی لگا کے بڈّھے کی
ق بچّہ بوڑھا نہیں کبھی ہوگا

(۱) اُن مُردوں کو کہتے ہیں جو ملک مصر کی قبروں کے کھودے جانے سے نکلے ہیں۔

اُسکو واجب ہے تربیت پائے
اُنکی ڈاڑھی لگایا چاہتے ہو
ہے مُناسب بزرگ کی تعظیم
بڈھا[1] کھاتا ہے کھچڑی پتلی روز
پیارے بنیئے گا آپ زندہ پیر
نقش جب ہے اُتارتا نقّاش
نقش یہ گرچہ بادشاہ کا ہو
نقل اطوار رشیوں مُنیوں کے
عمل ظاہر جو اُنکو زیبا تھے
جسم اُنکے تھے جو اُنہیں کے تھے
کرکے تقلید تم بنا ہی لو
آؤ تجویز ایک بتلائیں
دیہ ستو بھشتم کو اور کارن کو
چڑھتے اُوپر کو اصل اپنی کو
مہر روشن جو آتما ہے ترا
اُس میں نشٹھا[2] نشست کر محتاک

وقت پر یُوں بزرگ ہی ہوگا
تربیت سے گریز کرتے ہو
خندہ آور نہ چاہیئے تکریم
نقل سے کب جواں ہو پیر[1] روز
اُن بزرگوں کی مت بنو تصویر
تکتا رہتا ہے اصل کو نقّاش
پھر بھی مُردہ ہے خواہ کسی کا ہو
رشی تم کو بنا نہیں سکتے
وقت تھا اور اور ہی دن تھے
وہ تمہارے کبھی نہیں ہونگے
صورت شیر لغرہ کیونکر ہو
رشی بننے کی بات جتلائیں
چیر کر چڑھیئے مہر روشن[2] کو
زندگی تم میں بھی رشی کی ہو
یہی باشسٹ کرشن رام کا تھا
چھوڑیئے ذکر و فکر سب بیکار

(۱) بوڈھا (۲) آتم نشٹھا +

نقل مت کیجے فعل بیرونی
آتما ایک ہی ہے اندرونی
برہمنوں! آپ سیکھ لو جو دیا
پھر یہ گھر گھر پھرو پڑھاتے جا
اور قومیں تمہارے نیچے ہیں
گر شکایت کریں وہ سچے ہیں
جبر سے قہر سے محبت سے
گیان دیجے انہیں مروت سے
وقت اُپدیش کو اگر دوگے
تو ہی قائم سروپ ہیں ہوگے
گنگا ہر وقت بھی رہتی ہے
صاف نرمل جبھی تو رہتی ہے
کانٹے بوتا ہے جھوٹ ہو جیسیں
یاد رکھنا ہے موت ہی اس میں

گیان کے بدون شدھی ناممکن ہے

(۳۷۸)

پدرِ مجنوں نے پدرِ لیلیٰ سے
گریہ زاری سے آکہا اس نے
میری ساری ریاستیں لیجے
عمر بھر تک غلام کر لیجے
میرے لڑکے کو لیلیٰ جادو چشم
دیجے چھوڑ دیجے آخر خشم
پدرِ لیلیٰ نے پھر محبت سے
یوں کہا پیار ہی کا دم بھر کے
میں تو حاضر ہوں لیلیٰ دینے کو
عذر کوئی بھی ہے نہیں مجھ کو
پر وہ آخر جگر کا ٹکڑا ہے
نہ وہ پتھر شجر کا ٹکڑا ہے
وہ بھی انساں شکم سے آئی ہے
آسماں سے تو گر نہ آئی ہے
قیس تم کو عزیز بے شک ہے
پر وہ مجنوں ہے اس میں کیا شک ہے

ایسی حالت میں لڑکی کیونکر دُوں
مرضِ مجنُوں کا پہلے دُور کرو
شوق سے لیجے تب تُمھاری ہے
ہائے ظالم ستمگر اَے بے رحم!
دیتا لیلیٰ کو وائے آج نہیں
اَور تو سب علاج کر ہارا
ہارا مجنُوں بغیر لیلیٰ کے
ہندو پنڈت جہانتما ساہدو
جیوؔ مجنُوں بنا ہے دیوانہ
دشتِ دُنیا میں وحشی آوارہ
لیلیٰ سمجھے گُلوں کو چُھنتا ہے
سرو کو جان کر یہ لیلیٰ ہے
چشمِ آہُو کو چشمِ لیلیٰ مان
اصلی آنند ذات سے محرُوم
گاہ آنند زر کو مانے ہے
لوگ کہتے نہوں بُرا مجھ کو

اِک جنُونی کے مَیں گلے منڈھ دُوں
سر سے سَودا اگر کافُور کرو
لیلی دولت یہ سب تمھاری ہے
وائے ناداں غُرور صُورتِ زخم[1]
اَور مجنُوں کا تو علاج نہیں
بچتا مجنُوں نہیں وہ بیچارا
تھا نہ چارا بغیر لیلیٰ کے
جی کڑا کیوں ہے رحم کو راہ دو
دشتِ غم چھانتا ہے ویرانہ
لیلیٰ "آنند" کے لئے پارہ[1]
پھر پڑا سر کو اپنے دُھنتا ہے
وہم سے جان اپنی کھو دی ہے
پیچھے بھٹکا پھرے ہے ہو حیران
خار و خس میں مچا رہا ہے دُھوم
بول[2] میں گاہ خاک چھانے ہے
تنگ رہ جائے ناک ہاتھی کو

(۱) مضطرب دبیقرار (۲) پیشاب۔ کیچڑ ×

رائے لوگوں کی نہ ہو متغیّر
ساری وحشت یہ بادیہ گردی
لیلیٰ ملتے جنون جائے گا
شم دم آئیں گے برہم ودیا سے
شم ہو پہلے گیان پیچھے ہو
ہائے پنڈت غضب یہ ڈھاتے ہو
یہ اسی پاپ کا نتیجہ ہے
وید دانوں! یہ موت مت رکھنا
لڑکی گھر میں نہ زیب دیتی ہے
برہم ودیا کا دان اب کر دو
وقت دیکھو سمے کو سمبھالو
ننگ و ناموس آب اسی میں ہے
ڈوبا تارا تمھارا پُورب کو
ہند مجنوں بنا ہے دیوانہ
مژدۂ وصل اب سُنا دینا
دیہ کا قرض یہ چُکا دینا

اُس کے پیچھے پھرے ہے متحیّر
لیلی خاطر ہے جملہ سر دردی
برہم[1] ودّیا بِدون نہ جائے گا
فکر جائیں گے برہم ودّیا سے
سیر ہو لیں طعام پیچھے ہو
اُلٹی گنگا پڑے بہاتے ہو
ڈوبے دُکھوں میں آج جاتے ہو
دُھی[3] کو بُڈّھی کو گھر میں مت رکھنا
دھن پرایا فریب دیتی ہے
ورنہ عزّت سے ہاتھ دھو بیٹھو
ذات قائم ہو کایا پلٹا لو
بچنا ذلّت سے بس اسی میں ہے
برہم وِدّیا چلی ہے یُورپ کو
تلملاتا ہے مثلِ پروانہ
خوش و خرم آدا سے گا دینا
فرض اپنا یہ کر آدا دینا

(۱) حقیقت معشوقی۔ (۲) شانتی۔ (۳) لڑکی

گناہ

(۳۷۵) نظم

پاپ کیا ہے؟ گناہ کتنے ہیں
آتما جسم ہی کو ٹھہرانا
آتما، پاک ہست، برتر ہے
جسم کو شانِ آتما دینا
کذب و بطلاں یہی ہے پاپ کی جڑ
کیا تکبر ہے؟ کبریائی ذات (کو)
کرودھ کیا ہے؟ جلالِ واحد ذات (کو)
کیا ہے شہوت؟ سرورِ پاکِ ذات
کیا عداوت ہے؟ پاک وحدت ذات
حرص کیا؟ سب پہ قبضہ کلّی ذات
موہ کیا ہے؟ قیام یکساں ذات
پس گناہ کیا ہے؟ آتما کا حق
ہستِ مطلق کا جہل میں سنسرگ

داخل جہل سارے فتنے ہیں
بوٹا پاپوں کا یہ ہے لگوانا
علم واحد، سرور و اکبر ہے
رات کو آفتاب کہہ دینا
ایک ہی جہل تین تاپ کی جڑ
بیچ دینا دروغ جسم کے ہات
بیچ دینا دروغ جسم کے ہات
بیچ دینا حقیر جسم کے ہات
بیچ دینا حقیر جسم کے ہات
بیچ دینا حقیر جسم کے ہات
بیچ دینا حقیر جسم کے ہات
جہل کو چھین دینا حق ناحق
نوشہ ہے پاپ کا۔ گناہ کا برگ

(۱) اگیان کے اندر (۲) بے فائدہ۔جھوٹ۔ (۳) جھوٹے شریر کے ہاتھ۔ (۴) ایک اکیلی ذات۔
(۵) آتما۔ مالکِ کل (۶) لاجنب۔ ایک رس۔

کلجگ

(۳۷۶) غزل

سچّے دل سے بچار کر دیکھو! — تم نے پیدا کیا ہے کلجگ کو

"مَیں نہیں ہُوں خدا" یہ کلجگ ہے — "جسم ہی ہُوں" یقیں یہ کلجگ ہے

"جسم ہے آتما" یہ کلجگ ہے — چارواکوں کا مت یہ کلجگ ہے

کھاؤں پیوں مزے اُڑاؤں گا — ہاں! وِروچن کا مت یہ کلجگ ہے

بندۂ جسم ہی بنے رہنا — سب گناہوں کا گھر یہ کلجگ ہے

جسم سے گر نشست اپنی دُور — ہُوجئے آتما میں خود مسرور

جسم میں گر نواس رکھّو گے — گیان سے گر ہراس رکھو گے

پاپ ہرگز نہ چھوڑینگے ہرگز — تاپ ہرگز نہ چھوڑینگے ہرگز

ہے خلاصی کی ایک ہی صُورت — اور رستہ نہیں کسی صورت

دُور کلجگ ابھی سے کیجے گا — دان دیجے گا دان دیجے گا

ٹھیک کرجگ ہے یہ نہیں کلجگ — دان کر دُور کیجئے کلجگ

ہند پر گہن (گرہن) لگ گیا کالا — دان دینے سے بول ہو بالا

دان

(۳۷۷) غزل

دان ہوتا ہے تین قسموں کا — انّ کا علم کا و عرفاں کا

ان کا دان ایک دن کے لئے
علم کا دان عمر بھر کے لئے
دان عرفان کا تا ابد دایم
سب سے بڑھ کر تو بیشرا ہے وان

جسم بیرون کو تقویت دیوے
جسم دوئم کو کر غنی دیوے
کر سرور ازل میں دے قائم
دان عرفان کا گیان ہی کا دان

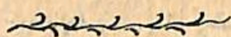
پنڈتو! گیان دان دیجے گا
گر یہ کلجگ کا گہن ہے باقی
لو ٹلا ٹل گئی ہے واہ واہ وا

ہند میں عام دان دیجے گا
کسر ہے گیان دان دینے کی
ہند روشن ہوئی ا-ہا ہا ہا ہا



جاؤ کلجگ یہاں سے جاؤ تم
حکم ناطق ہے رام کا تم پر
ہند ہی رہ گیا ہے کہا تمکو ؟

بھاگو بھارت سے۔ پھر نہ آؤ تم
بندھئے بستر کو اب اُٹھاؤ تم
آگ میں جل میں سر چھپاؤ تم



نے

(۳۷۸) غزل

خالی بالکل ہے بانس کی یہ نے[2]
بوسہ دیتا ہے اسکو جب نائی[3]

چند سوراخ دار بیشک ہے
نکل اُس نے سے سات سُر کی

(۱) جسم لطیف سے مراد ہے (۲) بانسری (۳) بانسری بجانے والا ۔

راگنی راگ سب ہوئے ظاہر
ایک ہی دم نے یہ ستم ڈھایا
سب سُروں میں جو موج مار رہے
دم تو پھونکے تھا ایک مُرلیدھر
سامعہ[1] باصرہ[2] خیال و عقل
مرد عورت۔ گدا میں شاہوں میں
قطب تارے میں۔ مہر میں مہ میں
ایک ہی دم کا یہ پسارا ہے
دارِ دُنیا کی ایک ہی[3] نے میں
تو ہی[4] نائی ہے کرشن پیارا ہے

مختلف بھاگ سب ہوئے باہر
کلیجہ اب بلبیوں اُچھل آیا
دم وہ تیرا ہی کرشن پیارے ہے
مختلف زمزمے بنے کیونکر؟
سب میں واصل ہوا کرے ہی نقل
قہقہوں۔ چیچھوں میں آہوں میں
جھونپڑے میں۔ محلسراء راہ میں
سب میں واصل ہے سب میں نیارا ہے
پران تیرے نے راگ پھونکے ہیں
ساری دُنیا ترا پسارا ہے

(۱) سُننے کی قوت (۲) دیکھنے کی قوت (۳) خالی بانسری (۴) بانسری بجانے والا۔

شیش مندر

(۳۷۹) غزل

شیش مندر میں راک دفعہ بُلڈاگ
جوق در جوق پلّئیں سگ تھے
سخت جھنجھلایا یہ وہ جھنجھلائے

آ پھنسا تو ہوا بگولا آگ
ٹھٹ کے ٹھٹ لگ رہے تھے کُتّوں[1] کے
چار جانب سے طیش میں آئے

(۱) کُتّا۔

بگڑا منہ اِسکا۔ وُہ بھی سب بگڑے
جب یہ اُچھلا وُہ سب کے سب کودے
جب یہ بھونکا صدائے گُنبد سے
گیا ہی اوساں خطا ہُوئے اِسکے
”وہیں مرا میں مرا“ سمجھ کروائے
مرگیا ڈاگ سر کو دُھن کروائے
شیش مندر میں آکے دُنیا کے
جاہلِ غیر داں مرا بھونکے
وہم میں کیوں بھرمتا جاتا ہے
اپنے آپے میں کیوں نہ آتا ہے

درِشٹانت

(۳۸۰) غزل

گاڈ مالک مکان کا آیا
مرد داناؔ نے جلوہ فرمایا
رُوئے زیبا کو ہر طرف پایا
فرطِ شادی سے سینہ بھر آیا
فرشِ اطلس نفیس جھالر دار
عطر و عنبر لطیف و خوشبُو دار
تختِ زرّیں پہ ریشمی تکیئے
گدّے مخمل کے زیب دیتے تھے
بیٹھا ٹھسّے سے زینتِ خانہ
گدگدی دِل میں جھومتا شانہ
جب نظر چار سُو اُٹھا دیکھا
کچھ نہ اپنے سے ماسوا دیکھا
گرچہ واحد تھا پر ہزاروں جا
جلوہ اُفگن رُخِ صفا دیکھا
گاہ مونچھوں کو تاؤ دے دیکر
صورتِ بیر رس میں آ دیکھا
کر کے سنگار کنگھی پٹّی کا
پان ہونٹوں تلے دبا دیکھا
تیغِ مصری کے دیکھنے کے لئے
پیاری پیاری بھنویں چڑھا دیکھا

خندۂ گل کی وید کی خاطر کیا نہ دل سے کھلکھلا دیکھا

ابر نیساں کا لطف لینے کو تار آنسو کا بھی لگا دیکھا

غیر دیکھے ہے جیسے اس تن کو اس طرح اس سے ہو جدا دیکھا

عکس اک چھوڑ اصل کو آئے سب وجودوں میں پھر سما دیکھا

گولیاں پیلی کالی سرخ اور سبز منہ سے اپنے نکال بازیگر

آپ ہی دیکھتا ہے اپنے رنگ آپ ہی ہو رہا ہے متحیر

بیٹھ ہر طرح شیش مندر ہیں ٹھاٹھی بیٹھے سے بن بنا دیکھا

وشیٹھی مست کارن شریر بن لیٹا چار کوٹوں میں لیٹتا دیکھا

وشیٹھی خود جو جسم خیال کو دھارا جملہ عالم کو خیال ہی دیکھا

وشیٹھی جاگی صورت قبول کی جب خود سب کو پھر جاگتا ہوا دیکھا

تجھ سے بڑھکر ہوں تیرا اپنا آپ مجھ کو اپنے سے کیوں جدا دیکھا

ایک ہی ایک ذات واحد رام جملہ صورت میں جابجا دیکھا

گدی تکیے سے ہیں نہیں ہلتا ہلتا کس نے سنا ہے یا دیکھا

کیوں خوشامد کی بات کرتے ہو شیشے مسند مکان ہی کب تھا

یہ تو سب اک خیال لیلا تھی موج میں اپنی آپ ظاہر تھا

موج بھی آپ لیلا ولا آپ لال نطق و زبان یاں پر تھا

نطق میں اور شبد میں موجود ایک واحد سپھوٹ روشن تھا

کوہِ نُور کا کھونا اور عزّت

(۱۸۱۳) نظم

زیر نادر ہُوا محمد شاہ
گرچہ نادر نے خوب ہی ڈھونڈا
کہہ دیا اِک حریص لونڈی نے
"وہ اُسکو پگڑی میں سی کے رکھتا ہے"
پھر تو بیحد تپاک سے آ کر
"اے شہِ مہرباں محمد شاہ!
پگڑیاں آج تو بدل لینگے
رسمِ اُلفت ادا کرو ہم سے"
چھُٹ گئیں گو ہوائیاں مُنہ پر
"وہ شوق سے پگڑی بدلئے گا شاہ"
تھی محمدؐ کو ظاہری عزّت
قیمتِ مملکت سے بڑھکر تھا
اے عزیزوں یہ عزّت و دولت
دامِ تدوِیر میں نہ آجانا
خلعتِ فاخرہ سے ہو خورسند

دہلی اُجڑی ذلیل ابتر آہ
نہ مِلا کوہِ نُور کا ہیرا
ہے چھُپایا کہاں محمدؐ نے
"جُدا اُسکو کبھی نہ کرتا ہے"
بولا نرمی سے پیار سے نادر
یار بھائی ہے نیرا نادرشاہ
دِل محبّت سے خُوب بھر لینگے
یہ محبّت وفا کرو ہم سے"
زہر خندہ سے بولا "ہاں ہاں" کر
مارا بے بس رنگیلا دہلی شاہ
یہ تبدّل تھا اصل میں ذِلّت
ہیرا پگڑی میں اُسکو کھو بیٹھا
نفس نادر ہے بر سرِ اُلفت
جان! نہ پھندے میں پھنس پھنسا جانا
کھوئے کے ہیرا بنے ہو دولتمند

(۱) فریب کا جال (۲) دُکھ

چین پڑنے کا ہے نہیں ہرگز
ذاتی جوہر سے ذاتی عزت ہے
جب تُو فخر خطاب لیتا ہے
تُو کریم جہاں ہے داتا ہے
سبکو رونق ہے تیرے جلوے سے
سند سرٹیفکیٹ ڈگری کی
تُو تو معبود ہے زمانے کا

امن ہیرے بنا نہیں ہرگز
باقی ناومنی کی علت ہے
آتما کو عذاب(۱) دیتا ہے
چھوٹا اپنے کو کیوں بناتا ہے؟
تجھ کو عزت بھلا ملے کس سے؟
آرزو میں ہے قیدِ غم تن کی
قیدمت ہو کسی بہانے کا

(۱) دُکھ

خطاب بہ نیپولین

(۳۸۲) نظم

واہ رے نیپولین! نڈر شہِ مرد
"ہالٹ" کہہ کر سپاہِ دشمن کو
جان بازی میں شیر مردی میں
رُعب سے اور غضب کی صولت(۱) سے
راجپوتوں کی عورتوں کا دل
اُنکی جانب سے شیر کو چیلنج
پشتے کشتوں کے کردیئے ہر سُو

ٹڈی دَل فوج تیرے آگے گرد
لرزاں کردے اکبار لشکر کو
خوش خوشاں دشتِ غم نوردی میں
تُو برابر تھا ہندو عورت کے
نہ ہلے گرچہ کوہ جائے ہل
لیک شہرت کے نام سے ہے ربخ
خون کے جُوۓ(۲) ہی بھر دیئے ہر سُو

(۱) دبدبہ ۔ ہیبت (۲) نہریں ۔ دریا سے مطلب ہے۔

ملک پر ملک تُو نے مار لیا
پر کہو اِس سے کیا سنوار لیا
دینی چاہتا تھا راج کو وسعت
پر مِلی حرص و آز کو وسعت
دِل تو ویسا ہی رہگیا پیاسا
جیسا جنگ و جدل سے پہلے تھا

سیزر

(۳۸۳) نظم

اَے شہنشاہِ جولیس سیزر
ساری دُنیا کا تُو بنا افسر
اتنا فتنے کو طُول کیوں کھینچا
دِل زمیں میں فضُول کیوں اینٹھا
سہم دِل میں رہا تعجب خیز
خلدشہ پہلو میں موج درد انگیز
آہ تیری منزلت کو بڑھایئں
ہندُو کیواں سے بھی پرے جائیں
کیُوں نہ اتنا بھی تم کو سُوجھ پڑا
جس میں شے آئے وہ ہے شے سے بڑا
جزؤ کُل سے ہمیشہ چھوٹا ہے
چھوٹا کمرے سے بکس و لوٹا ہے
جبکہ تجھ میں جہان آتا ہے
آنکھ میں بحر و بر سماتا ہے
کوہ و دریا و شہر و صحرا باغ
بادشاہ و گدا و بُلبُل و زاغ[1]
عِلم میں اور شعُور میں تیرے
ذرّے سے چمکتے ہیں بہتیرے
خود کو محدُود کیوں بناتے ہو
منزل اپنی پڑے گھٹاتے ہو؟
تجھ میں چھوٹے بڑے سمائے ہیں
تُو بڑا ہے یہ جس میں آئے ہیں

(۱) کوّا۔

مُلکِ سرسبز اور زمیں شاداب
ہیں شعاعیں تری زمین و آب

شمس مرکز نظامِ شمسی کا
ہے نہیں تُو تو ہے آشرا سب کا

نُور تیرے ہی سے ضیا لیکر
مہر آتا ہے روز چڑھ بڑھ کر

اپنی کرنوں کے آب میں خود ہی
ڈُوب مت مر سراب میں خود ہی

جان اپنے کو گر لیا ہوتا
قبضہ عالم پہ جھٹ کیا ہوتا

سلطنت میں مطیع چرند و پرند
راجے مہاراجے ہوتے زاہد و رند

ذات میں حلّ دِل کیا ہوتا
حل عُقدہ کو یُوں کیا ہوتا

ہاتھ میں کھڑگ ہو کہ کھنڈا ہو
قلم ہو یا بلند جھنڈا ہو

جُدا اپنے کو ان سے جانتے ہیں
ان کے ٹُوٹے نہ رنج مانتے ہیں

آپ کو سُور بیر اس تن سے
جُدا مانے ہیں جیسے آہن سے

گر بلا سے یہ جسم چُھوٹ گیا
کیا ہُوا گر قلم یہ ٹُوٹ گیا

تُو ہے آزاد ہے سدا آزاد
رنج و غم کیسا؟ اصل کو کر یاد

اے زماں! کیا یہ تُم میں طاقت ہے
اے مکاں! تجھ میں یہ لیاقت ہے؟

کر سکو قید مجھ کو۔ مجھ کو قید!
پلک سے تم ہو کالعدم ناپید

فکر کے پاپ کے اُڑیں دُھوئیں
گر کبھی ہم سے آن کر اُلجھیں

پُرزے پُرزے الگ ہوئے ڈر کے
دھجیاں جہل کی اُڑیں ڈر سے

شاہِ زماں کو پرَدان (۳۸۴)

قیصرِ ہند ا بادشہ داوَر
جاگتا ہے سارا شہر[1] خاور[2]

(۱) روشنی (۲) سلطنت، کا بادشاہ۔ مراد سُورج سے ہے ✝

راج پر تیرے مغرب و مشرق | چمکتا ہے سدا شہِ مشرق
شاہِ مشرق کی برہم وِدیا ہے | رانی وِدیاؤں کی یہ وِدیا ہے
جاہِ ذاتی رہے قریب تمہیں | شاہ رِعلموں کا ہو نصیب تمہیں
نُور کا کوہ دماغ میں دمکے | ہند کا نُور تاج پر چمکے
تیرے فکر و خیال کے پیچھے | شِیریں چشمہ عجیب بہتا ہے
یہ ہی چشمہ تھا ویاس کے اندر | عیسےٰؑ احمدؐ اِسی میں رہتا ہے
اِسی چشمہ سے وید نکلے ہیں | اِسی چشمہ سے کرشن کہتا ہے
چلئے آبِ حیات واں پیچھے | دُکھ کا ہے کو یار سہتا ہے
پچھلے رِشیوں نے اِس ہی چشمے سے | گھڑے بھر بھر کے آب کے چکھے
دُنیا پلٹے زمانہ بدلے گا | پر یہ چشمہ سدا ہرا ہوگا
مہر ڈوبے گا قطب ٹوٹے گا | پر یہ چشمہ سدا ہرا ہوگا
رسم و ملت تو ہونگے ملیا میٹ | پر یہ چشمہ سدا ہرا ہوگا
ایسے چشمے سے بھاگتے پھرنا | باسی پانی کو تاکتے پھرنا
تشنہ رکھے گا بہر خاطرِ آب | جا بجا آگ تاپتے پھرنا
رام کو ماننا نہیں کافی | جاننا اس کا ہے فقط شافی[1]
بر کھلے۔ کینٹ ہل، ہیملٹان | جستجو میں تری ہیں سرگرداں

(۱) شفا دینے والا۔ تسکین دینے والا +

بائیبل۔ وید۔ شاستر۔ قرآن
بھاٹ تیرے ہیں ای شہِ رحمان
اپنی اپنی لیاقتیں لے کر
تر زباں گا رہے ہیں تیری شان
مدح خواں شاعروں کو دو انعام
وقت دربار خاص و جلسۂ عام

آنند اندر ہے

(۳۸۵) نظم

سگ نے ہڈی کہیں سے اک پائی
شیر نر دیکھ فکر یہ آئی
کہ کہیں مجھ سے شیر چھین نہ لے
ہڈی اک اس سے شیر چھین نہ لے
لیکے منہ میں اُسے چھُپا کر وہ
بھاگا کھائی کو دُم دبا کر وُہ
عظم[1] چبھتی تھی منہ میں جب رگ کو
خون لگتا لذیذ تھا سگ کو
مزا اپنے لہو کا آتا تھا
پر وُہ سمجھا مزا ہے ہڈی کا
شیرِ نر بادشاہ تنہا رو
ہڈی مُردے ہوں ہر طرف سَو سَو
وُہ تو نہ آنکھ بھر کے تکتا ہے
سگِ ناداں کا دِل دھڑکتا ہے
سُرگ کی نعمتیں ہوں دُنیا کی
ہیں تو یہ ہڈیاں ہی مُردے کی
ان میں لذّت جو تُم کو آتی ہے
در اصل یہ ایک آتما کی ہے
اے شہنشاہِ مُلک۔ اے اِندر!
چھِنتا وہ نہیں زر و گوہر
راج دُنیا کا اور سُرگ و بہشت
باغ و گلزار و سنگِ مرمر و خشت

(۱) ہڈی ۔۔

نعمتیں یہ تمہیں مبارک ہوں
دیکھا یہ تمہارے مقبوضات
جانِ من نورِ ذات ہی کا ناتھ[1]
جو غنی ذات میں ہے ہیرِ و ہیر[2]
سب دہانوں سے وہ ہی کھاتا ہے
"یہ ہوں ہیں" "یہ ہو تم" یہ اشنیت[3]
صور و اشکال سب کرامت ہے

بارِ غم یہ تمہیں مبارک ہوں
قبض کرتے ہیں کیا تمہاری ذات
فوج رکھتا نہیں ہے سورج ساتھ
جلوہ گر در وجود برنا پیر
سواد کھانے بھی بن کے آتا ہے
معجزہ ہے ترا نہ اصلیت
ہیری قدرت کی یہ علامت ہے

(۱) مالک (۲) بہادر (۳) دوئیت ۔

(۳۸۶)

سکندر کو اودھوت کے درشن

کیا سکندر نے بھی کمال کیا
بر لبِ گنگ سندھ جب آیا
اُن دِنوں ایک سالک و مالک
کیا عجب تھا فقیر عالمگیر
اِس کی صورت جمالِ سرباتی
اِس سوامی نے کچھ نہ گردانا
شیشہ آئینہ گر[1] کو دکھلایا

غلغلہ شور و شر کا ڈال دیا
ڈٹ گیا فوج لے کے جھلا آیا
سے ملاقی ہوا۔ رہا ہک دک
قلبِ صافی مثالِ گنگا نیر
گفتگو میں جلالِ عریانی
زور و زاری و زر سے پھسلانا
رنگ جوں آئینہ وہ ہو آیا

(۱) آئینہ گر سکندر اعظم سے مراد ہے ۔

رہ کے ششدر وہ بادشاہِ جہاں
بولا سادھو سے صورتِ حیراں

"ہند میں قدر نہ پر کھتے ہیں
ہیرے کو لینٹھروں میں رکھتے ہیں

چلئے گا ساتھ میرے یوناں کو
قدم رنجہ کرو مرے ہاں کو"

ابھدوت کا جواب

(۳۸۷) نظم

کیا ہی میٹھی زباں سے بولا وہ
رستی پہ کلام کو تولا

کوئی مجھ سے نہیں ہے خالی جا
پور پورن ذرا نہیں ہلتا

جاؤں آؤں کہاں کدھر کو میں
ہر مکاں مجھ میں۔ ہر مکاں میں میں

یہ جو لاہوت سے ندا آئی
کون بیچارے کو نہیں بھائی

پھر لگا سر جھکا کے یوں کہنے
اسکے سمجھا نہیں ہوں میں معنے

مشک و کافور و عطر و عنبر بو
اسپ و گلزار و نازنین خوشرو

سیم و زر خلعت و سماع و سرود
میوے ہر نوع کے آبشار و رود

یہ میں سب دونگا آپ کو دولت
ہر طرح ہوگی آپ کی خدمت

چلئے گا ساتھ میرے یوناں کو
چل مبارک کرو مرے ہاں کو

مستِ مولا سے تب یہ نور جھڑا
آسماں سے ستارہ ٹوٹ پڑا

جھوٹ جھوٹوں ہی کو مبارک ہو
جھل نیچے وہ بسے جو تارک ہو

ہیں تو گلشن ہوں آپ خود گلریز
خود ہی کافور خود ہی عنبر ریز

سونے چاندی کی آب و تاب ہوں میں
راگ کی میٹھی میٹھی سُر میں ہوں
خوش مزا سب طعام ہیں مجھ سے
رقص ہے آبشار کا میرا
زرق برقی سُنہری تاج ترا
چاندنی مُستعار[1] ہے مجھ سے
کوئی بھی شے جو تیرے من بھائے
دے دیا جب پھر اسکا لینا کیا
کر کے بخشش میں باز کیوں لونگا
پرکرتی کو نوعید مجھ سے ہے
خود خُدا ہوں سرورِ پاک ہوں میں
ایسا ویسا جواب یہ سُن کر
چہرہ غصّے سے تمتما آیا
کھینچ تلوار تان لی جھٹ پٹ
شاہِ ذی جاہِ مُلک دارا جم
مجھ سے گستاخ گفتگو کرتا

گُل کی بُو مستئ شراب ہوں میں
دمک ہیرے کی تابِ دُر میں ہوں
اسپ کی خوش خرام ہے مجھ سے
ناز و عشوہ ہے یار کا میرا
میرا محتاج ہے۔ محتاج مِرا
سونا سورج اُدھارے مجھ سے
میں نے لذّت عطا ہے فرمائی
شاہِ شاہاں کو یہ نہیں زیبا
پھینک کر تھوک چاٹ کیوں لونگا
مانگوں اب میں رعیت مجھ سے ہے
خود خدا ہوں غرورِ پاک ہوں میں
بھڑک اُٹّھا غضب سے اسکندر
خون رگِ جوش مارتا آیا
جانتا ہے مجھے تو اے نٹ کھٹ
میں ہوں شاہِ سکندر اعظم
بھول بیٹھا ہے کیوں ابھی مرنا

(۱) اُدھار ۔ مانگی ہوئی ٭

کاٹ ڈالوں گا سِر ترا تن سے
دیکھ کر حال یہ سکندر کا
کِذب[1] ایسا تو اے شہنشاہا
مُجھ کو کاٹے! کہاں ہے وہ تلوار؟
ہاں گلائے مجھے! کہاں پانی؟
موت کو موت آ نہ جائے گی
بیٹھ بالو میں بچے گنگا تیر
فرض کرتے ہیں ریت میں خود گھر
خود تصور کو پھر مٹاتے ہیں
وہم کا گھر بنا تھا وہم مٹا
ریگ سُدھرا تھا۔ نئے خراب ہُوا
راست تو اُس زباں سے سُننا ہے
تُو جو سمجھا یہ جسم میرا ہے
سر یہ تن سے اگر اُڑا دے گا
ریت کا تو نہ کچھ بُرا ہو گا
میری وسعت کو کون پاتا ہے
تاج جُوتے کے درمیاں واقع

ضرب شمشیر سے ابھی دن سے
سادھو آزاد کِھلکِھلا کے ہنسا
عُمر بھر میں کبھی نہ بولا تھا
داغ دے مُجھ کو! ہے کہاں وہ نار[2]
باد سُوکھا ہی لے! اِمرے ناتی
قصد میرا جو کر کے آئیگی
گھر بناتے ہیں شاد یا دلگیر
یہ رہا گنبد ادھر ہے در
خانہ اپنا وہ آپ ڈھاتے ہیں
بالو تھا بعد میں جو پہلے تھا
فرض پیدا ہُوا تھا خود بگڑا
پر پڑا آپ جال بُنتا ہے
فرض تیرا ہے۔ فرض تیرا ہے
فرض اپنے ہی کو گرا دے گا
خانہ تیرا خراب ہی ہو گا
مجھ میں ارض و سما سماتا ہے
مَیں نہیں ہوں نہ تو ہے جاں! واقع

(۱) جھوٹ (۲) آگ

اتنا تھوڑا نہیں حدود اربعہ
اپنی ہتک یہ کیوں کری تم نے
کیوں تنک کر دیا ہے آتم کو
خود تو مغلوب تم غضب کے ہو
غصہ میرا غلام۔ تم اس کے
گر پڑی شہ کے ہاتھ سے شمشیر
کیا عجب! یہ تو زیرِ آختہ تیغ
شہ کے غیظ و غضب کو جوں مادر
اور وہ شہِ سکندرِ رومی
پاس اس وقت اپنی عزت[1] کا
لیک شہ کو تھی جسم میں آخر
قلعہ مضبوط اس کا ایسا تھا
کر سکے کچھ نہ تیر کی بوچھاڑ
اس جگہ غیر آ نہیں سکتا
اس بلندی سے سرفرازی سے
یہ زمیں اور اسکے سب شاہاں

پگڑی جوڑا نہیں حدود اربعہ
بات مانی مری بڑی تم نے؟
ایک جوہڑ بنایا قلزم کو
شاہِ جذبات سے بھی اڑتے ہو
بندۂ بندگاں! رہو بچ کے
نگہ عارف سے ہو گیا وہ زیر
گر جبا تھا مثالِ باراں میغ
ناز طفلک کا جانتا تھا گر
بات چھوٹی سے ہو گیا زخمی
ہر دو جانب کو ایک جیسا تھا
شاہِ شاہ[2] کا تھا آتما میں گھر
اونچے سورج سے بھی پرے ہی تھا
خالی جائے بندوق کی بھر مار
یاں ہے کوئی بھی جا نہیں سکتا
قلعہ مضبوط شیرِ غازی سے
تارہ ساں ذرہ ساں کہ نقطہ ساں

(۱) عزت (۲) فقیر*

نُقطہ موہوم بن ہوئے نابُود — ایک واحد ہُوں ہست و باشد و بُود
اُڑ گئے جُوں سپاہِ تاریکی — تاب کسکو ہے ایک جھانکی کی
رُوئے عالم پہ جم گیا سکّہ — شاہِ شاہاں ہُوں شاہِ شاہاں شہ
اہلِ ہیئت نے بھی پڑھا ہوگا — نُقطہ کیا خوب یہ ریاضی کا
جبکہ لاجنب اِک ستارے کا — بحث ہیں ہو حساب یا لیکھا
صِفر ساں یہ زمین پیچاں پیچ — ہیچ گِنتے ہیں ہیچ مُطلق ہیچ
اب کہو ذاتِ بحت[1] کے ہوتے — کیُوں نہ اجسام جان کو روتے

(۱) نرگن ۔ بے صفت ۔

جسم سے بے تعلّقی

(۳۸۸)

بادشاہ اِک کہیں کو جاتا تھا — اُس طرف سے فقیر آتا تھا
بادشاہ کو گھمنڈ تاج کا تھا — مست کو ذات ہی کے راج کا تھا
مست چلتا تھا چال مستی کی — راہ نہ چھوڑا سلام تک نہ کی
بادشاہ تُرش ہوکے یُوں بولا — سخت مغرُور، شوخ، گُستاخا!
بادشاہُوں تجھے سزا دُونگا — جسم تیرا ابھی جلا دُوں گا
رستہ پہ مولا کبیر عالی جاہ — شاہِ شاہاں فقیر لاپرواہ
جس کا مبداء و قُطب اعظم تھا — محورِ گفتگو بھی آتم تھا

جسم پائنٹ سے کچھ نہ کرتا تھا
پاس دھک دھک جلے تھی اک بھٹی
تب مخاطب ہو شاہ سے بولا
میں ہوں قرطاس اُس پہ تُو تصویر
نقش دعوی کرے تکبر ہے
جسم کے اعتبار ہی سے سہی
قتل کرنے کا قادر ہے تیرا
قتل و دھمکی کا گرم ہے بازار
جاں لینا نہیں ترے بس میں
تُو جلائے گا درد کیا ہو گا
اس سے بڑھکر سزا تُو کیا دیگا
آگ میں ڈال دے تُو اس[1] تن کو
دونوں حالت میں مجھکو یکساں ہے
تُم سے بڑھکر تمہارا اپنا آپ
آگ میرا ہی اک تجلی ہے
مجھ میں سب جسم بُلبُلے سے ہیں

آتما ہی تھا۔ نُور جھڑتا تھا
ٹانگ اُس میں فقیر نے دھر دی
نقشِ تصویر شہ[2] قرطاسا!
ذاتِ اصلی ہوں۔ فرض ہے تصویر
کبریائی مری تو اظہر ہے
میں ہوں آزاد اس طرح سے بھی
چھڑکنا اختیار ہے میرا
سودا میرا ہے میں ہوں خود مختار
تیری تنبیہ ہے مرے بس میں
دیکھ لے پیر جل گیا سارا
میرا اک بال بھی نہ ہو بینگا
خواہ شعلوں میں ڈال اس[2] تن کو
کچھ نہ بگڑا نہ بگڑ سکتا ہے
میں ہی تم ہوں نہ تم ہو اپنا آپ
رعب تیرا بھی زور میرا ہے
ایک ٹوٹے گا اور قائم ہیں"

(۱) جسمِ فقیر۔ (۲) جسمِ شاہ۔

سادھو جب کر رہا تھا یہ تقریر — شہ کا دل ہو گیا وہیں نخچیر
دست بستہ کھڑا ہُوا آ گے — سائیں! عارف ہیں آپ اللہ کے
ترک دُنیا کی آخرت کی ترک — ترک مولیٰ کی۔ ترک کی بھی ترک
درجہ اوّل کے آپ تیاگی ہیں — بارے درشن کے ہم بھی بھاگی ہیں

فقیر کا کلام

(۳۸۹)

قدم بوسی کو شہ جھکا ہی تھا — کلمہ بے ساختہ یہ تب نکلا
اَے شہنشاہ! تم مبارک ہو — تم ہی سب سے بڑے تو تارک ہو
اپنی کیجے گا قدم بوسی خود — تم ہی تیاگی ہو۔ تم ہی جوگی خود
کچھ نہیں اس فقیر نے تیاگا — ذات کے راج پاٹ ہیں جاگا
خاک اُوپر سے جب ہٹا بیٹھا — معدنِ بے بہا کو پا بیٹھا
کُوڑا کرکٹ اُٹھا دیا اُس نے — محل شُتھرا بنا لیا اُس نے
جہل کو تیاگ آپ ہو بیٹھا — ذات تیری طرح نہ کھو بیٹھا
لیک تم نے سوراجیہ چھوڑا ہے — کُوڑا رکھا ہے محل چھوڑا ہے
راکھ کو تم عزیز رکھتے ہو — اصل معدن کو تم نہ تکتے ہو
خاک ساری لپیٹ لی تم نے — کیا رمائی بھبھوت ہے تم نے

جُڑ گئے ہو اوِدیا سے آپ
تُم ہی جوگی ہو میں نہ جوگی ہُوں
سُن کے شاہ یہ فقیر کی تقریر

جوگی کیسے جُڑے بلا کے آپ
ذاتِ تنہا ہُوں میں وِیوگی[1] ہُوں
سکتہ عشق کر گیا بنا تصویر

(۱) علیحدہ ۔ الگ ؞

گارگی

(۳۹۰) نظم

جنک راجہ کی حُکمرانی ہیں
ننگی پھرتی تھی گارگی لڑکی
چہرے سے رُعب داب برسے تھا
گیان کی اصل ذات کی خُوبی
تک سکے آنکھ بھر کے اُس رُو کو
پاکبازی کا وُہ مجسّم نُور
اِک دفعہ معرفت کی پُتلی پر
دفعتہً گارگی یہ بھانپ گئی
عیب بینوں کا کُفر توڑ دیا

اُن بدیہوں کی راجدھانی ہیں
نُور چِتون میں تھا جلال بھری
حُسن کو ماہتاب تر سے تھا
اُسکے ہر روم سے چمکتی تھی
مارے دہشت کے تاب تھی کسکو؟
شپرہ[1] چشم کو بھگاتا دُور
کرتی تھک تھی نگاہِ عیب[2] نگر
جان قالب ہیں سب کی کانپ گئی
رُوئے اجسام ہیں کو موڑ دیا

(۱) چمگادڑ یعنی جاہل یا اگیانی سے مُراد ہے۔ (۲) عیب دیکھنے والی دُرشٹی ؞

گیاں سے پڑدہاں یوں کھولا
ہیں وہ خنجر ہُوں تیز دم ظالم
تین جاموں میں یا نیاموں میں
دُور گر پردۂ حیا کردُوں
شمس کب تاب جھلک کی لائے
دیکھ مجھکو فلک کے سب اجرام
گھر ایسے یہ دُنیا اُڑ جائے
کاش دیکھو تجھے مجھے دیکھو!
ہیں برہنہ تھی تم نے سمجھا کیوں؟
جسم میں ہوں یہ کیسے مان لیا
کٹ گیا جسکے دِل میں حسن مرا
جان جب ہو چکی ہو نو چھادر
ناظر و نظر آپ خود منظور
ٹوٹے پڑتا ہے ہائے حسن مرا
خود ہی معشوق آپ عاشق ہوں
تارے کب روشنی سے نیارے ہیں

(نافہ تاتار تھا کہ اگنی تھا)
لوہا مانے ہیں مہر و مہ انجم
چھپ کے بیٹھی ہوں تین خانوں میں
فتنہ محشر ابھی بپا کردوں
چکا چوندی سی آنکھ میں آئے
مثل شبنم اُڑیں کریں آرام
دیکھنے کی مجھے سرا پائے
ہر سر مُو سے چشم حیرت ہو
خاک اِس سمجھ پہ یہ سمجھا کیوں؟
ہائے کپڑوں کو جان ٹھان لیا
دنگ سکتے کا ایک عالم تھا
بولو وہ پھر کہاں رہا ناظر
وصل کیسے؟ کہاں ہوا مہجور (۱)
پرنہ گاہک کوئی مِلا اُس کا
نے غلط، میں تو عشق صادق ہوں
تم ہمارے ہو ہم تمہارے ہیں

(۱) جُدا علیحدہ - چھوڑا گیا۔

اے عدو! اینٹھ لے۔ بگڑ۔ تن لے	سخت کہدے کہ سُست ہی کہہ لے
جوشِ غصہ نکال لے دِل سے	طاقتِ طیش آزما تو لے

مجھے بھی اِن تری باتوں سے روک تھام نہیں
جگر میں دھام نہ کرلوں تو رام نام نہیں

(۱) دشمن
گارگی سے دو دو باتیں

(۳۹۱) نظم

رام بھی ایک بات جڑتا ہے	خنجرِ تیز دم سے لڑتا ہے
حُسن کی بحر۔ غیرتِ خوبی!	اِک نظر ہو ذری اِدھر تو بھی
مانا دِیدوں میں ہے تیرے لالی	جوت آنکھوں میں ہے کپل[1] والی
بھسم کرتی ہے تو ہزاروں کو	کون روکے بھلا انگاروں کو
لیک مَیں ایک ہوں ہزار[2] نہیں	رام پر تیرا اختیار نہیں
جھانک آئینے میں دِل کے دیکھ لے	تو ذرا گردن جھکا کر دیکھ[3] لے
قلب کس سے ترا منوّر ہے	جلوہ گر کون اُسکے اندر ہے
چیں چبیں ہو کے کُٹل کر بھرکُٹی	ترچھے چِتون نظر کیئے ٹیڑھی
کیوں غضب تیر پاس رکھتا ہے	رام بھرکُٹی میں باس رکھتا ہے
چھوڑ دو گھور کر دکھانی آنکھ	رام بیٹھا ہے تیرے داہنی آنکھ

(۱) کپل رشی سے مُراد ہے (۲) کثرت۔ (۳) وچارے۔ دیکھ لے ٭

تلخ کامی سے کسکو دی دشنام[2]
چل کرو گر دماغ میں تکرار
ہر طرح رام سے گریز نہیں
اے محیطِ کنار ناپیدا
بحرِ مّواج ہے تلاطم میں
میں برہنہ نہیں یہ کیوں بولا
پہنکر آج موج کی چادر
میں، برہنہ نہیں یہ کیا معنی!
تنکا بھر۔ کشتی بھر۔ جہاز سہی
ہائے تم نے تو کیا ستم ڈھایا
نون آنکھوں میں کر دیا تم نے
ستر پردے سبھی اُٹھا دونگا
نام رُوپوں کی بُو اُڑا دونگا
ہائے! اظہار آج یوں کس سے
آپ ہی گار گی ہُوں آپ ہُوں رام

شاہ رگ اور کنٹھ ہیں ہے رام
رام بیٹھا ہے تیرے دسویں دوار
جُدا آہن سے تیغ تیز نہیں
حُسن و خوبی۔ تیری فدا شیدا
حُسن طُوفاں ہے تیرا عالم ہیں
سامنے میرے کُفر کیوں تولا؟
نخرے تخرے ہمیں سے یہ نادر؟
بُرقع اوڑھا حباب لایعنی
کوہ بھر۔ بحر بھر۔ یہ ناز سہی
جُملہ عالم دروغ وہ آیا
جُھوٹ سچ کر دکھا دیا تُم نے
جُھوٹ بولنے کی میں سزا دُونگا
ہُو بہی ہُو ہُو ہُو ہُو دِکھا دُونگا
رُو برو ہو کھڑا بنے کس سے
کچھ نہیں کام رات دن آرام

(۱) غصّہ کی حالت۔ (۲) گالی ×

چاند کی کرتوت

(۳۹۲) نظم

عجب گھومتے گھومتے رام کو — مِلا ایک تالاب سرِ شام کو
جولاہے کی تھی پاس اِک جھونپڑی — تھی لڑکی وہاں کھیلتی اِک بڑی
ہُوا چُپکے سے سرسرانے لگی — اُدھر چاندنی دندنانے لگی
میں کیا دیکھتا ہوں کہ لڑکی وہیں — ہے مبہوت بن رہی اور ہلتی نہیں
کھلا مُنہ ہے بھولے سے مُسکا رہی — ہے آنکھوں سے کیا چاند کو کھا رہی
اُتر آنکھ سے دِل میں داخل ہُوا — دِلِ صاف میں چاند سب گھُل گیا
کہو تو ارے چاند کیا بات ہے؟ — یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ کیا گھات ہے؟
پڑا عکس ہے تیرا تالاب پر — یہ لڑکی کے دِل میں کیا تُو نے گھر
دیا عالموں کو نہ جس راز کو — دکھایا نہ جو دُوربیں باز کو
ریاضی کا ماہر نہ جو پا سکا — نہ ہئیت سے جو بھید کچھ آ سکا
جولاہے کے گھر میں دِیا سب بتا — ارے چاند! کیوں جی! ہُوا تجھکو کیا؟
وہ ننھے سے دِل میں یہ آرام کیا؟ — غریبوں کے گھر میں تیرا کام کیا؟

نوٹ بارے خوشی کے قافیہ و ردیف و اوزان وغیرہ کو رِندانِ آزاد لاپروا سے سابقہ پڑ جائے تو پابندیٔ قانونِ کہن اور قیودِ سخن کا نجات پانا (حکمت ہوتا)

لازم آتا ہے۔نظم کی زمین پر آنکھیں سیئے عمریں بیت گئیں۔نظم کے آسمان پر نظر اٹھاؤ ٭

آرسی

(۳۹۳) نظم

دُلہن کو جاں سے بڑھ کر بھاتی ہے آرسی
مُکھ صاف چاند کا سا دکھاتی ہے آرسی
ہستی علم سُرور کا مظہر تو خوب ہے
ہاں اِس سے آب رُو کو سجاتی ہے آرسی
ہم کو بُری بلا سے یہ لگتی ہے اِس لیئے
واحد کو قیدِ دُوئی میں لاتی ہے آرسی
ازبس غنی ہے حُسن میں وہ اپنے ماہرو
حیرت ہے اُس کے سامنے آتی ہے آرسی
خُوبی ہے رُوئے خُوب میں شیشے میں کُچھ نہیں
ہاتھوں میں رُو نمائی کو جاتی ہے آرسی
ظاہر میں بھولی بھالی سی حیراں شکل ولے
کیا جُھوٹ کو یہ راست بتاتی ہے آرسی

گھنوں میں ٹکڑہ آئینہ کا ہے حقیر تر
رُتبہ وَلے صفائی میں پاتی ہے آرسی
دیکھوں میں یا نہ دیکھوں ہوں آفتاب رُو
تاہم ہمارے دل کو لبھاتی ہے آرسی
گنگا سمیرُ و اَبر سہی مہر و ماہ سہی
مکھڑے کا اپنے درس کراتی ہے آرسی
ہے شوقِ دید چہرۂ تاباں کا رام کو
یکسُو دِلی ہر آن بناتی ہے آرسی

صدائے آسمانی

(۳۹۴)

ہائے چیچک نے وائے چیچک نے
کردیا آتما قریب المرگ
چہرہ روشن تھا صاف شیشہ سا
مہرِ طلعت پہ داغ آن پڑے
ایک رس صاف رُوئے زیبا تھا
ہوگیا پُرش مال مانا کا

اِس اِودیا کے ہائے چیچک سے
قیدِ کثرت میں ہوگیا سنسرگ
ہوگیا داغ داغ یہ کیسا!
تارے سُورج پہ کیسے آن پڑے؟
داغِ کثرت کا لگ گیا دھبّا
یعنے بامن یہ مبتلا کا ہُوا

مرض ایسا بڑھا یہ متعدّی
وہ دوا جس سے مرض جائے گا
پُرضروری ہے ویکسینی[1] نیشن
چھوڑ دو تُم ذری تعصّب کو
گائے کے تھن سے الف[3] کی نشتر

ہند سارے کی خبر اس نے لی
گنؤ ماتا کے تھن سے آئے گا
ورنہ مرتی ہے یہ ابھی نیشن[2]
ٹیکا لگوائے گا اب سب کو
لا رہی ہے علاج لیجئے کر

شہر ہر اک میں ہر گلی گھر گھر
بچّے لڑکے بڑے ہوں یا چھوٹے
گر نہ مانیں تو پکڑ کر بازو
درد بھی ہوگا پیڑ بھی ہوگی
شارھ تو ہے نرجنوسی توم"
پھر جو چیچک کے زخم بھر آئیں
غیر بینی و غیر دانی کو

ٹیکا ادویت کا لگا دینا
یہ سرایت بھرا دوا دینا
ٹیکا یہ تین[4] جا لگا دینا
ڈر کا نوٹس نہ تم ذرا لینا
لوری روتے سمے یہ گا دینا
سیتلا بھی خدا منا دینا
مار کر پھونک اک اڑا دینا

(۱) ماتا کا ٹیکا لگانا (۲) قوم (۳) یہاں رسالۂ الف سے مراد ہے جس کو سوامی جی نے اُن دنوں جاری کیا ہوا تھا اور جس کے سرورق پر الف کا نشان بمانند نشتر دیا ہوا تھا۔ (۴) یہاں مُراد تین اجسام یعنی شریر سے ہے۔ جو کارن، سُوکھشم اور سُتھول کہلاتے ہیں ﴿

کوہِ کیلاش سے اُٹھا ہے اوم
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

پیارے ہندوستاں پھلو پھولو
پَودے پَودے کو برہم وِدّیا دو
یہ ہے وُہ آبِ گنگ مُردم خیز
بُوٹے بُوٹے کو کر جو دے زرریز
بن ہے یا باغ خوب صُورت ہے
سب کو اِس آب کی ضرُورت ہی
روشنی یہ سدا مبارک ہے
جان سب کی ہے یہ مُبارک ہے
سرو ہو گُل-گیاہ-گندم ہو
روشنی بن تو ناک ہیں دم ہو

منقلہ تن داس تن کمینہ تن
چھوڑ دے ہند اور چاننا بن
کاشی مکہ جروسلم پیرس
رُوس افریقہ امریکہ فارس
بحر و بر طُولِ بلد و عرضِ بلد
اور مرّیخ شُخ و ماہِ زرد
قُطب تارا فلک کے کل انجم
کالے اجرام جو نہ جانیں ہم[1]
یہ جگہ وہ جگہ کہیں ہر جا
وہ جو تھا اور ہے کبھی ہوگا
مُجھ ہیں سب کچُھ ہے سب مجُھی ہیں ہے
مَیں ہی سب کچھ ہُوں غیرِ من لاشئے

اے شکھر[2] سیمتن ہمالہ کی
برہم وِدّیا کی تُو ہی ماتا تھی

(۱) مراد بدھی ہے۔ (۲) چوٹی ۔

گود تیری ہری رہے ہردم	گر جا پہلو میں کھیلتی ہر دم
مان سُونوں کو یہ بتا دینا	اِندر اور برُن کو سُجھا دینا
برشا جب دیش میں کرینگے جا	نلج میں یہ اثر کھپا دینا
چاکھ بھی لے جو نلج میووں کو	نشہ وحدت میں مست فوراً ہو
خود بخود اُس سے یہ کہا دینا	شک شُبہ ایک دم مِٹا دینا
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم	اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

اے صبا جا گُلوں کی محفل میں	شیر مردوں کے دل میں بادل میں
چونک اُٹھیں جو تیری آہٹ سے	کان میں اُنکے سرسراہٹ سے
چُپکے سے راز یہ سُنا دینا	شک شُبہ ایک دم مِٹا دینا
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم	اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

بجلی! جاکر جہان پر کوندو	تیرہ[1] خانوں کو جگمگا تُم دو
دمک کر پھر یہ تُم دِکھا دینا	شک شُبہ ایک دم مِٹا دینا
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم	اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

دوَیتا کے پکش پات کے بھرم کے	کڑک کر رعد! دو چھڑا چھکے

(۱) اندھیرے گھر دل ٭

گرج کر پھر یہ تم سُنا دینا
گُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم

شک شُبہہ ایک دم ہٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم



جاؤ مُگ مُگ جیوگی گنگا جی
اُس کے ہر روم میں دھسا دینا
گُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم

لے اگر گھونٹ کوئی جل کا بھی
شک شُبہہ ایک دم ہٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم



گاؤ ویدوں اِتنا مِری گاؤ
اہلِ ٹٹ ہٹ ہو کوئی پنڈت ہو
کھینچ کر کان یہ پڑھا دینا
گُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم

جاؤ پیِ جیتے رہو سدا جاؤ!
بھگتی تمُہری سدا اکھنڈت ہو
شک شُبہ ایک دم ہٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم



اہلِ اخبار اپنے پیپرز پر
اہلِ تعلیم مدرّسوں میں تُم
ناظرین اہندؤں کے جلسوں پر
چوک مندر میں ریل میں جا کر
گُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم

گُوک کیلاش کی چھپا دینا
بچّوں بچّوں کو یہ بتلا دینا
گُوک سے سب کے سب جگا دینا
اُونچے پنچم کے سُر سے گا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

رشتہ ناطہ فریبی سمدھی سب
شادی جویاں ہوں ہیچ دُنیا ہیں
چوٹ نقارے پر لگا دینا
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم

شادی جلسے پہ ہوں اکھٹے جب
بھول بیٹھے ہوں یہ کہ ہوں کیا ہیں
شک شُبہ ایک دم مِٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

جانِ من وقتِ نزع والد کو
تتو مسی پھُونک کان میں دینا
بیٹھ پہلُو میں با ادب یہ کُوک
حلؔ آنسو میں کر کے پھر اُسکو
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم

پاٹھ گیتا کا یہ سُنا دینا
تو خدائ کا دم لگا دینا
آہ میں خوب رِس پسا لینا
سینہ پر باپ کے گرا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

موت پر یہ سبق سُنا دینا
لا دھڑک سُنکھ یہ بجا دینا
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم

ماتمی مُردہ دِل جلا دینا
شک شُبہ ایک دم مِٹا دینا
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

مرنے لڑنے کو فوج جاتی ہو
مثل ارجن کے دِل بڑھا دینا

سامنے موت نظر آتی ہو
مارُو باجے میں گیت گا دینا

کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

گھُرکی تم کو جو دے کبھی نا فہم
تُم نے ہرگز بھی چھوڑنا مت رحم
دھمکی گالی گلوچ اور آن بَن
پیارے! خود تُو ہے تُو ہی ہے دُشمن
رمز آنکھوں سے یہ بتا دینا
ہاتھ میں ہاتھ پھر ملا دینا
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

گر عدالت میں تُم کو لیجائیں
عیسیٰ سُقراط تُم کو ٹھہرائیں
تُم تو خود منتۂ مجسّم ہو
دعوٰے عرضی قصُور کیسے ہو؟
چیف جسٹس کا دِل ہلا دینا
ہاں گلا پھاڑ کر یہ گا دینا
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

نیز مقتل میں خوش کھڑے ہو کر
حاضریں کے دِلوں میں گھر کر کر
اُنگلیاں اُٹھ رہی ہوں چاروں طرف
ہر کوئی رکھ رہا ہو تُم پر حرف
قاتلوں کا بھرم مِٹا دینا
غیر فانی ہُوں میں دِکھا دینا
کاٹا جانے کو سر جھُکا دینا
نعرہ سے گُونج اِک اُٹھا دینا
شک و شُبہ ایک دم مِٹا دینا
کُوک کیلاش سے اُٹھا ہے اوم
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم
اوم تت ست ہے اوم تت ست اوم

مایا

اور اُسکی حقیقت (شام)

(۳۹۵)

گنگا کی ٹھنڈی چھاتی سے آتی ہے خوش ہوا
ہے بھینے بھینے باغ کا سانس اس میں رل رہا
گنگا کے روم روم میں رچنے لگا وہ بحر
آیا جوار زور کا لہروں پہ لے کے لہر
دیکھو تو کیسے شوق سے آتے جہاز ہیں
مارے خوشی کے سیٹی بجاتے جہاز ہیں
شادی زمیں کی آیلو! فلک سے ہوئی ہوئی
وہ سائباں قنات ہے جب ہی تنی ہوئی
دولھا کے سر پہ تاروں کا سہرا کھلا کھلا
دلہن کے برقِ دل نے چراغاں کھلا دیا

(۳۹۶) مقام۔ ایڈن گارڈن۔ کلکتہ

ہے کیا سُہانا باغ میں میدانِ دل کشا
اور حاشیہ ہے بنچوں کا سبزہ پہ واہ وا
مجمع ہجوم لوگوں کا بھر کر لگا ہے یہ
میدان آدمی سے لبالب بھرا ہے یہ
بنچوں پہ بعض بیٹھے ہیں اکثر ہیں خوش کھڑے
بانکے جوان باغ میں ہیں ٹہلتے پڑے
میداں کے پار سڑک پہ ہے بگھیوں کی بھیڑ
گھوڑوں کی سرکشی ہے لگا مونکی دے پھیڑ
شوقین کلکتہ کے ہیں موجود سب یہاں
ہر رنگ ڈھنگ وضع کے ملتے ہیں سب یہاں

(۳۹۷) کام

ہم سب کو دیکھتے ہیں پر یہ دیکھئے کہاں
آنکھیں تنی ہوئی ہیں کیا پیر کیا جواں
مرکز ہے سب نگاہوں کا اُجلا چبوترہ
خوش بینڈ باجہ جس میں ہے گوروں کا بج رہا
گاتے پھلا پھلا کے ہیں وہ گایں گوریاں
کیا روشنی ہیں سُرخ دُکھیں ہیں کُرتیاں

اَے لوگوں تمکو کیا ہے جو ہلتے ذرا نہیں
کیا تم نے لال کرتی کو دیکھا کبھی نہیں

(۳۹۸) پردہ

اسرار اس میں کیا ہے کرو غور تو سہی
اِس ٹکٹکی میں کیا ہے کرو غور تو سہی
گوروں کی کُرتیوں کو ہیں گوءِ تک رہے ضرور
لیکن نظر سے کُرتیاں گورے تو سب ہیں دُور
لہرا رہا ہے پردہ سا سب کی نگاہ پر
اِس پردہ سے پروئی ہے ہر ایک کی نظر
یہ پردہ تن رہا ہے عجب ٹھاٹھ باٹھ کا
جِس میں زمیں ۔ زمان و مکاں ہے سمارہا
پردہ بِلا ہے چھید۔کہ سیون کہیں نہیں
لیکن مُٹائے پوچھو تو اصلا نہیں نہیں
پردہ سِتم ہے سِحر کے نقش و نگار ہیں
ہر آنکھ کے لئے یاں علحدہ ہی کار ہیں
سب سامعیں کے سامنے پردہ ہے یہ پڑا
ہر ایک کی نگاہ ہیں نقشہ بنا دیا

پردوں سے راگ کے ہے یہ پردہ عجب پڑا
گندھرپ شہر کا ہے کہ معراج کا مزا
جادو ہے پیا(1) تو ٹرزم ہے پردہ شراب ہے
کیا سچ ہے رنگ ڈھنگ یہ سب نقشِ آب ہے
رہئے تو یار پردے میں۔ دیکھیں تو کیفیت
آنکھیں سلی ہیں پردہ سے کیوں ؟ کیا ہے ماہیت
دیدوں میں اور رنگوں میں کیا ہے مناسبت

(۱) ایک باجہ کا نام ہے

(۳۹۹) بیاہ

وہ نو جواں کے رُو برو نوری لباس ہیں
دُلہن کھلی ہے پھول سی پھولوں کی باس ہیں
شادی کے راگ رنگ ہیں باجہ بدل گیا
ایلو ! برات بیٹھی ہے جلسہ بدل گیا
دُلہن کا رنگ ہو بہو گویا گلاب ہے
اور چشمِ نیم مست سے جھڑتا شراب ہے
کیوں دائیں سے اور بائیں سے مڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہی ایسا ہو تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

(۴۰۰) یونیورسٹی کانووکیشن

عینک لگائے لڑکے کو وہ اُس ہی پردہ پر
ہرکارہ دوڑتا ہُوا کیا لایا ہے خبر
لیتے ہی "تار" ہاتھ میں لڑکا اُچھل پڑا
"مَیں پاس ہو گیا ہُوں۔ لو مَیں پاس ہو گیا"
بی اے کے امتحان میں بڑھ کر رہا ہُوں مَیں
اِنگلش میں اور حساب میں اوّل رہا ہُوں مَیں"
ہے چانسلر سے جلسہ میں انعام پا رہا
اور فیلو صاحباں سے ہے اکرام پا رہا
کیوں دائیں سے اور بائیں سے مُڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہی ایسا ہو تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

(۴۰۱) بچہ پیدا ہُوا

وہ دیکھنا کسی کے لئے اِس ہی پردہ پر
پُوری ہُوئی ہے آرزو پیدا ہُوا پسر
منگل ہے شادیانہ ہے خُوشیاں منا رہا
دروازے پر ہے بھاٹ کھڑا گیت گا رہا

ننھا ہے گول مول کہ اِک کنول پھول ہے
نازک ہے لال لال اچنبھا اَمول ہے
اب تو بہو کی چاندی ہے گھر گھر ہیں بن گئی
ساس بھی جو رُوٹھی تھی تو آج من گئی
کیوں دائیں سے اور بائیں سے مُڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہی ایسا ہو تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

(۴۰۲) نیشنل کانگرس

وہ دیکھنا! کسی کے لئے اِس ہی پردہ پہ
منڈپ ہے کانگرس کا۔ غضب دھوم کرّ و فر
لیکچر وہ دے رہا ہے دُھواں دھار سحر کار
جو چیر شک و شُبہ کو ہے جاتا جگر کے پار
ہک وَ دک سکوت میں ہیں پڑے حاضریں تمام
ہر دیدہ شعلہ بار ہے! بجلی ہے خاص و عام
وہ تالیوں کی گُونج میں یک دِل ہوئے تمام
وہ موتیوں سے آنکھ کا چھلکے پڑا ہے جام
گو آن! آن! اکہتے ہیں سب اہلِ زندگی

ہڈی سے خوں سے لکھیں گے "تاریخِ ہند کی

کیوں دائیں سے اور بائیں سے مُڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہی ایسا ہو تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

اِس پردہ پر ہے ٹھیکہ میں اِک لاکھ کی بچت
اِس پردہ پر ہے سیٹھ کو دو لاکھ کی بچت

اِس پردہ پر ہے سِنگھ جواں خوُب لڑ رہا
تنہا ہے ایک فوج سے کیا ڈٹ کے اڑ رہا

اِس پردہ پر جہاز ہیں آتے خوشی خوشی
مقصد مُرادِ دِل کی ہیں لاتے خوشی خوشی

اِس پردے پر ترقی ہے رُتبہ بڑھا بڑھا
یکدم ہے میرے یار کا درجہ چڑھا چڑھا

اِس پردے پر ہیں سیر و تماشے جہان کے
اِس پردے پر ہیں نقشے بہِشت و جنان کے

بچھڑے ہُوئے ملے ہیں۔ مُردے بھی اُٹھ کھڑے ہیں
کیوں دائیں سے اور بائیں سے مُڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہوں دلخواہ تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

(۴۰۳) سلطنت حقیقی ابھدوت

واہ! کیا ہی پیارا نقشہ ہے! آنکھوں کا پھل مِلا!
اُس سوہنے نوجوان کا جینا سپھل ہُوا
محل اُس کا جس کی چھت پہ ہیں ہیرے جڑے ہوُئے
قوسِ قزح و ابر کے پردے تنے ہوُئے
منار بلند تخت ہے پربت ہرا بھرا
اور شجرِ دیودار کا ہے چنور جھولتا
نغمے سُریلے اوم کے ہیں اُس سے آرہے
ندیاں پرندے باد ہیں وہ! سُر مِلا رہے
بیہوش و حس ہے گرچہ پڑا کھال کی طرح
دُنیا ہے اُس کے پیر کو فُٹ بال کی طرح
کیسی یہ سلطنت ہے عَدُو کا نشاں نہیں!
جس جا نہ راج میرا ہو ایسا مکاں نہیں
کیوں دائیں سے اور بائیں سے مُڑ جائیں نہ آنکھیں
جب رنگ ہوں دلخواہ تو جُڑ جائیں نہ آنکھیں

(۴۰۴) مایا سُروپ

مایا کا پردا پھیلا ہے کیا رنگ رنگ میں
اور کیا ہی پھڑ پھڑاتا ہے ہر آب و سنگ میں

اِس پردہ پر ہیں جھیل۔جزیرے۔خلیج و بحر
اس پردے پر ہیں کوہ و بیابان دیار و شہر
سب پیر سب جوان اِسی پردے پر تو ہیں
باشندے اور مکان اسی پردے پر تو ہیں
پیغمبر اور کتاب اِسی پردہ پر تو ہیں
سب خاک و آسمان اِسی پردہ پر ہیں
پیل۔اسپ اور غلام اسی پردے پر تو ہیں
شاہوں کے شاہنشاہ اسی پردہ پر تو ہیں
کیا جھلملاتا پردہ ہے یہ عنکبوت کا
دے ہے خیال (اُگلا ہُوا) کام سُوت کا

(۴۰۵) نقوش و نگار اور پردہ ایک ہیں

یہ دو نہیں ہیں۔ ایک ہیں پردہ کہو کہ نقش
نقش و نگار پردہ ہیں۔پردہ ہی تو ہے نقش
یہ استعارہ تھا کہ وہ "مایا کے رُوپ" ہیں
"مایا کہو" کہ یُوں کہو یہ "نام رُوپ" ہیں
"اِسم و شکل" ہی "مایا" ہیں "مایا" ہے اسم و شکل

ہم معنی "مایا" کے ہیں یہ سب رنگ رُوپ شکل

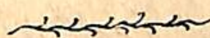
نوٹ:۔ انگلینڈ ہر باشندے سے اُمید رکھتی ہے کہ وُہ اپنا فرض (ڈیوٹی) پُورا پُورا ادا کرے۔ اِس قسم کے فقرات ظاہراً انگلینڈ کو باشندگان سے جُدا جتلاتے ہیں۔لیکن فی الواقعہ انگلینڈ کوئی علٰحدہ ہستی نہیں ہے جو کہ باشندگانِ انگلستان پر حُکمرانی کر رہی ہو۔ باشندگانِ انگلینڈ ہی بہ ہئیت مجموعی انگلینڈ سے نامزد ہیں۔ نُقطوں کا مجمُوعہ ہی بہ ہیئت کُلّی خط کہلاتا ہے۔ خطوں ہی کا حاصل بہ ہیئت مجموعی سطح نام پاتا ہے۔ سطحوں کا تہ بر تہ ہجُوم ہی جسم کہا جاتا ہے۔ اِسی طرح سامعین کے تصوّرات کا ہجُوم ہی یہاں پردہ کہا گیا ہے۔ اور انسانوں کے اوہام جزُوی (اودیّا) ہی ملکر بہ ہیئت کُلّی (سمشٹی) مایا کہلاتے ہیں۔ مایا آپکے اوہام و خیال سے علٰحدہ کوئی طاقت نہیں ❖

یہ تصوّرات کا پردہ سامعین و بینڈ باجہ کے بیچ میں حائل ہو رہا ہے۔ نیز سامعین اور بینڈ باجہ کی بدولت قائم ہے۔ جو لوگ علمِ موسیقی میں ماہر ہیں۔ اور اِس پردے کے پار دیکھتے ہیں۔ وہ راگ کے اُکسائے ہُوئے خیال میں غلطاں نہیں رہتے۔ بلکہ خود راگ کو سمجھتے اور اُس کا حظ اُٹھاتے ہیں۔ اسی طرح عام لوگ تو مایا (یعنی رنگ رُوپ نام شکل) میں اُلجھے رہتے ہیں۔ لیکن گیان وان (اہلِ حقیقت) اسماء و اشکال کے گورکھ دھندے کو کاٹ وہم و وہم کے پار سُردرِ مُطلق ذاتِ باری کا دیدار کرتا ہے ❖

(۴۰۶) فلسفہ

پردہ کھڑا ہے مایہ کا یہ کس مقام پر؟
ہے یہ سرِ وجود پہ کہ حواسِ عوام پر؟
ہے بھی کہیں کہ مبنی ہے یہ وہم خام پر
کیا سچ ہے استادہ ہے یہ میرے رام پر؟

(۱) سب کے اُوپر (۲) سہارا لئے ہوئے (۳) کھڑا - یعنی سہارا لئے ہوئے ہے ؛



(۴۰۷) محلِ پردہ (درشٹانت)

ہے اِس طرف تو شور سرود و سماع کا
اور اُس طرف ہے شور شُنیدن کی چاہ کا
اِن دونوں طاقتوں کا وہ ٹکرانا دیکھئے
پُر زور و شور لہروں کا چکرانا دیکھئے!
لہریں ملیں مٹیں - ایلو پیدا ہوئے حباب
یہ بُلبلے ہی بُرقع ہیں پردہ بہ رُوئے آب
موجوں ہی کا مقابلہ پردہ کا ہے محل
موجیں ہیں آب کہتے نہیں کیوں محل ہے جل؟
ہاں یہ تو راست ہے کہ سرود اور سامعیں

دونوں ملے مٹے ہیں وُہ جل سُروپ رام ہیں
اور رام ہی میں پردہ ہے نقش و نگار ہیں
یہ سب اُسی کی لہروں کے موجوں کے کار ہیں

(۴۰۸) احساسِ عام (درشٹانت)

محسُوس کرنے والی ادھر سے آئی لہر
محسُوس ہونے والی اُدھر سے آئی لہر
دونوں کے عقدِ شادی سے پیدا ہُوئے حُباب
یعنی نمُود "شے" ہُوئی پانی[۱] میں جھٹ شتاب
لہریں بھی اور بُلبلے سب ایک آب ہیں
اِن سب میں رام[۲] آپ ہی رمتے حُباب ہیں
مایا تمام اِس کی ہے ہر فعل و قول ہیں
مفعُول۔ فعل و فاعل ہر ڈیل و ڈول ہیں
آبشاروں اور فوّاروں کی پھہاروں کی بہار
چشمہ ساروں سبزہ زاروں گُلعذاروں کی بہار
بحر و دریا کے جھکولے اور صبا کا خوش خرام

(۱) بحرِ حقیقت۔ (۲) جل سُروپ ۔

مجھ میں متصور ہیں یہ سب "اوم" میں جیسے کلام
پھر کر لیتا ہوں جگ میں صبح میں اور شام میں
چاندنی میں۔ روشنی میں۔ کرشن میں اور رام میں

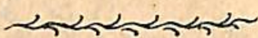
(۴۰۹) رام مبرا

یہ تو سب راست ہے وے از روئے ذات بھی
دیکھو تو پیدا نقش وغیرہ نہ تھے کبھی
ہے موج ہی میں ردّ و بدل جس کے باوجود
قائم ہے جوں کا توں سدا ایک آب کا وجود
از اعتبارِ ذات یہ کہنا پڑا ہے آب
پیدا ہی کب ہوئے تھے یہ امواج اور حباب
از روئے رام پوچھو تو پھر وہ نگار و نقش
مایا وغیرہ کا کہیں نام و نشان و نقش
حرکت۔ سکون اور تغیّر کا کام کیا؟
نطق و زباں کو دخل صفاتوں کا نام کیا
اقبال کہاں۔ ادبار کہاں۔ یاں بیشی کمی کو بار کہاں؟
یاں پن کہاں اور پاپ کہاں اور مجھ میں جیت اور ہار کہاں

اِقرار کہاں انکار کہاں ۔ تکرار کہاں اِصرار کہاں

محسوس حواس احسان کہاں ۔ خاک و آب و باد و نار کہاں

سب مرکز مرکز ہے ۔ انتظار کہاں پرکار کہاں



(۱۰۴) نتیجہ

علطاں ہے محیط بے پایاں یاں وار کہاں اور پار کہاں

گنگا ہے کہاں اور باغ کہاں صُلح کہاں پیکار کہاں؟

یاں نام کہاں اور رُوپ کہاں ۔ اخفا کہاں اظہار کہاں

نہیں ایک جہاں دو چار کہاں ۔ اور مجھ میں سوچ بچار کہاں؟

ماں باپ کہاں اُستاد کہاں؟ گورُو چیلے کا یاں کار کہاں؟

احسان کہاں آزار کہاں؟ یاں خادم اور سردار کہاں؟

نہ زماں نہ مکاں کا کبھی تھا نشاں ۔ علت معلول او کار کہاں؟

نہیں زیر و زبر پیش و پیش کہاں؟ تقطیع اور شعر اشعار کہاں؟

اِک نُور ہی نُور ہوں شُعلہ فشاں

گُلزار کہاں اور خار کہاں؟

لیکچر تقریر اُپدیش کہاں ۔ تحریر کہاں پرچار کہاں؟

تپ دان اور گیان اور دھیان کہاں؟ دِل بے بس سینہ فگار کہاں؟

نہیں شیخی شوخی عار کہاں۔ سر ٹوپی یا دستار کہاں ؟
نہیں بولی طعنہ دھکی یاں۔ سوفار کہاں اور دار کہاں ؟
اِک مَیں ہی مَیں ہی مَیں ہی ہُوں
شئے غیر کا دار و مدار کہاں
آلایشِ قید و نجات کہاں ؟ اوہام رسن اور مار کہاں
گھر بار کہاں کہسار کہاں میدان کہاں اور غار کہاں ؟
مہ انجم فرش اور عرش کہاں ؟ یاں خواب کہاں بیدار کہاں
جب غیر نہیں ڈر خوف کہاں اُمید سے حالتِ زار کہاں ؟
مَیں اِک طوفانِ وحدت ہُوں۔ کہو! مجھ میں استفسار کہاں ؟
اِک مَیں ہی مَیں ہی مَیں ہی ہُوں
یاں بندے اور سرکار کہاں ؟

(۱۱۴) دُنیا کی حقیقت

کیا ہیں ؟ یہ کس طرح ہُوئے موجُود
ہاں جگت ہے ثبوت دیجے گا
(۱) بیشک آتی نظر ہے دُنیا پر
ماہ و ماہی و شاہ زریں تاج

اِک نگہ پر ہے سب کی ہستی و وجود
اندریوں پر یقین نہ کیجے گا
ہے کہاں آپ ہی نہ دیکھیں گر
اپنی ہستی کو ہیں ترے محتاج

برق موجود ہے سبھی شے میں | گو حواسوں کے ہو نہ حلقے میں
وقتِ اظہار برق شوخی باز | خود ہی مثبت ہے خود ہی منفی ناز
تیری مایا ہے برق وش چنچل | یاروں آگے کہاں چلے چھل بل
تُوں اِدھر دیکھتا ہے آنکھ اُٹھا | تُوں اُدھر بن گیا کُہ و صحرا
(۲) خواب میں ہے خیال کی دو شان | جُزوی[1] کُلّی[2] ہے "ایک مَیں" "یہ جہان"
"مَیں ہُوں اِک مرد" شانِ جُزوی ہے | "جُملہ عالم" یہ شانِ کُلّی ہے
خواب پختہ شُدہ ہے بیداری | جاگ ساری تری ہے گلکاری
تُو ہی شاہد بنا ہے تُو مشہود | شان تیری ہے آسمانِ کبود[3]
خواب تیرا خیال تیرا ہے | جو زمین و زماں نے گھیرا ہے
جلوہ تیرا یہ انبساطی[4] ہے | بج مایا ہی پھیل جاتی ہے
کیا یہ دُنیا خیال ماتر ہے | کیا یہ سچ مُچ خیالِ خاطر[5] ہے
گر تجھے اِس میں شک نظر آوے | کچھ بھی بن خیال کے دکھا تو دے

من بِرتی (خیال) کے پھرنے بغیر کوئی بھی شے محسوس نہیں ہو سکتی

ہاں یہ خواب و خیالِ مایا ہے | "ایک" کثرت میں آسمایا ہے
مرنا جینا یہ آنا جانا سب | ٹھیرنا چلنا پھرنا گانا سب
سب یہ کرتوت جان مایا کی | مہرِ[6] تابان کی ایک چھایا کی

(۱) وِشیشٹی (۲) سمشٹی (۳) نیلا آسمان (۴) اگیان مایا کی وکشیپ شکتی کا پھیلاؤ (۵) من کا خیال (۶) سورج

پرضیا آفتاب روشن رائے
ساکھشی سورج کہیں نہ ہلتا ہے
چھوٹی بوندوں پہ نور سورج کا
شیش منار میں شمع جو رکھا
فتنہ گر آئینہ میں چشمِ نگار
یہ اودیا میں جو پڑا آبھاس
یوں جو سنسرگ سے ہوا ادھیاس
مایا آئینہ کیسی خورسند ہے
کچھ نہیں کام رات دن آرام
کیوں جی جب آپ ہی کی مایا ہے
ہیچ دنیا کے واسطے پھر کیوں
کھٹکا کیسا جھجک خطر کیا ہے؟
بادشاہ کا برا جو چاہتا ہے
دیکھئے گا حقیقی شاہنشاہ
تیری نس میں رگوں میں ناڑوں میں

گنگ لہروں پہ ناچتا ہے آئے
آب بہتا ہے یوں وہ پھرتا ہے
کیا دھنش بن گیا ہے اچرج سا
کیا سما ہو گیا چراغاں کا
جھوٹ ہے گو ہے یار سے دوچار
برہم کہلایا اِس سے جیو اور داس
تانی یکتا کا لا بٹھایا پاس
مظہرِ رام سچ آنند ہے
کام کرتا ہے پھر بھی سب میں رام
دل پہ اندوہ کیوں یہ چھایا ہے
بھائی بھائی سے تیرہ خاطر ہوں
بیم و امید کیسی ڈر کیا ہے؟
سخت جرمِ کبیرہ کرتا ہے
راج جس کا ہے کاہ سے تا ماہ
اہلِ شوداگری ہیں راہوں میں

(۱) روشنی سے معمور (۲) شاہد (۳) عکس (۴) بندہ۔ غلام (۵) اظہار بالنسبت (۶) غم و افسوس (۷) رنجیدہ دل۔ ترش رو (۸) مراد خون۔ دم۔ وغیرہ ✣

جس کا عہدِ حکومتِ برکت
چین دے سر ہیں عقل کو حرکت

ایسا سُلطاں عظیم عالی جاہ
تیرا ہی آتما ہے جائے پناہ

ایسے سُلطاں سے جو ہُوا غافل
ہائے خود کُش ہے شاہ کُش قاتل

کیوں جی کچھ شرم و عار بھی ہے تمھیں
کیوں یہ کنگلوں سے دانت مل کے ہیں

رنگنا کیوں؟ کمر یہ ٹوٹی کیوں؟
وائے قسمت تمھاری پھوٹی کیوں؟

ہستی کے گلے چھری کیوں ہے؟
حق ہی جیتے گا ست کی ہے جے

کیوں غلامی قبول کی تم نے
در بدر خوار بھیک لی تم نے

کتنی یہ لیلا رچی انوکھے ڈھب
کھیل میں بھول کیوں گئے منصب

تاج نوری کو سر سے پھینک دیا
ٹوکرا رنج و غم کا سر پہ لیا

اب جلال و جمالِ ذات سنبھال
اٹھو یش ساں ہوں سب کٹنے پامال

تیرِ اعظم ہو تم تو نور افگن
خدمتِ مایا میں نہ ڈھونڈو دھن

وہم کا مار آسن سے کھول
مت پھرو مارے مارے ڈانواڈول

ذات باری (۴۱۲)

لیک مایا یہ آگئی کیونکر؟
رُوئے عالم پہ چھاگئی کیونکر

ذاتِ واحد کو کیوں شریک لگی؟
بے بدل حُسن کو یہ لیک لگی

(۱۵) خوبات ٭

بدر کو گہن[1] یہ لگا کیسے؟ | ایسا ظل[2] زمیں پڑا کیسے

(۱۳۴) جواب

(۱) اے زمیں دوز چشمِ دُنیا ہیں
چاند راہو نے جا نہ پکڑا ہے
ذاتِ واحد سدا ہے جُوں کی تُوں
دائیں بائیں اِدھر اُدھر ہر سُو
این و آن چُوں چگُوں چُنیں و چُناں
برتر از فہم و عقل و ہوش و گُماں
(۲) رُوئے خورشید پر نقاب نہیں
آب حائل نہیں سحاب نہیں
موجزن ہو رہی ہے عُریانی
(۳) جُوں رسن میں پدید صورتِ مار
یہ سُروپا ادھیاس[3] ہے اظہار
اور سنسرگ[4] کو جو مانا تھا
مارِ موہوم میں موٹائی طُول
یہ حقیقی رسن کا طُول و عرض

تُو ہی خود ہے بنی خسُوف یہیں
وہم تیرے نے تجھکو جکڑا ہے
اُس میں ردّ و بدل ہے یاں نہ یُوں
آپ ہی آپ ایک رس ہے وہ ہُو
لوٹ آتے ہیں واں سے ہو حیراں
لامکاں لازماں نشاں امکاں
وہ پہر کو کوئی حجاب نہیں
دیکھنے کو کسی کی تاب نہیں
بس یہ پردہ ہے طُرّہ حیرانی
مجھ میں مایا نمُود ہے طومار
جانِ مجھ کو رہے نہ یہ پندار
تب تلک ہی تھا جب نہ جانا تھا
تو وہی ہے جو تھی رسن میں مُول
مارِ موہوم میں ہوا یا فرض

(۱) گرہن (۲) زمین کا سایہ یعنی راہو (۳) اظہار بالماہیت (۴) اظہار بالنسبت (۵) فرضی و وہمی سانپ

اِس طرح گرچہ مایا متھیا ہے ۔۔۔ اِس میں سنسرگ ست ہی کا ہے
دُور رہتے ہیں مارے دہشت کے ۔۔۔ ناگنی کالی سے سبھی ہٹ کے
پر جو آکر قریب تو دیکھا ۔۔۔ بے خطر ہو گئے مِٹا کھٹکا
ماہیت پر نگاہ گر ڈالو ۔۔۔ اصلِ ہستی کو خُوب سنبھالو
کیسی مایا کہاں ہُؤا سنسرگ ۔۔۔ کب تھی پیدائش و کہاں ہے مرگ
کال وستُو کا دیش کا مجھ میں ۔۔۔ نام ہوگا نہ ہے ہُؤا مجھ میں
کون طالب ہُؤا تھا مُرشد کون؟ ۔۔۔ کس نے اُپدیش کر پڑھایا کون؟
کِسکو سُننے شکوک اُٹھے تھے ۔۔۔ کب دلائل سے حل پھر طے ہُوئے
ہستی و نیستی نہیں دونوں ۔۔۔ رُستگاری و قید کیونکر ہوں
کیا غلامی کہاں کی شاہی ہے ۔۔۔ عالی جاہی کہاں تباہی ہے
مَیں کہاں تُو کہاں صغیر و کبیر ۔۔۔ کس کا صیّاد دام و دانہ اسیر
کِسکی وحدت اور اُس میں کثرت کیا ۔۔۔ کیا خدائی وہاں عبادت کیا؟
کسکی تشبیہ اور مشبّہ کیا؟ ۔۔۔ جہل کیا اور عِلم ہو کیسا؟
کیسی گنگا یہاں پہ رام کہاں؟ ۔۔۔ ذاتِ مُطلق میں میری نام کہاں؟
کب کِھلی چاندنی ہے خُوب کہاں؟ ۔۔۔ رات کیسی ہو آفتاب کہاں ہے؟
کب رسن تھا یہاں پہ مار[1] نہیں ۔۔۔ کوئی دشمن ہُوا نہ یار نہیں
عکس اِس جا نہیں ہے عین نہیں ۔۔۔ نُقطہ پیدا نہیں ہے غَین نہیں

(۱) سانپ۔

کب جا سکتے ؟ نہ پائی بینائی
کچھ بیاں کیجئے گا حالِ ذات
کب کنواری کے فہم میں آوے
دسپنا پکڑتا ہے اشیا کو
عقل بدھی حواس من سارے
آتما عقل بدھ من سب کو
دنیوی شے پہ عقل کا بس ہے
عقل سے برہم چاہو پہچانا
غیر ممکن محال ہی تو ہے
نطق! مشہور ہے تو کار آرا
نطق نے زور جان تک مارا
آنکھ خانے سے اپنے باہر آ
چھان مارا جہان کو سارا
اے زباں موم تجھ سے ہو خارا
اپنا سب کچھ زبان نے وارا
خون روتا قلم ہے بیچارا
اے قلم! نطق! ای زباں دیدہ!

خود خدائی ہے بل بے رعنائی
ہائے کہنے میں آئے کیونکر بات
لذتِ وصل کون بتلاوے
کیسے پکڑے جو انگلی قابض ہو
مثل چمٹا ہیں دنیا انگارے
قابو رکھتا ہے ہاتھ چمٹے کو
آگے مجھ آتما کے خود خس ہے
ہاتھ چمٹے کے بیچ میں لاؤ
دم جو مارے مجال کسکو ہے
رام تک پہنچنے کا ہے یارا؟
گر پڑا آخرش تھکا ہارا
ڈھونڈ بیٹھی ہے باغ بن صحرا
کیسے دیکھے گا آنکھ کا تارا
کچھ بتاوے کہاں پہ ہے دارا
چڑھ گیا اڑ گیا ولے پارا
لکھتے لکھتے غریب میں ہارا
جستجو میں مرو ہے نستارا

(۱) تھرمامیٹر۔

آنکھ کی آنکھ جان کی ہے جان — نُطق کا نُطق پران کا ہے پران
کَون دیکھے یہاں دِکھلائے کَون — کَون سمجھے یہاں سُنائے کَون
لدگیا عقل و ہوش بنجارا — اوس سماں کر سکا نہ نظارا
رام میٹھا نہیں۔ نہیں کھارا — رام خود پیار ہے نہیں پیارا
رام ہلکا نہیں۔ نہیں بھارا — رام مِلتا نہیں نہیں رِشیارا
کھنڈ ٹکڑا نہیں۔ نہیں کیارا — خیالِ تقسیم پر چلا آرا
رام ہے تیغ تیز کی دھارا — کھیل لے جان پر تُو آ یارا
اُس کو عادل رحیم ٹھہرانا — اُس سے دُنیا میں بہتری چاہنا
خواہشوں کا دِلوں میں بھر لانا — اُن کے بر آنے کی دُعا گانا
مطلبی یار اُس کا بن جانا — چل پڑے ہٹ نہیں وہ اُٹھانا
رام جاروب کش نہیں تیرا — سر سے گُزرو وصال ہو میرا
خواہشوں کو جگر سے دھو ڈالو — ہوسِ دُنیا کو دِل سے رو ڈالو
آرزُو کو جلا کے خاک کرو — لذّتوں کو مِٹا کے پاک کرو
بھکے پھرنا بھٹک بھٹک باطل — چھوڑ کر ہو جیئے ابھی کاہل
تُو تو معبود ہے زمانے کا — دیوتاؤں کا دیو تُو ہی تھا
اہلِ اسلام ہندو عیسائی — گرجا مندر مسیت۔ دوہائی
دے کے دوہائی رام کہتا ہے — تُو ہی تو رام گاڈ مولا ہے

سب مذاہب میں سب کے معبار ہیں
اَے سدامست راج متوالا!
اَے سدامست لال متوالا!
ایک میواد وِتیہ تیری ذات
پاس تیرے پھڑک لے غیریت
ایک ہی ایک۔آپ ہی ہوں آپ

پوجا تیری ہے نیک ہیں بدہیں
رُتبہ اوصاف سے ترا بالا
اپنی حیا میں مَوج کر بالا
وحدہٗ لا شریک میری ذات
غیر ممکن ہے بل بے محویت
رام ہی رام۔کس کی مالا جاپ

(۱۴۸) آدمی کیا ہے؟

(۱) دانہ خشخش کا ایک بویا تھا
ایک دانہ میں زور یہ دیکھا
اِس قدر بڑھ گیا پھلا پھیلا
کُپّے کٹھلی بھرے ہوئے بھرپور
ایک دانہ حقیر چھوٹا سا
تخم بونے کو دانہ لاتے ہیں
یہ بھی خشخاش ہی کا دانہ ہے
ہوبہو ہے وہی تو اِس میں بھی
ہیچ تباہیں ہے یہ وُہی دانہ

بابا آدم نے ابتدا میں لا
بڑھ گیا اِس قدر نہیں لیکھا
جمع کرنے کو نہ مِلا کھیلا
بنئے سوداگروں کے کوٹھے پُور
اپنی طاقت میں کیا بلا نکلا
اُسکی طاقت بھی آزماتے ہیں
یہ بھی طاقت میں کیا یگانہ ہے
نکلتی آدم کے بیج میں جو بھنی
نہ یہ پھیلا ہُوا نہ دوگانہ

خُوب دیکھو بچار کر کے آپ
غور سے دیکھئے حقیقت کو
اصل دانہ نظر نہ آتا ہے
میرے پیارے تُو ذاتِ واحد ہے
(۲) جان ننھی کو جبکہ سائینس داں
جسم گوء ہو گیا ہو دو ٹکڑے
پیشتر کاٹنے کے ایک ہی تھا
دونوں ویسا ہی زور رکھتے ہیں
دو کو کاٹیں تو چار بنتے ہیں
کیا دکھاتی ہے کھول کر یہ بات
گوء مُنو کا عنصر یہ چھوٹ گیا
ہر رشی کی نسل میں ہے وہ ہی
ہاں اگر کچھ کسر ہے ظاہر میں
جھٹ نکالو یہ ہیرا صاف کرو
(۳) ایک شیشے میں ایک ہی رُو تھا
مختلف ہو گئے بہت ابدان
زید ہو بکر ہو۔ عمر ہی ہو

ماہیت بیج کو قلیل سا ناپ
نظر آتا ہے بیج کیا تم کو؟
نہ وہ گھٹتا ہے بڑھ نہ جاتا ہے
تیری قدرت اگرچہ بے عار ہے
امتحاں کو ہے کاٹنا یکساں
لیک مرتے نہیں وہ یوں کیڑے
جب دیا کاٹ دو ہوئے پیدا
جیسے وُہ کیڑا جس سے کاٹے ہیں
چار سے آٹھ بن نکلتے ہیں
کاٹنے میں نہیں ہے آتی ذات
پر کروڑوں ہنود ہیں پیدا
شکتی آدمی منو ہیں جو جب تھی
ذرے یکتا پڑا ہے کیچڑ میں
ضد نہ کیجے گا بس معاف کرو
شیشہ ٹوٹا عدد بڑھا روء کا
ان میں مظاہر ہے ایک ہی انسان
مظہر آدمی ہے کوئی ہو

گوء ہے نکرے کا معرفوں میں ظہور
پر یہ نکرہ بذاتِ خود کیا ہے
اسم فرضی۔ تشکل بدلتی ہے
تُو ہی آدم بنا تھا تُو حوّا
تُو ہی ہے رام تُو ہی تھا راون
جھُوٹ تم کو صنم بنُ رہا ہے
سیمبر کا وہ چاند سا مکھڑا
ہاں جگر سب کا ہاتھ میں ہے ترے
ماہ و خورشید برق و انجم و نار
نام رُوپوں میں ہے یہی معمُور
اس میں رشتوں کا دخل بیجا ہے
پر جو تُو ہے تو ایک رس ہی ہے
تُو ہی ہے لاٹ صاحب تُو ہُوّا
تُو ہی تھا وہ گڈریا برنارڈ بن
تُو ہی مولا ہے چھوڑ دے ہیے ہَے
تیرا مظہر ہے نُور کا ٹکڑا
نُورِ موفُور ساتھ میں ہے ترے
جان کرتے ہیں رام پر ہی نثار

(۴)

تین شریر ورن

(۴۸۵) تینوں اجسام

(۱) جانِ من جسم ایک خلتا ہے
یاد رکھ تو نہیں یہ جسمِ کثیف
جسم تیرا کثیف اوور کوٹ
جسم بیرونی جھٹ بدلتا ہے
دیہ استھول مر گیا جسوقت
دیہ سوکشم پھرے ہے آواگون

اِس کے اُترے نہ کچھ بگڑتا ہے
اور ہرگز نہیں تو جسمِ لطیف
جسم تیرا لطیف انڈر کوٹ
جسم اندر کا دیرپاء سا ہے
دیہ سوکھشم چلا گیا اُسوقت
تو تو ہر جا ہے آنا جانا کون



(۲) کچی مٹی کے بیشمار گھڑے
بھر کے پانی سے دھوپ میں دھر دو
جتنے برتن ہیں عکس بھی اُتنے
مختلف سے نظر میں آئیں گے
لیک سورج تو ایک ہی سی ہیں
اور جو سائینس پڑھا ہو مکتب میں
تب تو جانو گے تم کہ یہ سایا
آب اندر کبھی نہیں آیا
نور باہر ہے ایک دھوکے سے
بیچ پانی کے لوگ تھے سمجھے

اب یہ پانی گھڑے بدلتا ہے
پانی جسمِ لطیف کو جانو
جانِ من تُو تو مہرِ تاباں ہے
جہل سے ہے تو قیدِ قالب میں
گوء یہ جسمِ لطیف پانی ساں
پر تیری ذاتِ قُدس والا کا
میرے پیارے! تُو آفتاب ہی ہے
رُوئے انور ذرا دِکھا تو دے
کیسا پانی۔ کہاں تناسخ ہو؟
علمِ ہیئت سے گر کرو کچھ غور
یہ زمیں اور سارے سیّارے
نیبولر مسئلے کو جلنے دو
یہ جو آب و سبُو و صحرا ہے
چشم جب آفتاب نے ڈالی
آپ برتن ہے آپ پانی ہے
آپ منظہر ہے سایہ افگن آپ
کیا تحیّر ہے۔ ہائے حیرت ہے

ٹوٹتے ہیں سبُو یہ رہتا ہے
مٹّی جسمِ کثیف پہچانو
ایک جیسا سدا درخشاں ہے
تجھ میں سب کچھ ہے تو ہی ہے سب میں
بدلتا ہے ہمیشہ ہی ابدان
بال ہرگز نہ ہو سکا بِینگا
عکس مُطلق نہیں تُو آپ ہی ہے
پانی اُڑتا ہے عکس ہو کیسے؟
میں خدا ہوں۔ یقین راسخ ہو
تو سبُو آب۔ مہر سے نہیں اور
چشمۂ نُور سے نہیں نیارے
ایک سیدھی سی بات یُوں دیکھو
رات کالی میں کس نے دیکھا ہے
پانی برتن دِکھائے بتمائی
کیا عجب رام کی کہانی ہے
سایہ منظہر کہاں؟ ہے آپ ہی آپ
غیر سے کیا غضب کی غیرت ہے

(۱) علمِ آپٹکس (۲) ٹھلیا۔ گھڑا۔

کیسی مایا؟ یہ کیا طلسم ہے　　دُنیا تو حیرتِ مجسّم ہے

اب ذرا اور خوض کیجئے گا　　یہ اچنبھا عجیب ہے مایا

کہئے آشچریہ کیا کہاتا ہے؟　　انتہا کا مزہ جو آتا ہے

انتہا کا مزہ ہے آنند گھن　　یعنی خود رام سچدانند گھن

پس یہ مایا بھی آپ ہی ہے برہم　　نام رُوپ ہیں کہاں؟ ہے خود ہی برہم

اُلٹا آئی ہو گر سیاہ وہم　　پھر بھگا دو اُسے نہ جانا سہم

مایا مایا کی کچھ نہیں در اصل　　وصل کیسے ہو اَحد میں کب فصل

اُسکو دیکھیں باعتبارِ عبد[1]　　تب تو مایا یہ جہل ہے بیدرد

پران اویکت اور اودیا بھی　　عِلتِ اولیٰ ہیں نام اُسکے ہی

خوابِ غفلت ہے گھن سُشپتی ہے　　دیہ کارن بھی یہ کہاتی ہے

عالمِ خواب اور بیداری　　اِس ہی چشمے سے ہوگئے جاری



(۴۱۶) کارن شریر

(۲) جاگرافی ہیں نقشہ دریا کا　　جوں شجر سرنگوں ہے دِکھلایا

گرچہ نسبت شجر سے رکھتا ہے　　بیخ کو اونچا تنے سے رکھتا ہے

بیخ دریا کی برف جڑ قائم　　رہتی گیلاس پر ہی ہے دائم

(۱) جیو۔

مُرتفع بیج کی طرح کارن	منجمد سرو ٹھوس زریں تن
سخت مستی غرُور سے بھرپور	نیستی لاشریک، حرکت دُور

(۴۱۷) شُوکھشم شریر

اِس ہی کارن شریر سے پیدا
اُونچے کوہوں پہ برف سارے ہے
گھلتے پگھلتے برف یہ ہی
اِس سے شفاف ندیاں بہتی ہیں
کود کا پھُول کا پھل کا پتوں کا
ننھے ننھے یہ سب ندی نالے
دیہی نسبت اُنہیں مُناسب ہے
دیہ سوکھشم ہے فکر و عقل و ہوش
عالمِ خواب میں یہی شوکھشم
ٹیڑھے ترچھے کاول کرتا ہے
برف جڑ جو شریر کارن ہے
دیہ شوکھشم اِسی سے ڈھلتا ہے

یہ لطیف و کثیف جسم ہُوا
سونے چاندی کی جھلک مارے ہے،
پربتوں پر بہی ہے گنگا جی
کھیلتی جن میں لہریں رہتی ہیں
سایہ لہروں پہ لُطف ہے دیتا
برف اُونچی کے بال کے بالے
دیہ سوکھشم سے علیٰن واجب ہے
امتیاز و خیال و گُفت و نوش
چلتا پُرزا بنا ہے کیا چم خم
چُھل پُھلوں میں کیا لچکتا ہے
زیرِ انوار مہر روشن ہے
جُوں پہاڑی ندی نکلتا ہے

(۱) مُراد آتما سے ہے۔

(۴۱۸) ستھول شریر

خواب گذرا تو جاگرت آئی
جُوں ہی سوکھشم نے قدم یاں رکھا
یا کہو یوں کہ جسمِ نازک[1] نے
شب کو شیریں بدن جو سوتا ہے
جب زمستاں کی رات آتی ہے
دریا کا کر کے مشاہدہ دیکھا
ٹھیک اِس طور پر ہی جسمِ لطیف
یُوں تو ہر شب لباسِ[3] ظاہر کو
اِلّا پھر صبح پہن لیتا ہے

ندّی میدان میں اُتر آئی
گدلا خاکی کثیف جسم لیا
صُوف موٹے کے کپڑے[2] پہنے
جامہ تن سے اُتار دیتا ہے
ننگا دریا کو کر سُلاتی ہے
خرقہ ہر سال میں نیا ہی نقا
بدلتا پیرہن ہے جسمِ کثیف
دُور کرتا ہے بدن در بر کو
ستھول[4] دیہ میں پھر آن رہتا ہے

(۱) سوکھشم شریر (۲) جاڑا (۳) لباس (۴) ستھول شریر۔

(۴۱۹) آواگون

لیک مرتے سمے یہ جسمِ لطیف
جب پُرانی یہ ہو گئی پوشاک
کینچلی چولا کو اُتار دیا
اسکو کہتے ہیں ہندو آواگون

بدلتا مطلقاً ہے جسمِ کثیف
دے اُتاری۔ یہ پھینکدی پوشاک
اَور ہی جسم پھر تو دھار لیا
بدلنا جسم کا ہے آواگون

(۴۲۰) آتما

مہر جو برف پر درخشاں تھا
صاف نالوں پہ نور افشاں تھا

وہی ستھول رودِ میداں پر
جلوہ افگن تھا آبِ حیراں پر

ایک دریا کے تین موقعوں پر
مہر ہے ایک حاضر و ناظر

بلکہ دنیا کے جتنے دریا ہیں
تختِ پرتو سبھوں کے سہ جا ہیں

آتما ایک تین جسموں پر
جلوہ افگن ہے حاضر و ناظر

ساری دنیا کے تین جسموں پر
ایک آتم ہے باطن و ظاہر

آنا جانا نہیں ہے آتم میں
یہ مفروض سب ہوئے تن میں

آتما میں کہاں کی آوا گون
آئے کس جاء اور جائے کون

(۴۲۱) تین برن

اصل کو اپنی بھول کر انساں
بھولا بھٹکا پھرے ہے ہو حیراں

ہرنا خرگوش جب کہ جاتا ہے
جھاڑی جھاڑی میں سر چھپاتا ہے

ہے تعاقب میں وہم کا صیّاد
چھوڑتا ہی نہیں ذرا جلّاد

گاہ بدن کثیف میں آیا
گاہ جسم لطیف میں دھایا

کبھی "کارن" میں ہے پناہ گزیں
وہم سے بن گیا ہے باختہ دیں

(۴۲۲) شُودر

جس نے استھول میں نشست کری
مرکزِ اُلفت کو بدن میں رکھا
کرلیا جسم اپنا پایۂ تخت
نہ رکھی علم و فضل سے کچھ غرض
غرض یہ تھی چلا جو چال کہیں
جسکو پرواہ نہیں ہے عزّت کی
ڈال کر لنگر انانیت
بے دِرم دِیہ کثیف کا چاکر

جسم ہیروں ہوں ٹھان جی میں لی
عیش و عشرت حواس میں چکھا
کھانے پینے میں سمجھ رکھا بخت
ایک تن پروری ہی سمجھا فرض
کہ نہ ہو جسم کو زوال کہیں
ہے فقط آرزو تو لذّت کی
سمجھا دریا کثیف جمعیت
اُس کو کہنا ہی چاہیئے شُودر

(۱) اہنکار۔جزوی خودی

(۴۲۳) وَیش

ڈیرا جس نے لطیف میں رکھا
کہہ رہا ہے زبانِ حال سے جو
جو ٹٹولی سے ہاتھ جو آتا ہے
بھوکا کاٹیگا ننگا رہ لے گا
موقع شادی کا ہو کہ مرنے کا
گھر گرو رکھ کے خرچ کر دیگا

راجدھانی اُسے بنا بیٹھا
"دِیہ سوکھشم ہُوں مَیں" جو موسو ہو
طعنہ خنجر سا چیر جاتا ہے
ظاہری پیڑ دُکھ سہ لے گا
مَر مِٹے گا نہیں وہ مرنے کا
چوٹی قرضے سے بھی جکڑ دیگا۔

کوئی میرے کو بولی مار نہ دے
فکر ہر دم جسے یہ رہتی ہے
جان جسکی ہے ننگ عزت میں
پل میں تولہ گھڑی میں ماشا ہے
ر(۱)لائے لوگوں کی مثل چوگاں ہے
رات دن پیچ و تاب ہے جسکو
رہنا اُس ہی اُدھیڑ بُن میں ہے
جیتا اوروں کی رائے پر جو ہے
قیاس میں جس کے ٹیڑھا ویڑھا پن
گاہ چڑھتی ہے گاہ گھٹتی ہے
ایسا وہمی مزاج ہے جس کا
ویش کہنا بجا ہے ایسے کو

جسم سُوکھشم کو گولی مار نہ دے
دیکھوں کیا خلق مجھکو کہتی ہے
ہمنشینوں سے بڑھکے عزت میں
پینڈولم کی طرح تماشا ہے
گیند ساں دوڑتا ہراساں ہے
ننگ کا اضطراب ہے جسکو
پاس ناموس ہی کی دھن میں ہے
خیالِ وحشت فزائے پر جو ہے
طبع جسکی سدا ہے متلوّن
رُخ پہاڑی ندی بدلتی ہے
دیہ سُوکھشم سے کارج ہے جسکا
شکل و صُورت میں خواہ کیسے ہو

(۱) چنچل ـ

(۴۲۴) کشتری

جس کی نشٹھا ہے دیہ کارن میں
دُنیا ہل جائے پر نہ ہلتا ہے

ہے اچل بزم میں ہو یا رن میں
مستقل عزم قول پکّا ہے

(۱) مجلس ـ

خواہ تعریف خواہ مذمت ہو
لاج سے بھئے جسے نہ اصلا ہو
جو نہیں دیکھتا ہے پاپ کو
رائے پر اوروں کی جو نہ چلتا ہے
لوگ دنیا کے بن مخالف سب
زہر سُولی صلیب یا پھانسی
جس کو تعریف کی نہیں پرواہ
پیر پُوجیں گے تمام پوجیں گے
اُسکو اوتار کرکے مانیں گے
دھرم چھتری ہے یہ مبارک دھرم
آج اس دھرم کی ضرورت ہے
تام کو برہمن و چھتری ہو
سب کو درکار ہے یہ کشتری دھرم
اسکو کہتے ہیں لوگ کیریکٹر
اس تلیٹی پہ رہتا ہے چھتری
جس سے ندیاں تمام آتی ہیں
ہے چمک دمک اور آب و تاب

شادی اور غم پہ جسکو قدرت ہو
دو دلی سے نہ کام پتلا ہو
مدِ نظر باطن مبارک ہو
قوم کو آپ جو چلاتا ہے
جان لینے کو آئیں اسکی جب
ہنس کے سہتا ہے جیسے ہو کھانسی
خالی تعریف سے رہی وہ ہوگا
لوگ جب اسکی بات سمجھیں گے
لوگ جب اس کی بات جانیں گے
برتر از ضعف و ننگ و عار و شرم
دھرم یہ برتر از کدورت ہے
تام کو ویش ہو کہ شودر ہو
جان نیشن کی ہے یہ کشتری دھرم
دیہ کارن کو جان اس کا گھر
رانا پرتاپ اور سیوا جی
بنج بیوپار کو سجاتی ہیں
یہ بلندی ہے گویا عالمتاب

اِس زمیں پر یہ ہے بلند ترین
چشمہ بیوہار کا ہے سنبھالا
جوش اور خروش ہے جس میں
شیرِ نر کو نہ لائے خاطر میں
گرج سے کوہ کو ہلاتا ہے
جوق در جوق فوج دل یا دل
دھرم کی آن پر ہے جان قربان
وہی کشتری ہے رام کا پیارا
مست پھرتا ہے زور میں پل میں
توپ بندوق کی صدا سے ڈر
کپکپی میں نہیں کبھی آتا
گرچہ گھائل ہو پھر بھی سینہ سپر
تیر و تلوار کی دنا دن میں
جان بازی ہی جسکی راحت ہو
رن ہو گھمسان کا قیامت ہو
زخم زخموں پہ خوب کھاتا ہے
سخت سے سخت کارزار و رزم

مسندِ شاہی کو زیب یہیں
راج ہے اُس کا مرتبہ اعلیٰ
سُورماپن کی ہوس ہے جس میں
تہلکہ ڈالے فوج و لشکر میں
دِل ببر کا بھی دہل جاتا ہے
مِتّھیا لاشے ہے ہیچ اور باطل
گیدی بن کر نہ ہو کبھی حیران
وَیش پر جس نے جان کو وارا
کوند جاتا ہے بجلی بن پل میں
اُنگلی لیتا نہیں وہ کان میں دھر
لالے جاں کے پڑیں نہیں ڈرتا
شوک کرتا نہیں۔ نہ پچھتاتا
ابھیمنّیُو ساں جا مرے رن میں
جنگ و زور آوری ہی فرحت ہو
بلا کا ہنگامہ اور شامت ہو
پیر پیچھے نہیں ہٹاتا ہے
شانتی دِل میں ہو عزم ہو بالجزم

جسم حرکت میں چت ساکن ہو
ہر دو جانب سما بھینکر تھا
ہاتھی گھوڑوں کا شور بیروں کا
شور تھا آسماں کو چیر رہا
افراتفری میں اور گڑبڑ میں
کیا دکھاتا جوان مردی ہے
گیت ٹھناڑک بھرا سناتا ہے
جسکے نکتوں کو تا ابد کا ہل
سخت نعروں میں شانت یہ مُسر ہے

دل تو فارغ ہو۔ کارکن تن ہو
تُند مور و ملخ سا لشکر تھا
شنکھ باجے کا اور تیروں کا
گرد سے جہر بن فقیر رہا
وہ دلاور کمال کی جڑ میں
کیا ہی مضبوط دل ہے مردی ہے
فلسفہ کیا عجب بتاتا ہے
سوچا چاہیں گے غور سے ہل مل
سچا یہ من چلا بہادر ہے



(۴۲۵) برہمن

کوہ پر شو نظر جو آتا ہے
جس سے کیلاش ہی نہ تاباں ہے
ویش چھتری کو اور شودر کو
اوم آنند آتما چیتن
نشٹھا ایسی ہے جسکی کہ "یہ میں ہوں"
روئے عالم پہ نور افگن ہے

برف کو آب کر بہاتا ہے
رونق بحر اور بیاباں ہے
وہ لئے ہے پرکاش کہہ دو مہتر کو
تینوں دیہوں میں ہے جو نور افگن
شو ہوں سورج ہوں خاص شنکر ہوں
وہ برہمن ہے۔ وہ برہمن ہے

حکمت خود دِشنوں سے حکمت کرے
تین گن سے پرے ہے پر سب کو
جس کو فرحت نہ دے کبھی پیسا
کھڑا کرتا نہیں ہے دستِ دعا
مانگتا خواب میں بھی کچھ نہ ہے
وِشنو کو لات مار دیتا ہے
ق
نور اور زندگی سے چست کرے
نور دیتا ہے خواہ کیا کچھ ہو
برہمن ہے وُہی جو ہو ایسا
ہے غنی ذات ہی میں وہ دھنی ہوا
اسکی درِشٹی سے کانچ کندن ہے
وہ برہمن ہے۔ وہ برہمن ہے

(۲۶۴) شُدّھ سروپ - ذاتِ مبّرا

تینوں اجسام سے گزر کر پار
حسن میں اپنے خود درخشاں ہوں
تِلتیں کیا مزے سے کھاتا ہوں
میری کرنوں میں ہو گیا دھوکا
قلعہ دکھوں کا سر کیا ڈھایا
ہستِ مطلق سرورِ مطلق پر
کچھ نہ بگڑا تھا کچھ نہ سدھرا آپ
یاں عدو ہے نہیں نہ کوئی یار
مہرِ تاباں ہوں۔ مہرِ تاباں ہوں
موت چٹنی مرچ لگاتا ہوں
آب کا تھا سراب، دنیا کا
راج افلاک و مہر پر پایا
جھنڈا گاڑا پھریرا لہرایا
کچھ گیا تھا نہ۔ کچھ نہیں آیا

ذاتی تجربہ (نجی انوبھو)

تصویرِ یار

(۴۲۷) غزل

اِس لئے تصویرِ جاناں ہمنے کھچوائی نہیں (ٹیک)

بات تھی جو اصل میں وہ نقل میں پائی نہیں | اسلئے تصویرِ جاناں...
پہلے تو یاں جان کی تن سے شناسائی نہیں | اسلئے تصویرِ جاناں...
تن سے جاں جب مِل گئی تو اُسمیں دو تائی نہیں | اسلئے تصویرِ جاناں...
ایک سے جب دو ہوئے تب لُطفِ یکتائی نہیں | اسلئے تصویرِ جاناں...
مَیں ہُوں مشتاقِ سخن اور اُس میں گویائی نہیں | اسلئے تصویرِ جاناں...
پاٹوں لنگڑا۔ ہاتھ لُنجا۔ آنکھ بینائی نہیں | اسلئے تصویرِ جاناں...
یار کا خاکہ اُڑانا۔ یہ بھی دانائی نہیں | اسلئے تصویرِ جاناں...
کاغذی یہ پیرہن ہے دل کو یہ بھائی نہیں | اسلئے تصویرِ جاناں...
دِل میں ڈر ہے کہ مُصوّر ہی نہ بنجائے رقیب | اسلئے تصویرِ جاناں...
دام مانگے ہے مُصوّر پاس یک پائی نہیں | اسلئے تصویرِ جاناں...



نوٹ:۔ یہ غزل سوامی جی کے نوٹ بُک میں ایسی ہی ملی ہے۔ اگرچہ اسکا سلسلہ ہندی رام برشا کی غزل کے سلسلے سے ذرا مختلف ہے تاہم سطور وہی ہیں۔ اور مطلب میں فرق نہیں۔ (مُولف)

نفاق

(۴۲۸) ریختہ

ستیہ دھرم کو چھپا دیا - کس نے؟ نفاق نے
لوگوں میں چھل پھیلا دیا - کس نے؟ نفاق نے } ٹیک

(۱) یہ دیش اِک زمانہ میں دُنیا کی شان تھا
اب سب سے ادنیٰ کردیا - کس نے؟ نفاق نے

(۲) دِوج دھرم کرم کرنے میں رہتے تھے نِیت مگن
اب اُن کو پتت کردیا - کس نے؟ نفاق نے

(۳) ہر گھر میں شبد سُنتے تھے - ویدوں پُران کے
اُن سب کو ہی مِٹا دیا - کس نے؟ نفاق نے

(۴) مہابلی راون کو تو جانت سبھی یہاں
سب ناش اُس کا کردیا کِس نے؟ نفاق نے

(۵) آیا ہے وقت اب تو ہتیشی بنو سبھی
گھر گھر میں دخل کرلیا - کِس نے؟ نفاق نے

(۴۲۹) سمے

سمے کیسا یہ آیا ہے (ٹیک)

(۱) نہ یاروں سے رہی یاری | نہ بھائیوں میں وفاداری
محبت اُٹھ گئی ساری | سمے کیسا یہ آیا ہے
(۲) جدھر دیکھو بھری کُلفت | بُھلادی سب نے ہے اُلفت
بُری صحبت۔ بُری سنگت | سمے کیسا آیا ہے
(۳) سبھائیں کی بہت جاری | نہ خود مَن کے ادھکاری
نہ چھوڑے کرم وِچاری | سمے کیسا یہ آیا ہے
(۴) بہت عُمدہ کہیں لیکچر | مگر اُلٹا چلیں اُن پر
عقل پر پڑ گئے پتّھر | سمے کیسا یہ آیا ہے
(۵) سچائی کو چُھپاتے ہیں | دِل اَوروں کا دُکھاتے ہیں
برتھا سَوگنہ کھاتے ہیں | سمے کیسا یہ آیا ہے
(۶) نہیں بیوہار کی شُدّھی | وِپرِیَہ ہو رہی بُدّھی
وچاریں ست نہیں کچھ بھی | سمے کیسا یہ آیا ہے
(۷) گھٹا ہے پاپ کی چھائی | اُپدرو ہوویں ہر جائی
ہے اِک کو ایک دُکھ دائی | سمے کیسا یہ آیا ہے

(۱) وقت (۲) نفرت۔ دویش (۳) بفائدہ (۴) ستیے (۵) اُلٹی (۶) فساد۔ حادثے (۷) ہر جگہ ۔

(۸) نہ جانے دیش کے باسی	بنیں سب ست وِشواسی
مِٹے اب کیسے اُداسی	سمے کیسا یہ آیا ہے



بھارت ورش

(۴۳۰)

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بُلبلیں ہیں اُس کی وہ بوستاں ہمارا

غُربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دِل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی ہو دِل جہاں ہمارا

پربت وہ سب سے اُونچا ہمسایا آسماں کا
وہ سنتری ہمارا۔ وہ پاسباں ہمارا

گودی میں کھیلتی ہیں جسکے ہزاروں ندیاں
گُلشن ہے جنکے دم سے رشکِ جہاں ہمارا

اَے آبِ رودِ گنگا! وہ دِن ہے یاد تجھکو
اُترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

مذہب نہیں سِکھاتا۔ آپس میں وَیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن۔ ہے ہندوستاں ہمارا

یونان و مِصر و روما سب مِٹ گئے جہاں سے
باقی ہے پر ابھی تک نام و نشاں ہمارا

(۱۳۱۴) بھارت ورش کی مہما (تعریف)

میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے (ٹیپ)

(۱) چشتی نے جس زمیں میں پیغامِ حق سنایا
نانک نے جس تعلیم میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

(۲) یونانیوں کو جس نے حیران کر دیا تھا
سارے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا
مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا
ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

(۳) پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں سے
ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسمان سے
وحدت کی نے سُنی تھی دنیا نے جس مکاں سے
میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

(۴) گوتم کا جو وطن ہے۔ جاپان کا حرم ہے
عیسیٰؑ کے عاشقوں کا چھوٹا یوروشلم ہے
مدفون جس زمیں میں اسلام کا حشم ہے
ہر پھول جس چمن کا فردوس ہے ارم ہے
میرا وطن وہی ہے۔ میرا وطن وہی ہے۔

حُبّ وطن

(۴۳۲)

(۱) دیکھا ہے پیارے مَیں نے دُنیا کا کارخانہ
سیر و سفر کیا ہے چھانا ہے سب زمانہ
اپنے وطن سے بہتر کوئی نہیں ٹھکانا
خارِ وطن کو گُل سے خوشتر ہے سب نے مانا
اَہلِ وطن سے پُوچھو تُم خُوبیاں وطن کی
بُلبُل ہی جانتی ہے آزادیاں چمن کی

(۲) کھاؤ ہوا وطن کی کچھ اور ہی مزا ہے
پانی پیو وطن کا امرت سے بھی سوا ہے
خاکِ وطن نہ کہیئے اکسیر و کیمیا ہے

رُتبہ تری زمین کا کچھ اے وطن جُدا ہے

جو شے غرض یہاں ہے دُنیا سے ہے نرالی

نامِ وطن نے اس میں تازہ ہے جان ڈالی

(۳) باغوں میں پھر کے دیکھو کچھ اور ہی ہے نُزہت

کھیتوں سے یاں کے آتی آنکھوں میں ہے تراوت

رکھتے ہیں یاں کے دریا کچھ اور ہی لطافت

یہاں کے پہاڑ میں ہے عرشِ بریں کی رفعت

دُنیا میں پھر کے دیکھا ہرگز کہیں نہیں ہے

باغِ بہشت کہیئے یہاں کی زمیں نہیں ہے

(۴) جوہر وطن میں آکر کھُلتا ہے آدمی کا

جب تھا وطن سے باہر بیشک وہ آدمی تھا

یاں آدمی نہیں وہ ہے باپ یا کہ بیٹا

کہتا ہے کوئی بھائی کوئی اُسے بھتیجا

یاں گوش زد ہیں ہرسُو اُلفت بھری صدائیں

باہر وطن سے ہرگز جو کان ہیں نہ آئیں

(۵) ہے ہمکو جان و دل سے اپنا وطن پیارا

اچھا وُہ دن ہے اُسکی خدمت میں جو گُذارا

کہتے ہیں ہم وطن کو آنکھوں کا اپنی تارا
وہ جان ہے ہماری ایمان ہے ہمارا
ہاں مہر یہ سخن ہے دُنیا میں سب نے مانا
اپنے وطن سے بہتر کوئی نہیں ٹھکانا

بھارت ورش کی سابق حالت کا حال سے مقابلہ

(۴۳۳۴) راگ دیش

(۱) کبھی ہم بھی بلند اقبال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
ہر فن میں رکھتے کمال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
(۲) پڑھتے تھے جب ہم وید کو۔ جانیں تھے سب کے بھید کو
رکھتے نہ اپنی مثال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
(۳) پابند تھے جب دھرم کے۔ ماہر تھے اپنے کرم کے
روشن سبھی پُر جلال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
(۴) جب سے جہالت آگئی۔ تاریکی ہر سُو چھا گئی
مفلس ہیں جو خوشحال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
(۵) حاکم ہیں جو محکوم تھے۔ خادم ہیں جو مخدوم تھے
شِراب ہوئے جو شرگال تھے۔ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

(۶) حالت دِگر گوں ہو گئی۔ قسمت کشور کی سو گئی
روتے ہیں اب جو نہال تھے تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

(۴۳۴) بھارت ورش کی موجودہ حالت

(۱) اِک دن راہِ ترقی میں ہم بھی رہنما تھے
اب لوگ پوچھتے ہیں نام و نشاں ہمارا
(۲) یونان مصر۔روما۔انگلینڈ۔گال۔جرمن
شاگرد اِک زمانہ میں تھا جہاں ہمارا
(۳) دنیا میں ہو رہا تھا۔بھارت ورش کا چرچا
سب کی زبان پر تھا لطفِ بیاں ہمارا
(۴) گوتم۔ویاس بھیشم تھے نامور یہیں کے
ارجن سا تیر افگن تھا اِک جواں ہمارا
(۵) رونق چمن کی ساری فصلِ خزاں نے لوٹی
ویران ہو گیا ہے سب گلستاں ہمارا
(۶) ہاں اہلِ ہند اٹھو۔حالت ذرا سنبھالو!
نقشہ ہوا دگر گوں ہے بے گماں ہمارا
(۷) راحت کی گر طلب ہے۔سب اتفاق کرلو

چھوڑو نفاق۔اِسی میں ہوگا زیاں ہمارا

بھارت کُل

(۴۳۵) لادنی

آگیا میں جنکی جہان تھا۔اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
سات دویپ نو کھنڈ بیچ میں جنکا مان تھا ہمیں تو ہیں } ٹیک

(۱) چودہ وِدیا جو نِدھان تھے۔اُن کی کُل میں ہمیں تو ہیں
جن سے چتر ہیں پشو حیوان اب۔اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
ویدوں کا مانیں پرمان تھے۔اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بانچیں ہیں متھیا گیان اب۔اُن کی کُل میں ہمیں تو ہیں
سب وِدیاؤں کی جو کھان تھے۔اُن کی کُل میں ہمیں تو ہیں
سات دویپ نو کھنڈ بیچ میں جنکا مان تھا ہمیں تو ہیں (ٹیک)

(۲) براہمن یہاں پورن گُن وان تھے۔اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
مورکھ ہوئے ذاتی ابھمان میں۔اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
سب کا جو چاہیں کلیان تھے۔اُنکی کل میں ہمیں تو ہیں
ٹھگی کی دھرلی دوکان اب۔اُن کی کُل میں ہمیں تو ہیں
وِدیا کا کرتے تھے دان جو۔اُن کی کُل میں ہمیں تو ہیں (ٹیک)

(۳) رشی منی جہاں گیان وان تھے۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بھنگ چرس میں ہیں غلطاں اب۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
جن کا دیو سرب شکتی مان تھا۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
جن کا اِشٹ ہے وِشے دھیان اب۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
سنسکرت جن کی اپنی زُبان تھی۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں (ٹیک)
(۴) آکاش میں چلتے بمان تھے۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
ریل دیکھ ہو گئے حیران اب۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بلی بھیم سین بالی سمان تھے انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
گھٹنوں پر رکھ اٹھیں ہاتھ اب۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
کرشن۔ رام۔ بھیشم سمان تھے۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں۔ (ٹیک)
(۵) برہم چریہ کی جن کو بان تھی۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں۔
بل بیرج کھوئے ناتوان ہوئے۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
لکھ سنگھاری جنکے بان تھے۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
چوہے کا نہیں کاٹیں کان اب۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
انگد۔ سُگریو۔ ہنومان تھے۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
(۶) دیش اُنتی کا تھا دھیان جنہیں۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بھارت ہیں کر بیٹھے مان اب۔ انکی کُل میں ہمیں تو ہیں

پرانیوں پر دیتے پران جو۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
اب مانس کو کریں پان جو۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
گئو جان پر جن کی جان تھی۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں (ٹیک)
(۷) آریہ ورت جن کا ستھان تھا۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
جن کا ستھان ہندوستان اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بڑے بڑے یہاں دھنبان تھے۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
بھوجن بن ہو رہے ویران اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
وِدیا میں کرتے سنان تھے۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں۔ (ٹیک)
(۸) ست اُپدیش کرتے تھے گان جو۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
کوک شاستر کریں بکھان اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
ست اسنت لیتے تھے چھان جو۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں۔
سُن کے ست جائیں بڑا مان اب۔ اُنکی کُل میں ہمیں تو ہیں
نول سنگھ کہے وید دھرم پر دھر دھیان پھر ہم ہی تو ہیں (ٹیک)

بھارت نیند

(۴۳۶)

(۱) اُٹھو اب نیند کو تیاگو ہوا بالکل سویرا ہے

ہَوا بدلی زمانے کی تمہیں آلس نے گھیرا ہے
(۲) بڑے بننے لگے تم سے جو چھوٹے تھے کبھی درجے
تمہاری عقل پر کینا جہالت نے بسیرا ہے
(۳) پڑے تم بے خبر سوتے۔نہیں جگتے جگانے سے
تمہارے گھر میں گھس بیٹھا اوِدّیا کا لُٹیرا ہے
(۴) بزرگوں کی بنی کیا عزت۔تمہارا حال ہے اب کیا؟
ذرا تو غور کر سوچو۔ہُوا یہ کیا اندھیرا ہے
(۵) کرو اب دیش کی رکھشا۔یہ غفلت نیند کو تیاگو
نہیں تو ڈوبتا کچھ دن میں یہ بھارت کا بیڑا ہے
(۶) چلی جب جائیگی ساری تمہاری شان اور شوکت
تو پھر افسوس کھاؤ گے۔پڑے جب دُکھ گھنیرا ہے
(۷) جگاؤ اے پربھو! اب تو ہمارے دیش بھائیوں کو
یہی بلدیو کی عرضی۔بھروسہ ناتھ تیرا ہے

دائمی حُبّ الوطن

(۴۳۷)

(۱) آگ میں پڑکر بھی سونے کی دمک جاتی نہیں

کاٹ دینے سے بھی ہیرے کی چمک جاتی نہیں

(۲) سل پر گھسا دینے سے بھی جاتی نہیں چندن کی بُو
پھُول کی مٹّی میں ملکر بھی مہک جاتی نہیں

(۳) کُوٹ کر آتا نہیں کچھ لال کی رنگت میں فرق
توڑ دینے سے بھی موتی کی چمک جاتی نہیں

(۴) رنج میں آتا نہیں نیکوں کی پیشانی پہ بل
دُھوپ کی تیزی میں سبزہ کی لہک جاتی نہیں

(۵) رُک نہیں سکتی کٹہروں میں بھی شیروں کی دہاڑ
دستِ گلچیں میں بھی غُنچوں کی مہک جاتی نہیں

(۶) خوف و خطرے میں بدل سکتی نہیں مَردوں کی خُو
عندلیبوں کی قفس میں بھی چہک جاتی نہیں

(۷) صاحبِ ہمت نہیں دیتا مخالف سے کبھی
زور سے آندھی کے آتش کی بھڑک جاتی نہیں

(۸) نعرہ زن رہتا ہے آفات و حوادث میں دلیر
بادلوں میں گھر کے بجلی کی کڑک جاتی نہیں

(۹) مُلک کی اُلفت کا جذبہ دِل سے مِٹ سکتا نہیں
قوم کی خدمت میں خواہش اے فلک جاتی نہیں

(۴۳۸) بھارت واسی کا پرن

(۱) نام زِندوں میں لکھا جائیں گے مَرتے مَرتے
لاج بھارت کی بنا جائیں گے مَرتے مَرتے

(۲) جان پر کھیل ہی جائیں گے اگر ہم تو بھی
سینکڑوں ہی کو جلا جائیں گے مَرتے مَرتے

(۳) سَر و تن ہونگے جُدا اُنکو تو ہونا ہی ہے
ہم تو بچھڑوں کو مِلا جائیں گے مَرتے مَرتے

(۴) وُہ کوئی اور ہونگے جو روکے رُلاکے مرتے ہیں
ہم رقیبوں کو ہنسا جائیں گے مرتے مرتے

(۵) خاک میں جسم کسی اور کا ملتا ہوگا
ہم تو بھُوکوں کو کھِلا جائیں گے مرتے مرتے

(۶) تِشنہ لب آئیں گے جسوقت رقیبِ ناداں
خُون تک اپنا پلا جائیں گے مَرتے مَرتے

(۴۳۹) ہندُوؤں کو چتاؤنی

(۱) ہے ہندو قوم! تیرا گو ہے نشان باقی
لیکن نہیں ہے تجھ میں بالکُل ہی جان باقی

(۲) سب گوشت و پوست تیرا افسوس سڑ چکا ہے

اب رہ گئے ہیں تجھ میں کچھ استخوان باقی

(۳) سر ہاتھ پیر ٹانگیں۔ تیری الگ الگ ہیں
حیرت ہے کس طرح پھر تجھ میں ہیں پران باقی

(۴) مت بھید سے ہزاروں فرقے ہوئے ہیں تجھ میں
جن میں نہیں ہے کچھ بھی جز اینٹھ تان باقی

(۵) ہر ایک دوسرے کا بدخواہ ہو رہا ہے
دل میں نہیں کسی کے کچھ تیرا دھیان باقی

(۶) اے ہندو قوم! تیرے بیٹوں کے پاس اب تو
بس رہ گئی ہے خالی ذلت و ہان باقی

(۷) عیسائی کھا رہے ہیں مردہ سمجھ کے تجھ کو
کھالیں گے جو رہا ہے اہل قرآن باقی

(۸) حالت یہی رہی گر کچھ دن بھی تو بلا شک
قائم نہیں رہے گا تیرا نشان باقی

(۹) جو تیرے تھے محافظ دنیا سے چل بسے وہ
کوئی نہیں ہے تیرا اب پاسبان باقی

(۱۰) رام اور کرشن جیسے سچے سپوت تیرے
سب چل بسے رہے ہیں۔ ہم نام جان باقی

(۱۱) بیروں سے گود تیری خالی ہُوئی ہے ماتا
کوئی نہیں ہے تجھ میں بھیشم سمان باقی
(۱۲) بازار دھرم کا سب مسمار ہو چکا ہے
ٹھگوں کی رہ گئی ہے بیشک دوکان باقی
(۱۳) پیچھے پڑی ہُوئی ہیں جملہ اچھوت قومیں
جنکو نہیں ہے تیرا مُطلق بھی دھیان باقی
(۱۴) سانگ سے پُتر تیرے بل ہین پیاری اماں
کرنے کو رہ گئے ہیں آہ[۲] و فغان باقی

(۱) شاعر کا نام (۲) رونا۔ چلّانا۔

ہندوؤں کی حالت

(۴۴۰)

(۱) کس اور گر رہے ہو کس دُھن میں جا رہے ہو
اپنی یہ ہندؤو! کیا حالت بنا رہے ہو؟
(۲) کس کوڑھ نے ہے گھیرا کیسی لگی بیماری
نہ وہ چھوڑتی ہے تمکو نہ تم ہی چھوڑ رہے ہو
(۳) نہ تو سو ہی تُم رہے ہو جگتے بھی نہیں کُھل کر

کہلا کے آریہ بھارت رُج میں رُلا رہے ہو

(۴) بھراتی جو پتا کا رشیوں کی ہم کے اُوپر
کیوں ۔ھاگیہ ہین اُس کو نیچے گرا رہے ہو

(۵) سب تیاگنے کے ساتھ ہی بھاشہ بھی چھوڑ بیٹھے
ہو کون مُنہ لگا کر ہندو کہا رہے ہو

(۶) اِس باڑ میں سمجھ لو بہہ جاؤ گے سراسر
ہندی کا ہند سے جو ناتہ چھوڑا رہے ہو

(۷) اب بھی سمے بہت ہے کرلو سُدھار اپنا
سر پر کلنک کا کیوں ٹیکا لگا رہے ہو

(۸) چلاتے مر گئے ہم پیچھے جگے بھی تو کیا؟
مادھو کے دِل جلے کو پھر کیوں جلا رہے ہو

(۱) بیٹی

ہندوؤں سے ہندی ماتا کی اپیل

(۱۴۹)

(۱) اے ہند کے سپوتو! کیا ہے خطا ہماری
جو آج گر رہی ہوں آنکھوں سے میں تمہاری

(۲) سُکھ چوم چوم میں نے ہے بولنا سکھایا

ہاں میری وُہ محبت دیتے ہو تُم بِسباری

(۳) ہِنا۔ی ہُوں ماں تمہاری۔کچُھ تو نظر اُٹھاؤ

دیکھو پِتا تمہارا بھی ہو رہا بھِکاری

(۴) کھاتی ہُوں لات در در۔جیتی ہُوں بیچیا ہُوں

پَر کیا کرُوں جِگر میں اِک آس ہے تمہاری

(۵) تُم لاکھ کیسے ہی ہو۔خُونِ جگر ہو اپنے

اِک دِن کبھی تو پچھّوا ئسدھ لوگے ہی ہماری

اُستاد یا گُورو بھارت

(۴۴۲)

بھارت ہمارا ہم کو کیا کیا سکھا رہا ہے (ٹیک)

(۱) اُس کے سُپتر سارے سنسار کے ہیں پیارے

پُورن پرشانت پاوَن۔جیوَن کی جیوتی دھارے

سنسار بھر کے سیوک۔سنسار بھر سے نیارے

اِن کے پوِتر من کا درپن دکھا رہا ہے (ٹیک)

(۲) دُشکرِت کوئی نہ کرتُو۔کرتے سُکرِت نہ ڈرتُو

ہر کر کسی کے دھن کو اپنا بھون نہ بھرتُو

پر ہت کے سادھنے میں کوئی نہ کر کسر تو
شُبھ کرم کی طرف یوں سبکو جھکا رہا ہے (ٹیک)

(۳) کر نیائے کی نہ ہنسا - ہے نرانہ ہو نرشنسا
دھرمتیہ کی سوپنتھا - ہوکر نڈر نشنسا
بھرلے ہردیہ بھون میں بھگوان کی پرشنسا
انمول ست وچن کا امرت چکھا رہا ہے

(۴) بھارت کا جگ رتنی ہے - یہ جگ شرومنی ہے
شوچتا میں شومیتا ہیں - دِڑتا میں اگرنی ہے
درشک ہے پنیہ پتھ کا کرمینہ ہے - پرنی ہے
ست دھرمتا کے دھن کی ندھی کو رکھا رہا ہے

(۱) مفروض (۲) سب دنیا سے اعلیٰ (۳) صفائی - شدھی (۴) کو ملتا (۵) سب سے آگے -
(۶) دکھلانے والا (۷) کام کرنے والا (۸) خزانہ ٭

(شری پدم کوٹ پریاگ)

ہت ان ہت

(۴۴۴)

سمجھ من رے مورکھ ناداں !
اپنا اور پرایا جگ میں - ہت ان ہت پہچان (ٹیک)

(۱) اپنوں کا تجھے گیان نہیں ہے۔غیروں پر ہے دھیان
جن کو کچھ پرواہ نہیں تیری۔اُن پر تو قربان۔
سمجھ من رے مورکھ نادان!

(۲) اپنوں اور پرایوں میں جو رکھتا غلط گمان
کھاتا خطا ایک دِن بھاری۔کھوتا ساری شان
سمجھ من رے مُورکھ نادان!

(۳) ہِت اِن ہت کی سمجھ سمّیا ہو جا سجگ سُوجان
اگر پار کرنا ہو جیون کا اپار میدان
سمجھ من رے مورکھ نادان!

(شری پدم کوٹ پریاگ)

فہرست بھجن ردیف وار

فہرستِ کُتب

خمخانۂ رام یعنی کُلیاتِ رام اُردو ـ جس میں شریمان سوامی رام تیرتھ جی مہاراج زندۂ جاوید کی اپنی ترمیم شدہ کُل تقاریر و تصانیف مع شرح و توضیح سلسلہ وار درج ہیں ـ یہ کتاب زندگی کے مرحلوں اور روزانہ کشمکش سے نکال کر بہشت تک رسائی کرنے والی ہے ـ

سوامی جی کے اُپدیش مختلف چھوٹے چھوٹے رسالوں میں نکلے تھے، مگر انگریزی کلیاتِ رام کے شائع ہونے کے بعد پبلک کی یہ خواہش ہُوئی کہ جیسے انگریزی تصانیف و تقاریرِ رام نہایت عمدہ ترتیب میں مرتب ہُوئی ہیں ویسے ہی کُل اُردو تصانیف و تقریراتِ رام بھی خمخانۂ رام کے عنوان پر مختلف جلدوں میں سلسلہ وار منقسم ہوکر چھپنی چاہیئے ـ لہٰذا فی الحال اِس کتاب کی پہلی جلد شائع کی گئی ہے باقی جلدیں بھی جہاں تک جلد ہوسکے گا شائع کردی جاویں گی :-

فہرستِ مضامین

(۱) آنند	(۳) وحدت	(۵) دیدانت کا ایک سادھن	
(۲) زندہ کون ہے	(۴) رام	(۶) صُلح کہ جنگ گنگا ترنگ	(۷) ریویو خطوط بر رسالہ الف

حجمِ کتاب ۴۷۲ صفحہ ڈمائی کاغذ معہ دو عمدہ فوٹو سوامی رام تیرتھ مہاراج قیمت قسم اعلیٰ مجلد عہ ۲/ اودنیٰ بغیر جلد عہ (ایک روپیہ)

رام پتر یعنی خطوطِ رام اُردو ـ جس میں وہ تمام مؤثر و دلچسپ خطوط سلسلہ وار معہ تشریح مُشکل الفاظ و نوٹ درج ہیں جو سوامی رام تیرتھ جی مہاراج نے زمانہ طالب علمی میں اپنے گُرو بھگت دھنا رام جی کو لکھے اور اپنے سنیاس آشرم کی زندگی میں چند پیارے طالبانِ حق کے نام تحریر فرمائے ـ اور جس میں شری سوامی جی کا فوٹو بھی شامل ہے ـ ان خطوط کو پڑھکر شری سوامی جی کی علمی لیاقت اور سادہ پن کا خیال ہی نہیں بلکہ ایشور کی قدرت کا اندازہ کرنے کا موقعہ مل سکتا ہے ٭

حجم ۲۰۸ صفحہ قیمت قسمِ اعلیٰ مجلد ۱۲/ قیمت ادنیٰ بغیر جلد ۸/ (آٹھ آنے)

رام برشا اردو مکمل - جس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج اور دیگر مہاتماؤں کے وہ بھجن سلاؤنیاں اور غزلیات مطابق مضامین کے چودہ ادھیاؤں (ابواب) میں منقسم ہیں - کہ جو سوامی جی ممدوح کی نوٹ بکوں - تحریروں - اور اُپدیشوں میں درج تھے - اِن کے مطالع و گاین سے نہ صرف شرون مننَ و ندِھیاسن (شنید - تصدیق - حق الیقین) ہی ہوتا ہے - بلکہ گانے اور سننے سے وجد کا عالم بھی طاری ہو جاتا ہے - پہلے یہ کتاب علیٰحدہ علیٰحدہ دو حصوں میں شائع ہوئی تھی - اب اِس ایک ہی جلد میں دونوں حصے شامِل ہیں - حجم قریبًا ۵۳۰ صفحہ مع فوٹو سوامی جی -

قیمت قسم اعلیٰ ومجلد پارچہ عہ - قسم دوم ومجلد - عہ ایکروپیہ

سوانح عمرئ رام - مولفہ شری نارائن سوامی جی شاگرد رشید سوامی رام تیرتھ جی مہاراج اس میں سوامی جی کے مفصل حالاتِ زندگی بلا مبالغہ کے درج ہیں - بہت سے حالات تو سوامی جی ممدوح کی اپنی قلم سے ہیں - باقی سوامی جی مہاراج کے شاگرد رشید سوامی نارائن کے اپنے ذاتی تجربہ کی بُنیاد پر اور کچھ تھوڑے دوسرے رام بھگتوں کی شہادت سے درج کئے گئے ہیں -

حجم قریبًا تین سو پچیس صفحہ - قیمت قسم اعلیٰ مجلد عہ - قسم ادنیٰ غیر جلد سادی ۱۲

سوامی رام تیرتھ جی کی تین پیاری پستکیں

مصنفۂ عالیجناب باوا نگینا سنگھ صاحب بیدی آنجہانی - آتم درشی

(۱) **ویدانو وچن اُردو** - یہ کتاب ویدانت کے پریمیوں اور خاصکر اُردو خواں اصحاب کے لئے ازحد مفید ہے - کرم کانڈ - گیان کانڈ - پیدائشِ دُنیا و انسان - برہم گیان - مُکتی یعنی نجات - اور اُپنشدوں کے دقیق فلسفہ کو معمولی عبارت میں واضح کیا گیا ہے - اور آخر میں مشکل الفاظ کا فرہنگ بھی دیا ہے - یہ کتاب ویدانت کے پریمیوں کو بغیر کسی دیگر امداد کے جلدی اصل مقصد پر پہنچانے والی ہے اور اس میں مذکورۂ بالا مضامین جن کا بغیر سنسکرت ویاکرن پڑھے حاصل کرنا ازحد مشکل ہے نہایت عام فہم اور سلیس عبارت میں دیئے گئے ہیں جسکو معمولی استعداد کا آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے -

پہلے یہ کتاب قلمی نسخہ کی شکل میں تھی - مگر شری سوامی جی مہاراج کے اُپدیش کو پورا کرنے کی غرض

سے اُنکے شاگرد رشید شری سوامی نارائن جی نے اسکو تین بار چھپوایا۔ اب چوتھی بار یہ زیر طبع ہو رہی ہے اور اُمید قوی ہے کہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء تک مکمل شائع ہو جائیگی۔ رائیصاحب لالہ ہرنارائن۔ ہوم منسٹر ریاست کشمیر لایق شاگرد مصنف کتاب ہذا کی قلم سے دیباچہ بھی شروع میں دیا گیا ہے۔

حجم قریباً چھ سو صفحہ۔ قیمت قسم اعلیٰ مجلد ۱۸/ (ایک روپیہ آٹھ آنے)
ادنیٰ بلا جلد عہ (ایک روپیہ)

(۲) **معیار المکاشفہ**۔ اس میں چھاندوگ اُپنشد کے چھٹے باب کی مفصل شرح مع نہایت دلچسپ حالات زندگی مصنف ہذا درج ہے۔ اسی باب کو پڑھتے پڑھتے باوا صاحب کو انکشافِ ذات ہوا تھا۔ اور سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی ہدایت سے یہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۰۱ء میں شائع کی گئی تھی۔ اب ویدانت پریمیوں کے پے در پے تقاضوں پر لیگ سے دوبارہ اسکی اشاعت کرائی جا رہی ہے اور مشکل الفاظ کا فرہنگ بھی کتاب کے آخر میں دیا گیا ہے۔ ہر ایک طالبِ حق کو اس کا مطالعہ ضرور بالضرور کرنا چاہیئے۔

حجم تقریباً دو سو صفحہ۔ قیمت۔ اعلیٰ مجلد عہ قسم ادنیٰ غیر مجلد ۱۸/

(۳) **رسالہ عجائب العلم**۔ باوا صاحب کی یہ تصنیف پہلی ہر دو تصانیف سے بہت ہی زیادہ بڑھ چڑھ کر ہے۔ اگرچہ اس مختصر نسخہ میں ذاتِ حق کو محض ہستی و علمِ مسرور (سچد انند) مجسّم کر کے نہایت ہی مؤثر دلائل و سلسلہ سے چھ لیکچروں میں واضح کیا ہے لیکن ایک ایک لیکچر گویا ہے گویا سمندر کوزہ میں بھرا ہوا ہے۔ اسکے مطالعہ سے بڑے بڑے قلبی وہم مفقود ہو جاتے ہیں اور شکی چت بھی علم الیقین کی منزل تک پہنچتا ہوا حق الیقین و عین الیقین کا لطف اُٹھانے لگ جاتا ہے۔ جو اسے باغور پڑھے گا اپنے تجربہ سے آپ ہی داد دیگا۔ یہ اشاعت بھی ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء تک نکل آ دیگی

حجم تقریباً ۱۳۰ صفحہ سائز ۱۸×۲۲ ۔ قیمت اعلیٰ مجلد۔ آرٹ پیپر ۱۲/
قیمت قسم غیر جلد ادنیٰ ۔ ۶/

جگجیت پرگیہ۔ یعنی ایشاواسیہ اُپنشد کا اُردو ترجمہ جسکو باوا نگینا سنگھ آنجہانی نے شنکر آچاریہ کے سدھانت کے مطابق نہایت ہی واضح و مفصّل شرح کے ساتھ کیا ہے اور اسکو اپنے اُسوقت کے آقا مہاراجہ صاحب کپور تھلہ کے نام نامی سے منسوب کر کے اِس کا نام جگجیت پرگیہ رکھا ہے یہ ترجمہ سمت ۱۹۴۶ میں کیا گیا تھا یعنی پورے چالیس برس ہوئے جب اس شرح کی اشاعت اوّل ہوئی تھی

تب سے دوبارہ اشاعت نہیں ہوئی۔ کچھ عرصہ ہوا باواجی کے شاگرد رشید رائے صاحب بابو ہرنراین سابق ہوم منسٹر ریاست کشمیر سے یہ شائع شدہ نسخہ لیگ کے ہاتھ لگا۔ اور طالبانِ حق کے فائدے کے لئے اسے بھی شائع کیا جا رہا ہے اُمید ہے کہ جنوری ۱۹۳۰ء تک اسکی اشاعت مکمل ہو جاویگی ؛
قیمت قسم اعلیٰ مجلد تقریباً ۱۲/ اور قسم ادنیٰ غیر مجلد تقریباً ۸/ رہوگی۔

مذکورہ بالا کتب کا ہندی ترجمہ

سلیس زبان میں لیگ نے شائع کیا ہے اور علاوہ انکے سوامی رام کی کُل تصانیف و تقریر بزبان ہندی و انگریزی شائع کی گئی ہیں جنکی فہرست مع قیمت ذیل میں درج ہے ؛

زبان	نام کتاب	قیمت اعلیٰ مجلد	قیمت ادنیٰ بلا جلد
ہندی	کلیاتِ رام جو ۲۸ حصوں میں منقسم ہے	۱۵	[illegible]
"	مستغرق حصہ	۱۲/	۸/
"	مختصر سوانح عمری رام		۴/
انگریزی	کلیاتِ رام تین جلدوں میں منقسم	عافی جلد	×
"	رام ہردیہ	عصر	۸/
"	نظم رام	عصر	۸/
"	سوانح عمری رام مع لیکچر سیٹیفیمنک		۸/
	فوٹو سوامی رام رنگین بڑے سائز کی	عا	
	ایضاً سادی بڑے سائز کی	صرر	
	ایضاً کیبنٹ سائز	عصر	
	چھپے چترز دنشن کا ایک سٹ	۸/	ہر ایک ار
ہندی	ترجمہ وید آنو وچن	عا	عہ
"	معیار المکاشفہ	۱۲/	۸/
"	رسالہ عجائب العلم	۱۲/	۸/

بھگوت گیتا ہندی

دو جلدوں میں

مصنفہ شری نارائن سوامی شاگرد رشید سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایم اے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے اس متبرک کتاب کا نام نہ سُنا ہو۔ مختلف اشخاص نے شرحیں اور ترجمے کئے ہیں مگر جو بات اس شرح میں پائی جاتی ہے بالکل نرالی ہے۔ اوّل شلوک پھر لفظی و اصطلاحی معنی و شرح ہر ادھیائے و شلوک کا ایک دوسرے سے تعلّق و خلاصہ اس خوبی سے واضح طور پر تحریر کیا گیا ہے کہ عام الشان بھی آسانی سے اس کتاب کے اسرارِ نہانی اور رمز کی تہ کو پہنچ سکتا ہے۔ عبارت نہایت سلیس ہندی بھاشہ میں ہے۔ آخر میں ہر ادھیائے کا اختصار بھی دیا گیا ہے۔

جحم دونوں بھاگ قریباً دو ہزار صفحہ۔ قیمت فی بھاگ عہ دو روپے۔

سبھتا اور پریورتن کا نیم - اُردو

یعنی تہذیب قانون انقلاب اُردو۔ یہ کتاب سات ادھیائے میں لکھی ہے۔ قدیمی تہذیب ہندوستان کی تعریف تو بہت سُنی ہوگی۔ لیکن قدیمی تہذیب کی تشریح جس طرح اس کتاب میں کی گئی ہے وہ نہ تو کسی اور کتاب میں اور نہ کسی لیکچر میں کبھی سنی ہوگی

جحم ۶۷ صفحہ۔ قیمت فی جلد ۴ر چار آنے۔

نُورِ زندگی

مصنفہ پنڈت نرمل چندر جی ست سنگھ اوکاڑا ضلع منٹگمری (پنجاب) اس میں تصوف (ویدانت) کے مختلف اُمور بڑی سیدھی سادی طرز میں سادہ زبان سے واضح کئے گئے ہیں۔ معمولی لیاقت کا آدمی بھی اسکے مطالعے سے آتم گیان کے مرحلوں کو سمجھ سکتا ہے۔ جحم قریباً ۲۷۵ صفحہ۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

مفصل فہرست کتب بزبان انگریزی۔ ہندی۔ ملاخطہ کرنی ہو تو پتہ ذیل سے بلاقیمت صرف ایک کارڈ لکھکر منگائیے۔

مینیجر۔ شری رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ

شری رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ کے مختصر قواعد

اِس انجمن کے اغراض و مقاصد یہ ہونگے:۔

(ا) کہ برہم لین شری سوامی رام تیرتھ مہاراج کی تصانیف لیکچر اور سوانحمری کو خصوصاً

(ب) اور دیگر تصانیف کو جوکہ انکی تلقین کے موافق ہوں عموماً عمدہ وضع قطع میں مضامین کی اصلیت و تصحیح کو قائم رکھتے ہوئے شائع اور کم از کم قیمت پر فروخت کیا جائے۔

انجمن ہذا میں وہ اصحاب جوکہ سوامی رام تیرتھ کی تعلیم کے مقلد ہوں بطور (۱) مربّی (۲) ممبر (۳) ہمدرد کے شریک ہو سکیں گے۔

جو اصحاب مبلغ ایکہزار روپیہ یکمشت یا زیادہ سے زیادہ دس قسطوں میں دو سال کے اندر عطا فرماوینگے وہ کل زر عطیہ کی وصولیابی پر انجمن میں بطور مربّی کے داخل کئے جاوینگے۔

جو اصحاب مبلغ دو سو روپیہ یکمشت یا زیادہ سے زیادہ آٹھ قسطوں میں دو سال کے اندر ادا کرینگے وہ انجمن میں کل زر عطیہ کی وصولیابی پر بطور ممبر کے داخل کئے جائینگے

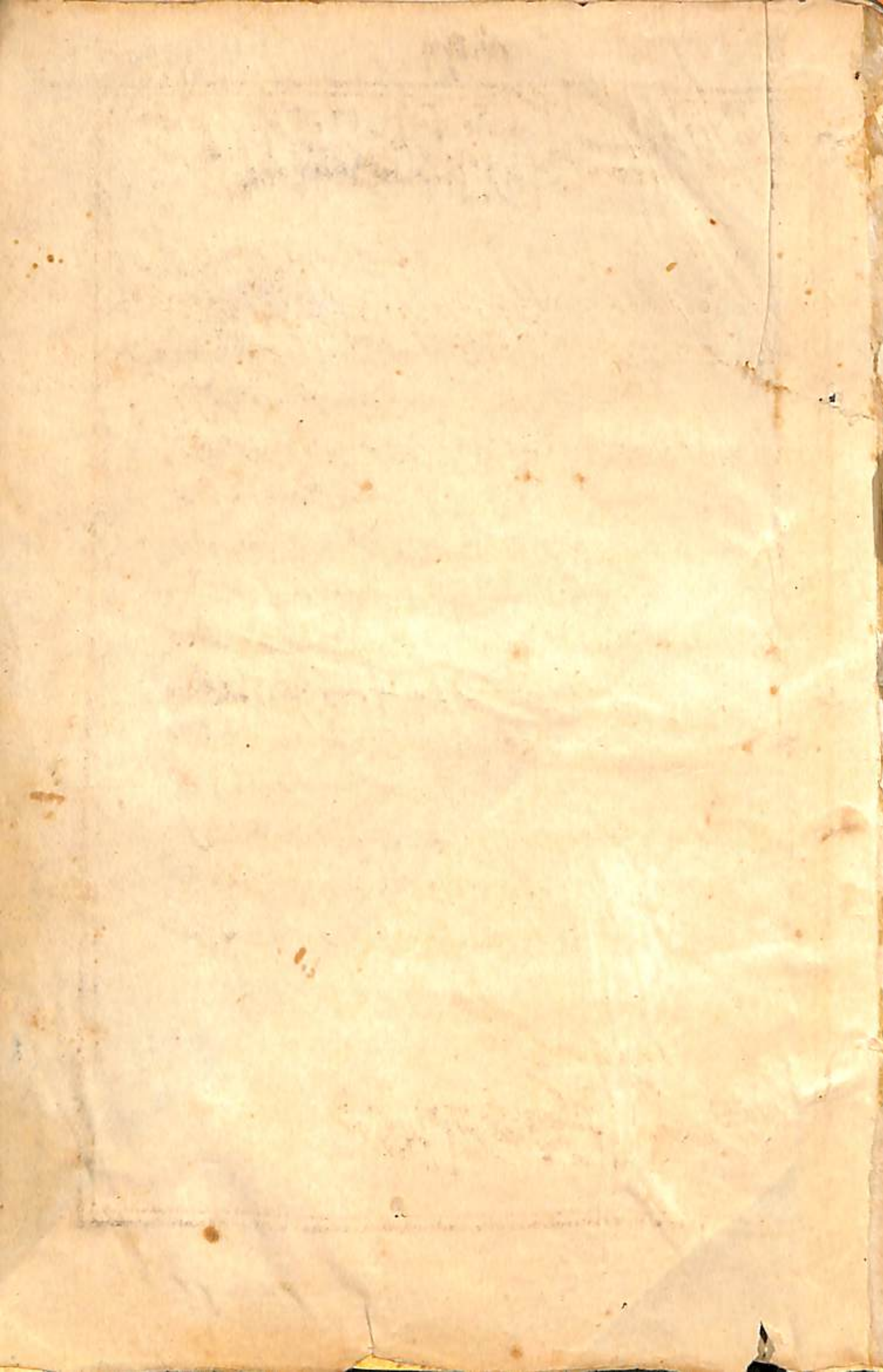
جو اصحاب پچیس روپیہ یکمشت یا پانچ قسطوں میں ایک سال کے اندر عطا فرمائیں گے وہ انجمن میں بطور (Associate) ہمدرد داخل کئے جائیں گے۔

داخل شدہ عطیہ دہندگان کو اپنے زر عطیہ پر پانچ فیصدی سالانہ کے حساب سے لیگ کی طبع شدہ کتب کو بلا قیمت تا زندگی ہر سال لینے کا حق حاصل ہوگا۔

مفصل فہرست قوانین بزبانِ انگریزی لیگ سے براہِ مہربانی منگوا کر دیکھیں۔

منیجر

شری رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ





اطلاعِ عام

شری سوامی رام تیرتھ جی کی کُل تصانیف و تقریر جو شری آر ایس نارائن سوامی جی سے مُرتب ہو کر بذریعہ شری رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ کے اُردو - ہندی - انگریزی زبان میں مفصّل مسلسل شائع ہُوئی ہیں اُن سب کے حقوق محفوظ کئے گئے ہیں تاکہ کوئی شخص تجارت کے خیال سے بغیر اجازتِ لیگ مذکور قصدِ طبع نہ کرے ؂

یہ سب کُتب لیگ مذکور سے ہر وقت مِل سکتی ہیں اور تاجرانِ کتب کو واجب کمیشن بھی دیا جاتا ہے ؂

مینیجر - شری رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ لکھنؤ

نمبر ۲۵ - مارواڑی گلی